تبرید النواظر
فی
تحقیق الحاضر والناظر

آنکھوں کی ٹھنڈک

تالیف

حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر
شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مکتبہ صفدریہ
نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ

اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں

چوں میگویم مسلمانم بلرزم — کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

تَبْرِیْدُ النَّوَاظِرِ

فی تحقیق الحاضر والناظر

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
(علامہ اقبال)

یعنی

آنکھوں کی ٹھنڈک

جس میں

بڑی تحقیق و بسط سے قرآن کریم، صحیح احادیث، عقیدہ حضرات صحابہ کرامؓ اور جمہور حضرات سلفؒ و خلفؒ اور حضرات فقہاء احنافؒ کے صریح حوالوں سے یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ حضرات انبیاء عظام اور اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب نہیں ہیں اور فریقِ مخالف کے دلائل کے دندان شکن جوابات بھی درج کئے گئے ہیں۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

ابو الزاہد مُحَمَّد سَرفراز خان صفدر

طبع بستم ۲۰ ——— جنوری ۲۰۰۲ء

نام کتاب ——— تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر

مصنف ——— شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

تعداد ——— گیارہ سو (۱۱۰۰)

مطبع ——— زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

ناشر ——— مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

قیمت ——— ۶۵ روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ حبیبیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ۱۶
- مکتبہ قاسمیہ جامع مسجد بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ مینگورہ
- مکتبہ العارفی جامعہ امدادیہ فیصل آباد
- مکتبہ امدادیہ حسینیہ راولپنڈی روڈ چکوال
- مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
- کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ

فہرستِ مضامین

تصدیقات حضرات علمائے کرام

(۱)

اسوۃ الصلحاء قدوۃ العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم المقام حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر کی تصنیف "تبرید النواظر" فی تحقیق الحاضر والناظر اس عاجز نے متعدد مقامات سے بنظر غائر دیکھی جس میں مولانا ممدوح نے دیوبندی حضرات کے مندرجہ ذیل عقیدہ کو

"انبیاء علیہم السلام نہ تو ہر جگہ حاضر اور ناظر ہوتے ہیں اور نہ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہوتے ہیں" اس عقیدہ کی مولانا ممدوح نے قرآن مجید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات سے تائید فرمائی ہے کہ ان حضرات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ہر جگہ حاضر اور ناظر نہیں ہوا کرتے تھے اور نہ ہی ما کان (جو کچھ ہو چکا) اور ما یکون (جو کچھ آئندہ ہوگا) کے عالم ہوتے تھے۔ ہاں ان حضرات کو اللہ جل شانہ جس چیز کے متعلق مطلع فرماتے تھے اتنی چیزیں ان کے علم میں آجاتی تھیں اور جن چیزوں پر نہیں مطلع فرماتے تھے ان چیزوں کا انہیں علم نہیں ہوتا تھا۔

قرآن مجید کی شہادتوں کے علاوہ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی احادیث سے بھی اسی عقیدہ کی تائید ثابت کی ہے اور احادیث کی یہ دونوں کتابیں علاوہ مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے خود احناف حضرات کے ہاں مسلم اور واجب التسلیم ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا ممدوح نے احناف حضرات کے فتاویٰ کے حوالوں سے بھی حضرات دیوبند کے عقیدہ کی تائید ثابت کی ہے۔ ان فقہائے عظام سے احناف کو جو عقیدت ہے اسی بنا پر حنفی کو ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے ان فقہائے عظام کو جو علمی قابلیت اور فہم صحیح

اور وسعتِ نظر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی وہ آجکل کے زمانہ میں کیتے علماء احناف کو حاصل ہے۔
مذکورۃ الصدر خوبیوں کے نہ ہونے کے باعث ہی تو حنفی حضرات اپنے ان بزرگوں کی تقلید لازمی قرار دیتے
ہیں اور جو شخص انکی تقلید کے دائرے سے نکل جائے اس پر طرح طرح کی طعن و تشنیع ہوتی ہے۔

لہٰذا ہر حنفی المذہب مسلمان کو اپنے مسلمات کی بنا پر ان حضرات کا بیان کردہ عقیدہ جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ما کان اور ما یکون کے متعلق ماننا فرض عین ہے اور اگر نہ مانے تو وہ پھر حنفی نہیں
رہے گا۔ بلکہ ایسے شخص پر غیر مقلد کا الزام لگایا جائے گا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ دیوبندی علماء کرام اپنے قول کے پکے اور اپنے وعدہ تقلید پر سچے ثابت ہوئے
ہیں کہ جو ان حضرات کا عقیدہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تھا ہم اسی پر قائم ہیں کہ حضرات
انبیاء علیہم السلام نہ تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور نہ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہوتے ہیں۔

دیوبندی حضرات کے عقیدے کے متعلق حنفیوں کے مسلّم امام عظیم محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ کا
عقیدہ سنیئے جو حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے تبرید النواظر کے صفحہ ۱۲ کے حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے اور
وہ یہ ہے۔ حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ درود و سلام پہنچانے کیلئے فرشتوں کا تقرر

مخصوص بمن بعد عن حضرۃ صاحب الروضۃ المنورۃ (مرقات ج ۲ ص ۔)

اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے دور ہو۔

اور نیز لکھتے ہیں۔

لئلا یظن ان سماعہ الغائب کلا یصل الخ (مرقات ج ۲ ص ۔)

تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ شاید آپ غائب کا سلام نہیں سنتے اسلئے اللہ تعالیٰ نے درود و سلام کو پہنچانے کیلئے فرشتے متعین کر دیئے ہیں۔

اور اسی مسئلہ کو انہوں نے شرح شفا میں پیش کیا ہے۔

لا ان روحہ حاضرۃ فی بیوت المسلمین

یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہے [illegible]

سچے حنفیوں پر اتمام حجت کے لئے یہ بیان کافی ہے، اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرات دیوبند اپنے مسلّم التعظیم عقیدوں کے صحیح معنوں میں پابند ہیں کہ ہم اپنے اسلاف کے مقلد ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب نے مخالفین کی تمام دلیلوں کے بہترین جوابات دیئے ہیں الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ مولانا محترم نے دیوبندی حضرات کا دامن ان تمام اعتراضات سے پاک کر دیا ہے جو مخالفین کیا کرتے ہیں اور دندان شکن جوابات دینے کے علاوہ قرآن مجید، حدیث شریف، فقہائے عظام کے حوالوں سے مخالفین پر ایسا اتمام حجت کر دیا ہے کہ قیامت کے دن مخالفین اپنے غلط اعتقادات کے متعلق یہ عذر پیش نہیں کر سکیں گے کہ اے اللہ ہمیں ان دندان شکن جوابات کی اطلاع نہیں پہنچی تھی ورنہ ہم اپنے مصنوعی یعنی خود ساختہ عقائد سے یقیناً تائب ہو جاتے اور آج تیری بارگاہ میں مجرم قرار نہ دیئے جاتے۔

ہر حنفی سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب کی اس کتاب کو پڑھیں تاکہ کوئی بدعتی انہیں گمراہ نہ کر سکے بلکہ ہو سکے تو گمراہوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

احقر الانام احمد علی عفی عنہ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ

(۲)

استاذ العلماء حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ العالی

(سابق وزیر معارف شرعیہ ریاست قلات بلوچستان، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل)

محترم المقام زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خیریت جانبین نصیب۔ گکھڑ سے تین کتابوں کا پارسل مجھے پہنچا، گوجرانوالہ کا پارسل ابھی تک نہیں پہنچا۔ تبرید النواظر کے متعلق میری یہ بے لاگ رائے ہے کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں بے مثال ہے۔ کتاب چار ابواب اور ایک مقدمہ پر مشتمل ہے۔ باب اول میں انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے علم وقائع قرآنیہ کو بیان کر دیا گیا ہے جن سے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے۔ باب دوم میں احادیث صحیحہ سے اس مسئلہ کو مرتب کیا گیا ہے جن سے خاتم الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم کے حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کی نفی لازم آتی ہے۔ باب سوم میں اقوال ائمہ محدثین اور فقہاء سے استدلال کیا گیا ہے اور باب چہارم میں فریق مخالف کے بنائے نام ابو سبحان اٹھارہ دلائل کا جواب دیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف دام مجدہ کو ترتیب و بسط دلائل و تردید بدعت میں خاص ملکہ حاصل ہے اس موضوع پر ایسی مجموعہ جامع و پرازمعلومات کتاب اب تک میری نظر سے نہیں گزری میرے خیال میں اگر فریق مخالف اس کتاب کا منصفانہ اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کرے اور توفیق الٰہی بھی دستگیری فرمادیں تو قوی امید ہے کہ انکو اس کتاب سے ہدایت نصیب ہوگی اللہ تعالیٰ مؤلف علام کو جزائے خیر دے اور اس خدمت کو قبول فرمائیں۔

احقر شمس الحق عفا اللہ عنہ مقام و ڈاکخانہ ترنگ زئی ضلع پشاور۔ مؤرخہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ
۲۰ نومبر ۱۹۵۹ء

(۳)

فخر الاماثل حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

حضرت المحترم زید مجدکم السامی۔ سلام مسنون نیاز مقرون گرامی نامہ باعث شرف ہوا۔ یہ زمانہ اکثر و بیشتر سفروں میں گزرا اسلئے جواب عرض نہیں کر سکا۔ وہاں کی حاضری کے وقت جناب نے جو کتابیں عنایت فرمائی ہوں گی وہ کتب خانہ کے جنگل میں مستور ہیں انکا تلاش کرنا اور دیکھنا اس عدیم الفرصتی اور ہجوم کار میں بہت ہی بھاری سا نظر آتا ہے۔ ماہ ہدایت اور تبرید آنکھوں الزام پہنچتی ہیں اس میں حیاۃ النبی کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ کچھ صفحات کا اضافہ کرکے اس میں اس مسئلہ کو بھی لگایا ہے اسے تلاش کیا مگر نہ فہرست میں عنوان ملا نہ کتاب میں یہ مسئلہ نظر سے گزرا چونکہ یہ مسئلہ آجکل چھڑا ہوا ہے اسلئے اسکی طرف نظر اشتیاق زیادہ رہی مگر ملا نہیں۔ جناب کی تالیفات بحمد اللہ محققانہ ہوتی ہیں یہ نہ ہم جیسوں کی تقریظ کی محتاج ہیں اور نہ ترمیم کی تو کیا ہوتیں۔ یہ تو جناب کا علو ظرف ہے کہ اس کمال پر بھی ہم جیسوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تالیفات کو قبول فرمالیں اور خلق اللہ کو ان سے منتفع فرمادیں آمین۔ فرصت ملی تو استفادہ کرونگا۔ بے حد ہجوم کار رہا اور کسی وقت فرصت نہیں ملتی تاہم شوق استفادہ ہر وقت ہے سعی کرونگا کہ کسی وقت استفادہ کرکے خیال عرض کروں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دعا کا مستدعی ہوں۔ والسلام

محمد طیب از دیوبند۔ ۳۰ ۹/۷ ھ

عالم دعلم کے حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کی نفی لازم آتی ہے۔ بائیں ہمہ میں قرون مرحومین [illegible] سے

استدلال کیا گیا ہے اور بہت [illegible] حجت جہاں تک [illegible] اور [illegible] [illegible] کا جو بیان کیا گیا ہے کتاب کے

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے [illegible] ترتیب [illegible] وادلہ [illegible] میں فاضل مؤلف نے [illegible]

[illegible] معلوم نہیں [illegible] میرے خیال میں اگر [illegible] مخالف اس کتاب کا

مطالعہ اور [illegible] کرے تو [illegible] انشاءاللہ [illegible] کا اس کتاب کے بعد سب

بحکم استدلال [illegible] علاوہ کرے [illegible] اس عدہ [illegible] [illegible]

احقر شمس الحق [illegible] مقام [illegible] پشاور [illegible] [illegible]

[illegible]

(۳)

فخر الاماثل حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

حضرت المحترم زید مجدکم السامی۔ سلام مسنون نیاز مشحون گرامی نامہ باعث مسرت ہوا چونکہ اکثر سفر میں گذرا اسلئے جواب جلد نہیں لکھ سکا وہاں کی حاضری کے وقت نہایت [illegible] زبانی ہوئی تھی وہ کتاب [illegible] [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible] سالانہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] چونکہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مجھ جیسوں کی تقریظ کی محتاج نہیں اور [illegible] کا علم [illegible] کہ اس کتاب [illegible] جیسوں کی [illegible] [illegible] [illegible] مستفیض ہونے [illegible] فرصت ملی تو [illegible] [illegible] [illegible] تمام [illegible] [illegible] سعی کرونگا کہ [illegible] کرکے خیالات عرض کروں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دعا کا مستدعی ہوں۔ والسلام

محمد طیب از دیوبند ۳۰ [illegible]

دیباچہ

راقم الحروف نے فریق مخالف کی متعدد کتابوں اور رسالوں (خصوصاً خان صاحب بریلوی، مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی اور مولوی محمد عمر صاحب اور مولوی سید احمد صاحب کاظمی ملتانی وغیرہ کی کتابوں) میں جب یہ غلط اور باطل عقیدہ دیکھا اور پڑھا کہ وہ امام الانبیاء سید الرسل خاتم النبیین شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اور دیگر حضرات انبیاء عظام اور اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو ہر جگہ حاضر ناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے اور اس عقیدہ کو خالص دین اور باعث نجات یقین کرتا ہے اور اس عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے والوں کو گستاخ، بے ادب، وہابی بلکہ کافر سمجھتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ تو محض اس لئے کہ "الدین النصیحۃ" راقم نے اس مسئلہ کے مثبت اور منفی پہلو کے دلائل پر آج سے کئی سال پہلے یہ کتاب لکھی۔ اسکا خیال اور وہم بھی نہ تھا کہ اسکو مسلمانوں کے مختلف طبقات میں اتنی مقبولیت حاصل ہوگی کہ اس کو خواص اور عوام عقیدت کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور ذوق و شوق کے ہاتھوں سے لیں گے۔ مفسرین نے آیات کی تفسیر، محدثین نے اس میں پیش کردہ احادیث سے استفادہ کیا، مناظرین نے اسکے استدلالات کو سراہا۔ ارباب علم نے اسکے اندر ادب کی داد دی۔ بالغرض جید علماء کرام و کالجوں، مدرسوں اور اسکولوں کے طلبہ یہاں تک کہ دل کے مجروحوں نے اس سے تسکین قلب حاصل کی اور سینکڑوں خطوط جن میں دوستوں نے عقیدت اور عشق کے پھول اس پر نچھاور کئے بطور ہدیہ پہنچا دیئے اور تھوڑے سے عرصہ میں یہ کتاب بالکل نایاب ہو گئی۔ اور بیسیوں خطوط اس کی دوبارہ اشاعت کے موصول ہوئے۔ اب اس کتاب کو ضروری اضافات اور ترمیم کے بعد ہدیہ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر ابو الزاہد

سخنہائے گفتنی

مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں، اور ہمارا مذہب بھی ابراہیمی
ہے۔ اولادِ ابراہیم ہونے میں تو وہ ایک حد تک سچے تھے لیکن عقیدہ میں انکو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
کوئی نسبت نہ تھی مگر چونکہ مشرکین عرب کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیحد محبت اور عقیدت تھی
اسلئے اپنے عقائد کو جو رکھتے تھے انکی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف بھی نسبت کرتے تھے اور
جو نبی کریم یعنی جناب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح طور پر بیان کرتے تھے انکو مشرکین اپنی
اصطلاح میں صابی یعنی بے دین کہا کرتے تھے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ قرآن کریم نے جا بجا انکی تردید کی ہے اور
صاف فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم مشرک نہ تھے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ کچھ ویسا ہی حال آج کل ہمارے
بے شمار نام کے مسلمانوں کا ہے کہ قرآن کریم، حدیث شریف اور بزرگانِ دین کی طرف ایسے گندے عقائد منسوب کرتے
ہیں جن کی تردید کیلئے قرآن کریم اور شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیۃ، وقف ہے۔ فرق صرف یہ ہے
کہ مشرکین عرب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکاروں کو صابی کہا کرتے تھے اور آجکل کے کلمہ گو مشرک
قرآن و حدیث کے ماننے والوں اور سلف صالحین کی صحیح اتباع کرنے والوں کو وہابی کہتے ہیں۔ بس انکے
نزدیک اسلام صرف یہی ہے کہ مسلمانوں کا سا نام رکھ لیا اور زبان سے بزرگوں کی محبت کا دعویٰ کر لیا

ضمیر خود وری و سیری حق پرستی اب کہاں ۔۔۔ رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلمان ہو گئے

ان کے شرکیہ عقائد تو بہت ہیں مگر شرکیہ عقائد کا ایک مسئلہ حاضر و ناظر بھی ہے۔ فریق مخالف
کا یہ دعویٰ ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ہر چیز اسکے قریب ہے اسیطرح حضرات انبیاء
علیہم السلام و اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی یہ صفت ذاتی اور قدیم ہے اور مخلوق کی یہ صفت عطائی اور حادث ہے تو جس طرح اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا
ہے کوئی چیز اس سے اوجھل نہیں اسی طرح بزرگانِ دین سے بھی خداداد قوت کے ماتحت کوئی چیز

دیکھی دلیل نہیں۔ اور خصوصاً جناب سرور عالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر تو اہل حق سے بڑھ کر اہل سنت سے مناظرہ و مکالمہ ہوا اور بحث و جدل بھی کیا ہے اور ان ہی کی تکفیر بھی کی ہے۔ فریق مخالف کی جانب سے ان امور کو عقیدے کے مجموعے سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ ہم لوگ کہتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے حاضر و ناظر ہیں، اور کبھی کسی وقت حاضر جلسے سے غیر حاضر ہونے کا عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ جب کھڑے ہو جاتے اور قیام کرتے تب آپ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہیں تو تمہارے جلسے میں کہاں سے تشریف لاتے ہیں؟ اور تو پہلے ہی سے موجود تھے۔ اور کسی کو کہہ دیتے ہیں کہ تمہارے پاس موجود ہیں آپ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور ان ہی سے کہہ بیٹھے ہیں کہ جب آدمی کا تعلق [illegible] آپ سے [illegible] ہو جاتے ہیں تو آپ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اور کسی کو مطالعہ اور مشاہدہ کی شکل میں [illegible] الجھا دیا جاتا ہے اور کبھی [illegible] کی مستند دوسرے مستند کرامات سے مغالطہ دیا جاتا ہے اور ان جزوی اور شخصی واقعات سے قاعدہ کلیہ بنا کر عام مسلمانوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ بقول شاعر ؎

ایک سوال اور سینکڑوں ان کے جواب
ہم سے کیا پوچھتے ہو [illegible]

مخالفین نے کہیں تو قرآن مجید کی آیت اور کہیں حدیث سے استدلال کیا ہے حالانکہ خود قرآن کریم کی دوسری صریح آیات اور صحیح احادیث میں ان کی صاف اور واضح تردید ملتی ہے۔ اور کہیں جزوی واقعات اور بعض معجزات و کرامات سے اپنے عقیدہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے ہم نے ضروری سمجھا کہ مخالفین کے پیش کردہ دلائل کی حقیقت سے بھی عامۃ المسلمین کو آگاہ کر دیا جائے کہ یہ دلائل پرکاہ کا وزن بھی نہیں رکھتے اور اہل سنت والجماعت کے اصل دلائل اور ائمہ کرام کی [illegible] بھی روشن کر دیے ہیں تاکہ ہر ایک فریق کے دعاوی اور دلائل کا صحیح علم اور تفاوت معلوم ہو سکے۔ اگرچہ اس مسئلہ پر متعدد علماء حق نے مختصر رسالے اور متعدد زبانوں میں کتابیں اور رسالے لکھے ہیں لیکن اس عاجز نے بھی اپنی بساط کے مطابق اس مسئلہ پر قلم اٹھانا ضروری سمجھا کیونکہ ؎

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

ہیں وہ یہیں دھرے کے دھرے رہ جائیں گے اگر کسی دلیل کے پیش کرنے میں کوئی ضعف یا سقم نظر آئے تو اس کو قصور فہم سمجھنا۔ جمہور حضرات سلف وخلف رحمہم اللہ کا قصور نہیں ہوگا۔ اور ان دلائل کو یوں سمجھنا کہ

چشم ما روشن دل ما شاد

احقر ابوالزاہد

محمد سرفراز خان صفدر

مقدمہ اور چند ضروری باتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاقول بلا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ فی ذاتہ ولا فی صفاتہ ولا فی افعالہ وبہ اعتدین۔

اما بعد اس سے قبل کہ ہم مخالفین کے دلائل پیش کر کے ان کے جوابات عرض کریں اور جمہور اہل اسلام کے براہین نقل کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بطور تمہید ایک مختصر مقدمہ عرض کریں اور اس میں بعض ایسی اہم اور ضروری باتیں نقل کریں جنکے معلوم کر لینے سے اصل مقصد آسانی کے ساتھ سمجھ میں آ سکے۔

ہم اس مقدمہ میں چند اصولی باتیں عرض کرتے ہیں ناظرین کرام ان کو ٹھنڈے دل و دماغ سے ملاحظہ فرمائیں تاکہ مسئلہ کی تہ تک پہنچنے میں پوری مدد و معاون ثابت ہوں۔

پہلی بات :- فریق مخالف کو جب پبلک بحث اور مباحثہ کیلئے میدان میں نکلنا پڑتا ہے تو اہل حق پرستوں کے دلائل و براہین کی تاب نہ لاتے ہوئے مجلس مناظرہ کو درہم برہم کرنے اور اپنی جان چھڑانے کی بے شمار راہیں اختیار کرتے ہیں اور کبھی اہل حق کے مناظر کی تقریر میں شور و غل مچاتے ہیں اور کبھی شکست فاش کھا کر بھی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں تاکہ عوام الناس کے دلوں سے ان کی ہیبت ختم نہ ہو جائے لیکن ان بیہودہ باتوں سے کیا ہوگا پبلک خود ہی دودھ اور پانی کو بخوبی سمجھتی ہے مسئلہ حاضر و ناظر میں بھی فریق مخالف کے مناظر مناظرہ میں یوں جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہی نہیں ہو سکتی لہذا اس میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا شرک کیسے ہوا بلکہ حاضر و ناظر تو مخلوق کی صفت ہے اور خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی اس دعوی پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر یہ اللہ تعالے کے نام ہوتے تو اسمائے حسنیٰ میں ہوتے۔ ان ناموں میں حاضر و ناظر کا کوئی نام نہیں ہے۔ دوسرے حاضر اس کو کہتے ہیں جو پہلے موجود نہ ہو اور پھر آ جائے اور یہ معنی تو اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں اور ناظر اس کو کہتے ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جب اللہ تعالے کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں تو وہ ناظر کیسے ہوا

بلکہ حاضر و ناظر تو جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین تھے جو پہلے ہو
گئے اور پیغمبر یا طیبین شریعت سے آئے اور دنیا میں تھی اور جسمانی آنکھوں سے دیکھا بھی کرتے تھے البتہ ان کی
حاضر و ناظر مشہور ہے۔ بلکہ مفتی احمد یار خاں صاحب تو لکھتے ہیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت
ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔ اگر اس حال خدا کو ہر جگہ میں ماننے والی بے دینی سے
ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا ہی کی شان ہے (جاء الحق وزہق الباطل صفحہ ۱۵۱) یہ ہے دین مخالف کی منطق
پڑھتے رہے مطالعہ میں نے ان کی دلیل ختم کر دی ہے کیونکہ ؎

مری عیدے سے ہوئے مہربان دوست — مرے احسان ہیں دشمن پر سر زد

محترم قارئین کرام اب ملاحظہ فرمائیے کہ جواب اول کے سیلاب رواں میں یہ کاغذ کی کشتی کس طرح
ڈوبتی ہے

جواب اول :- اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جگہ اور مکان کا محتاج نہیں ہے اور
اس کے مشہور و معروف نام ننانوے ہیں لیکن کیا ان ناموں کے علاوہ اور نام خدا تعالیٰ کے نہیں؟ اگر
فریق مخالف کو عربوں اور فتووں سے فرصت نہیں ہو سکی تاکہ وہ کتابوں کی طرف رجوع کر سکے تو لیجئے
میں آپ کو صرف چند حوالے سناتا ہوں۔ علامہ نوویؒ شرح مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۴۳ میں اور علامہ خازنؒ
تفسیر جلد دوم صفحہ ۲۶۳ میں رقمطراز ہیں کہ

تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نام صرف یہی ننانوے نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ
اور بھی ہیں۔ اسی کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابوبکر بن العربیؒ نے اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام
جمع کئے ہیں بحوالہ حصن حصین وھذا قلیل یہ بھی ان کی مختصر سے ہیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ علماء کے
نزدیک ایک ہزار بلکہ ۱۰۰۱ نام اللہ تعالیٰ کے مشہور و معروف ہیں جو کتاب و سنت میں وارد ہوئے
ہیں۔ (تفسیر کبیر مقدمہ ج ۱ صفحہ ۱) حافظ ابن کثیرؒ نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہیں جو قرآن کریم
صحیح حدیث اور سابق آسمانی کتابوں میں نازل کئے گئے ہیں (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۹) جب تمام علماء اسلام کا
اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے ناموں میں منحصر نہیں تو ان کا یہ سوال کرنا کہ ان ناموں میں حاضر و ناظر

کے نام بدل سکے پاگل ہے وہ

تجھ کو کرتے ہیں ہزاروں دشت سے مضطرب کیوں پاگل ہی ہرن میں ہے

جواب دوم: پہلے ہم بحث کیلئے یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صرف ننانوے
نام ہیں لیکن یہ تو فرمائیے کہ کیا ان ناموں میں سے کسی نام کا معنی غیر زبان میں سہولت اور آسانی کیلئے ترجمہ بھی
کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر آپ کا جواب نفی میں ہے تو فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز ہے یا نہیں؟
اگر آپ یہ سب کتابی روایات کہ خدا کہنا جائز ہے تو کیا ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ان ننانوے ناموں میں
تو خدا (یعنی خدا) کوئی نام نہیں، یا پھر یہ جائز کیسے ہو گیا؟ یہی تو آپ کہیں گے کہ یہ مالک یا رب
وغیرہ کا فارسی ترجمہ ہے۔ درمیان میں ترجمہ یعنی عربی زبان میں مالک فارسی زبان میں خدا۔ سبحان اللہ! آپ
یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ ان ننانوے ناموں میں سے کسی کا ترجمہ حاضر و ناظر ہو گیا یہ حساب ہی ہے نہیں
بلکہ آپ ذرا مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۹۸ اسماء اللہ کھول کر دیکھیں کہ الشہید کا معنی لکھا ہے
اور مشہور لغت اور ڈکشنری مصباح ص ۲۲۲ میں لکھا ہے شہید: حاضر و گواہ۔ اسی طرح بصیر کا معنی کیا ہے
دیکھنے والا یعنی ناظر، دیکھو مصباح ص ۹۹۔ اب فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ شہید و بصیر بھی ہے یا نہیں؟
اور کیا شہید کا معنی حاضر اور بصیر کا معنی یعنی ناظر درست ہے یا نہیں؟ ہمارا دعویٰ ثانی کا مطلب
اور حاضر و ناظر اللہ ہی ہے کیا اب تک ثابت ہے

خدا را انصاف سے نیک و بد کا

اب آپ ہی تو آپ کا ذرا مشہور حدیث اور اکثر لغت کی طرف دیکھیے کہ قرآن سے شہید کا معنی حاضر
کیوں کیا ہے حاضر تو ہماری علم ساز منطق کی رو سے صرف وہی ہو سکتا ہے تو پہلے رہو اور ہم جیسے سے

وہ کو سمجھ لیجیے اتنی کی خواہش ہے محل ہم کسی کا عمر ذرا یہ بیچ ڈالیں سمجھے نہیں

باقی رہا یہ سوال کہ جب شہید کا معنی ہے حاضر تو پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ آپ ہی ثابت
پھر کبھی تو دیکھیے لہٰذا وہ بھی حاضر ہوئے تو اسکا مفصل جواب آئندہ آپ کو ملے گا انشاء اللہ العزیز۔

جواب سوم: ... کیا یہ بھی سنا ہے کہ ناظر وہی ہو سکتا ہے جو ظاہری آنکھوں سے دیکھے۔

اس لئے اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر ہم ان کا عمل اور تحقیق کی شکل بتا دیتے ہیں کہ کچھ دلیل کی بات اور تماشا بات

کا مطلب سمجھاتے ہیں۔

(۱) قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ واقعہ و قصہ بیان ہوا ہے جس میں انھوں نے اپنی قوم کو تسلی دیتے

ہوئے ارشاد فرمایا تھا، ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (پ ۹، آیت ۱۲۹)

کہا قریب ہے کہ تمہارا رب ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دے پھر دیکھے کہ تم کیسا کام کرتے ہو

اگر نظر کرنا اسی کا نام ہے جو جسمانی آنکھیں کرتا ہو تو بتائیے کہ اس آیت میں فینظر (یعنی وہ نظر کرے) کے کیا معنی ہوں گے؟ ارشاد تو فرمائیے۔ دیدہ باید

(۲) اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ (پ ۱۱، یونس، ع ۲)

پھر ہم نے تم کو نائب بنایا زمین میں ان کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔ اس آیت میں بھی لننظر کا لفظ موجود ہے۔

(۳) مسند طیالسی ص ۲۸۶ میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ جملہ بھی ہے:

إِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُونَ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر دیکھے گا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔

(۴) صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۵ اور مشکوٰۃ کی ایک طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ نَظَرَ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ إِلَّا بَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الحدیث

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر کی اور دیکھا تو تمام عرب و عجم بجز اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ گئے

ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَلَكِن يَنظُرُ إِلَى أَعْمَالِكُمْ

اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا (یعنی ان کا اعتبار نہیں) اور نہ تمہارے مال و دولت کو لیکن تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۳۸۵، مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۴ و جامع الصغیر ج ۱ ص ۷۳)۔

ان دونوں حدیثوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور نے فرمایا [illegible] نظر ہے گا [illegible] مجتہد

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] کی [illegible] بھی ہیں [illegible] بالا دلائل

معلوم ہو چکا ہوگا کہ [illegible] کی [illegible] حدیث شریف سے [illegible] ثابت ہے کہ [illegible]

اسی طرح [illegible] کی [illegible] کیونکہ [illegible] لیکن بہر حال

کہنا ہے [illegible] اسی طرح [illegible] کی شان کے شایان ہے۔ [illegible]

[illegible] کا انکار سراسر [illegible] قرآن کریم کی قطعی [illegible] ہے اور اہل سنت والجماعت

کے مسلمہ عقیدہ کی صریح خلاف ورزی ہے

(۵) بلکہ ترمذی شریف ج ۲ ص [illegible] مستدرک ج ۳ [illegible] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۳ اور

الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۵۵ میں یہ حدیث صاف طور پر مذکور ہے۔

ان اللہ مستخلفکم فیہا فناظر کیف تعملون ۝ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] پھر دیکھنے والا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو)

اس حدیث میں تو اللہ تعالیٰ کے لئے صاف ناظر کا لفظ موجود ہے [illegible] علامہ رضوی سید

احمد سعید کاظمی امروہی [illegible] کہ اللہ تعالیٰ کے [illegible] حاضر و ناظر [illegible]

نہیں [illegible] قرآن و حدیث میں [illegible] ناظر [illegible] کے لئے [illegible] نہیں [illegible] سلف

صالحین سے [illegible] یہ لفظ [illegible] کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ صحابہ

یا تابعین یا [illegible] نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہو (مقیاس حنفیت [illegible])

کاظمی صاحب [illegible] ان کا دل [illegible] کیا یہ حدیث نہیں ہے

اور کیا اس میں ناظر کا لفظ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال

نہیں کیا؟ اور کیا اس حدیث کے راوی حضرت ابو سعید الخدری صحابی نہیں ہیں؟ [illegible] حدیث میں

لفظ ناظر کو اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں [illegible] کاظمی صاحب [illegible] اول [illegible] ہے یا اور کیا

[illegible] اور اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی [illegible] شیخ عبد الحق محدث دہلوی [illegible] وغیرہ حضرات کے قول سے

رہے ہیں حضرات صحابہؓ میں شامل رہتے؟ کاظمی صاحب کو سوچ کر بتانا ہوگا کہ انہوں نے یہ عجیب اور باطل دعویٰ کس طرح کر دیا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر کاظمی صاحب کا یہ غلط دعویٰ بھی ملاحظہ کیجئے :- اور اسی طرح متاخرین کے زمانہ میں جب بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا شروع کیا تو بعض دور کے علماء نے ان پر انکار کیا۔ کس عالم نے انکار کیا اور کب کیا مگر یہ تو پوچھئے حضور بلکہ جس علماء نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا وہ کب اور کس دور میں؟ شاید کاظمی صاحب نے کوئی خواب دیکھا ہوگا (مقدمہ تسکین الخواطر ص ۔)

یہ ہے فریق مخالف کا مبلغ علم اور تحقیقی معیار سبحان اللہ تعالیٰ۔ اب مخالفین کو چاہیئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زعم فاسد کی بنا پر حاضر و ناظر ہیں تو ان سے پوچھیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کیلئے ناظر کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟ ایک تو اس لئے کہ ساتویں آسمانوں میں نہیں یہ اسم حل نہیں سکا اور دوسرے اس لئے کہ اس کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں ہیں تو وہ کیونکر ناظر ہوا ؎

ٹوٹ جائے نہ تیغ اے قاتل — سخت جان ہوں ذرا دیکھ کر کھینچ

جواب چہارم :- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ (پ ۸، اعراف ع ۱) — اور ہم نہیں غائب تھے

اور بخاری شریف ج ۲ ص ۔ اور مسلم شریف ج ۲ ص ۔ وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رض کسی وقت باواز بلند ذکر کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ذکر کرنے سے ان کو منع کیا اور فرمایا۔

إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا — تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے بلکہ سمیع اور قریب کو پکارتے ہو پھر اللہ تعالیٰ پر غائب کا اطلاق کیا معنی؟

لہ علامہ ابن حزم رح نے یہ لکھا ہے کہ [illegible] حافظ ابن حجر رح وغیرہ نقل کرتے ہیں کہ

من احب الا [illegible] (الجواب والتمام) کہ حضرت [illegible]

(باقی اگلے صفحہ پر)

(حاشیہ تعلیق الممجد)

اور امام نووی لکھتے ہیں:

اما الذکر فمستحب بلا خلاف ...

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ذکر ... پسندیدہ ہونا چاہیے

صاحب مراقی ملا علی القاری لکھتے ہیں کہ:

تستحب فی الدعاء الاخفاء ورفع الصوت ...

... عنہ (مراقی الفلاح ...)

مستحب یہ ہے کہ دعا ... آہستہ کی جائے اور ...

... بدعت ہے۔

علامہ حلبی لکھتے ہیں:

وکان ابو حنیفۃ یری رفع الصوت بالذکر بدعۃ مخالفا للامر فی قولہ تعالی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین ...

(حلبی صفحہ ۵۲۶)

کہ حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ذکر بلند آواز سے کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے ... اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو بیشک اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

یہ تو عام ذکر کا مسئلہ تھا اب آپ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کا مسئلہ بھی سن لیں ملا علی القاری حنفی لکھتے ہیں کہ:

وقال بعض علمائنا ان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر حرام

(مرقات حاشیہ مشکوۃ صفحہ ...)

ہمارے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ... مسجد میں بلند آواز سے ... اگرچہ ذکر ہی کیوں نہ ہو حرام ہے ... اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

علامہ ابو نعیم ... روایت نقل کرتے ہیں۔

عن ابن مسعود انہ سمع قوما اجتمعوا فی مسجد یهللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جہرا فراح الیہم فقال ما عهدنا ذلک فی عهده صلی اللہ علیہ وسلم وما اراکم الا مبتدعین فما زال یذکر ذلک ...

کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ایک مسجد میں لوگوں کا اجتماع دیکھا جو بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ پڑھتے تھے اور ... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ... درود شریف پڑھتے تھے تو فرمایا کہ ہم نے ... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں ... نہیں دیکھا ... میں تم کو بدعتی ہی سمجھتا ہوں ...

... مسجد ...

(الفقہ الحنفیہ صفحہ نمبر ۲۰)

حتی جرجهم من المسجد

یعنی یہاں تک کہ دیکھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کو مسجد سے نکال دیا

(بحوالہ نظم بیان ص ۳۰)

علامہ شامی رحمہ اللہ فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے مکروہ العقوبۃ بالذکر والجہر کی بحث میں نقل کرتے ہیں کہ:

عن فتاوی القاضی انه حرام لما صح عن ابن مسعودؓ انه اخرج جماعة من المسجد یهللون ویصلون علی النبی صلی الله علیه وسلم جهرا وقال لهم ما اراكم الا مبتدعین

فتاوی قاضی میں ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے خارج کر دیا تھا جو بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا کہ میں تو تمہیں بدعتی ہی سمجھتا ہوں

(شامی ج ۵ ص ۳۵۰ طبع مصر ...)

حضرت مناظر حسنؒ نے ذکر بالجہر کے متعلق کی کتابت ... نہیں ہے ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ... ذکر کرتے تھے اور ... بلند آواز والوں کو ... مسجد سے ... کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ... حضرت ابن مسعودؓ ... کرنے کی ... بھی ... نے سید ... اور حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے حدیث اہل الکفا کی شرح میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سادہ زندگی کا نقشہ کھینچا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرات صحابہ کرام کا گروہ ذکر و درود شریف کو مسجدوں یا گھروں میں حلقہ بنا کر بلند آواز کے ساتھ نہ پڑھتے تھے۔ (مرقات ج ۱ ص ۲۱۴)

اور علامہ شامی رحمہ اللہ (ج ۱ ص ۳۰۰) لکھتے ہیں کہ:

واما رفع الاصوات فی المساجد فما ینبغی عن ... بدعة الجدال فی الدین ... الاشتغال ... (ج ۱ ص ۳۵۰)

مسجدوں میں آواز بلند کرنا مناسب نہیں ... پیدا کرنے کے لئے ... بدعت ... کی گئی ہے

حضرت ابن مسعودؓ والی روایت فریق مخالف کے نزدیک بھی مسلم ہے چنانچہ ... صحیح ہونے کے بارے میں ... روایت کو بھی ... عبد المسیح صاحب نے نقل کی ہے اور ... ۳۰ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک جماعت ذکر بالجہر کرنے والوں کو مسجد سے نکالا اور ان کے فعل کو بدعت کہا کتب فقہ و حدیث میں ...

(... حاشیہ ص ...)

قرآن کریم کی کسی آیت سے کسی جگہ ثابت ہو کہ حضور غیب داں نہیں ہے اور اس حدیث سے
کہ جہاں [illegible] مخالفت ثابت ہوتی ہے جیسے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] یعنی فریق مخالف کی [illegible] کی رو سے سید الخلق
حاضر [illegible] کیا کرتے
جہاں [illegible] سے کہ اللہ تعالیٰ حاضر [illegible] نہیں اور [illegible]
[illegible] نہیں کیونکہ [illegible] اور حضرت [illegible]
وتعالیٰ بر احوال جمیع [illegible] و مطلع است [illegible] مکتوب [illegible]
شیخ عبد [illegible] لکھتے ہیں [illegible] حاضر است [illegible] مکتوبات [illegible]

(تفصیل حاشیہ صفحہ نمبر ۲)

[illegible] مذکور ہے [illegible] ذکر بالجہر [illegible] مشکلات [illegible]
[illegible] کتاب منہاج التوحید [illegible] راہ سنت میں ملاحظہ کیجئے [illegible] علم [illegible]
بالجہر [illegible] درود شریف پڑھنے [illegible] کے
[illegible] مقام [illegible] حضرت [illegible] حضرت [illegible]
[illegible]
[illegible] کہا جاتا ہے۔ [illegible]

[illegible]   [illegible]

[illegible] ہے [illegible]
[illegible] صورت میں ذکر بالجہر [illegible] نہیں ہے [illegible]
[illegible] بدعت [illegible]
[illegible]
[illegible] بدعت [illegible]

مولوی سید محمد صاحب قنوجی نے سب سے صدر کے معانی نقل کرکے ۔ [illegible]

لفظ حاضر ناظر پر حقیقی معنی [illegible] غنیمت [illegible] [illegible] رسالہ [illegible]

[illegible] لکھا ہے [illegible] معانی [illegible] اسماء [illegible] لفظ حاضر کا اطلاق نہیں

ہے بلکہ اور مرگز [illegible] [illegible] [illegible] یہ بات [illegible] اول [illegible]

کہ مفہوم معانی جو [illegible] سے تعلق ہے جب مخلوق کے حال [illegible] صاحب اصل کے [illegible]

کب کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ حاضر کا [illegible] [illegible] کہا ہے کہ حاضر کا لفظ جب

[illegible] [illegible] ملاں صاحب [illegible] [illegible] ہونگے [illegible] [illegible]

ثبوت [illegible] مولوی صاحب کو [illegible] جاتا ہے [illegible] لفظ حاضر [illegible] [illegible] کا اطلاق [illegible]

اللہ تعالیٰ پر ہوگا تو کس طرح [illegible] [illegible] صاحب [illegible] کے معنی

کے [illegible] اسماء [illegible] العلیم [illegible] و الظاہر [illegible] ہونگے جو مخلوق کی شان کے لائق ہیں

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نقل [illegible] [illegible] ہوتا ہے [illegible] اور [illegible]

[illegible] [illegible] علم [illegible] [illegible] شرح حدیث [illegible] شہید کے معنی [illegible]

[illegible] ہیں اور [illegible] حضرت [illegible] شیخ عبدالحق محدث دہلوی [illegible] اللہ تعالیٰ

[illegible] کا اطلاق [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اللہ تعالیٰ کی

[illegible] کا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] الحق [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

لطیفہ ۔ اگر [illegible] مخالف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تو [illegible] مخالف کے [illegible]

قول [illegible] حاضر ناظر نہیں [illegible] [illegible] [illegible] قرآن کریم [illegible]

اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] اللہ تعالیٰ کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

میں [illegible] نہیں [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] [illegible] طرف [illegible] [illegible] اور [illegible]

پاک [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بخاری [illegible] [illegible] حدیث [illegible]

لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ — یعنی اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ کرے گا جس نے اپنے ٹخنوں سے نیچے تکبر سے تہبند لٹکایا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ نماز کی حالت میں ایک شخص نے اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکایا تھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۹۳ و ج ۲ صفحہ ۲۰۹ اسنادہ صحیح)۔

مذکورہ آیت اور حدیث سے یہ امر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر شفقت سے وہی لوگ محروم ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں۔ چونکہ فریق مخالف شرک اور بدعت میں ایسا منہمک ہے کہ انکو توحید اور سنت سے دور کی عداوت ہے سو اگر ایسے مجرموں پر اللہ تعالیٰ نظر شفقت نہ کرے تو قرین قیاس بھی ہے اسلئے اگر فریق مخالف یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناظر نہیں تو وہ بجا و ٹھیک کہتا ہے کیونکہ انکی طرف واقعی اللہ تعالیٰ نظر شفقت کرتا ہی نہیں ہے۔

ہستی سے تا بملک عدم ایک جست تھی — جنبش نہ کر سکی کہ ادھر سے ادھر گیا

(۲) **دوسری بات**: کتب عقائد میں یہ مسئلہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ مذکور ہوا ہے کہ عقیدہ کے اثبات کے لئے خبر واحد ہی ناکافی ہے یعنی ایسی حدیث جسکے راوی اگرچہ ثقہ ہوں لیکن اس حدیث کا شمار خبر واحد میں ہوتا ہو تو اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا چنانچہ شرح مواقف صفحہ ۲۲ شرح فقہ اکبر صفحہ ۹۶ مسامرہ ج ۲ صفحہ ۸۲ اور شرح عقائد صفحہ ۱۰ میں ہے کہ "خبر واحد اگرچہ صحت کی ان تمام شرائط سے متصف ہو جنکا اصول فقہ اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے لیکن پھر بھی اس سے ظن کا فائدہ ہی ہو سکتا ہے" اور عقائد کے باب میں ظنیات کا کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:-

الاحادیث احاد کانت فی مسائل عملیۃ یکتفی فی الاحکام بہ بغلبۃ الظن اما ذلک فی العقائد فلا یکتفی بہا الا ما یفید القطع۔

یعنی جن مسائل کا تعلق عمل کے ساتھ ہے ان میں صحیح احادیث سے استدلال کافی ہے کیونکہ اعمال کیلئے ظنی دلائل بھی کافی ہیں لیکن جب عقائد کی باری آئی تو ان میں صرف وہی حدیث قابل قبول ہوگی جو قطعیت اور یقین کا فائدہ دے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص [illegible]) واصل یہ ہے کہ متواتر حدیثیں ہوں یا اس کا انکار لفظی ہو یا معنوی اور متعدد ہو یا آحاد حدیث ان میں سے ہر ایک کا انکار کفر ہے)

قارئین کرام آپ سمجھ چکے ہونگے کہ عقیدت اور چیز ہے اور عقیدہ اور ہے عقیدہ کے اثبات کے لئے کوئی قطعی متن یا خبر متواتر وغیرہ درکار ہے یہاں خبر واحد صحیح سے بھی کاری نہیں چل سکتی اور قرآن کریم کے مقابلہ میں تو خبر واحد کا پیش کرنا ہی ناجائز ہے چنانچہ فریق مخالف کے قائد مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی الصوحی ملکیہ ص۱۵۱ اور انباء المصطفیٰ ص۸ میں لکھتے ہیں کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار آحاد سے استناد محض ہرزہ بافی ہے

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ عقائد کا اثبات صحیح حدیث سے بھی درست نہیں ہے جبکہ وہ خبر واحد ہو تو ایسی حدیث کو قرآن کریم کے مقابلہ میں پیش کرنا خان صاحب کی اصطلاح میں ہرزہ بافی ہے تو معلوم کہ پیشوایان دین اور صوفیائے کرام کی گول مول باتوں سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ حضرات انبیاء عظام اور اولیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہوتے ہیں یا ایک بزرگ کو کئی مقامات میں دیکھا گیا یا فلاں مشکل ہو جایا کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ بلکہ ایسی تمام گول مول باتوں کو شریعت اسلامی تسلیم ہی نہیں کرتی۔ چنانچہ دینی اکابر کی بعض ایسی عبارات سے مخالفین کاری چلنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں صاف اسکی تردید کرتے ہیں مثلاً ایک عارف فرماتے ہیں ؎

نیست حجت قول و فعل ہیچ پیر   قول حق و فعل احمد را بگیر

اور حضرت مجدد الف ثانی رح مکتوبات دفتر اول ص۲۶۶ میں لکھتے ہیں کہ عمل صوفیہ در حل و حرمت سند نیست کفایت است کہ ایشاں را معذور داریم و ملامت نکنیم یعنی حلال اور حرام کے مسئلہ میں صوفیائے کرام کی بات حجت و سند نہیں تو عقائد میں انکی گول مول اور مجمل باتیں کب قابل قبول ہو سکتی ہیں

اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رح اخبار الاخیار ص۱۹۲ میں لکھتے ہیں "و مشرب پیر حجت نیست دلیل از کتاب و سنت می باید" جب پیر کی بات سرے سے حجت ہی نہیں بلکہ کتاب اور سنت سے استدلال کرنا ضروری ہے تو معلوم ان کی بات سے عقائد کا اثبات اور پھر قرآن کریم کا مقابلہ کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

اور حضرت شاہ [illegible] صاحب کی [illegible] [illegible] صاحب [illegible]

[illegible] کی [illegible] سے متعلق [illegible] بات حضرت [illegible] [illegible]

کریم کی [illegible] میں [illegible] سے [illegible]

[illegible]

[illegible] حدیث [illegible]

[illegible]

[illegible]

(۳) **تیسری بات**: قرآن کریم کی آیت کی تفسیر جب [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو [illegible] اگر کوئی [illegible] کچھ [illegible] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قابل [illegible] [illegible] صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہے [illegible]

(۴) **چوتھی بات**: اگر قرآن کریم کی کسی آیت کا [illegible] مطلب بیان کیا جائے کہ جس سے قرآن کریم کی دوسری آیت [illegible] سے تعارض واقع ہوتا ہے تو [illegible] باطل ہے کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کا کلام ہے [illegible] تعارض اور اختلاف واقع [illegible] بلکہ اس آیت کا وہی معنی اور مطلب صحیح ہوگا جو قرآن کریم کی دوسری آیات اور [illegible] سے ٹکرا نہ کھاتا ہو اور مطلب بھی وہی ہو جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرات صحابہ کرام اور تابعین [illegible] کوشش کی ہو [illegible] معتبر [illegible] اگر وہ قابل تاویل نہ ہو تو مردود ہوگی۔

(۵) **پانچویں بات**: ہم اپنے استدلال اور مخالفین کے جواب میں [illegible] پیش کریں گے [illegible] اس کی [illegible] صحیح بخاری یا مسلم [illegible] اور موطا امام مالک کی [illegible] حوالہ [illegible]

اور مستدرک کی وہ احادیث عرض ہوں گی جن کو بالتصحیح امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں متفق ہونگے
ان کتب کے علاوہ ہم جو حدیثیں کسی اور کتاب سے نقل کریں گے وہ محض شواہد اور عطف کے درجہ میں ہونگی
اور ہمارا استدلال ان سے نہ ہوگا اور ایسی حدیثوں کو ایسا سمجھ لیجئے کہ جیسے

جیسے رخ روشن پہ مستزاد بندیا

(۴) چوتھی بات: کتاب ہذا کے چار باب ہوں گے پہلا باب قرآن کریم کے نصوص واضحات اور چند حدیثوں پر مشتمل ہوگا دوسرا باب صرف صحیح احادیث پر مشتمل ہوگا اور تیسرا باب حضرات صحابہ و اصحاب کثیر و منتخب علماء کے اقوال اور فتاویٰ پر حاوی ہوگا۔ چوتھا باب فریق مخالف کے پیش کردہ نقلی اور عقلی دلائل کے جوابات پر مشتمل ہوگا۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اور بغور ان ابواب کا مطالعہ کریں تاکہ آپ کو حق و باطل میں نمایاں فرق نظر آسکے اور پھر حق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو جائیے اور حق کے قبول کرنے سے کوئی چیز مانع اور رکاوٹ ثابت نہ ہو اور یہ کہتے ہوئے منزل مقصود کی طرف قدم اٹھائیے کہ ع

ہزار مرحلے آئے مگر کہیں نہ رکے
ہم آرزوئے نگار ان کے ساتھ ساتھ رہے

باب اوّل

ہم باب اوّل میں قرآن کریم کے چند وہ واقعات جو صرف اولوالعزم حضرت ابراہیم و لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق ہیں ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں۔ آپ ان واقعات کو اس سلسلے کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ سب مختصر ہی ہے مگر تشنہ طوالت۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ: قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر ہے کہ فرشتے بصورت انسان حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس مہمان ہو کر آئے۔ انہوں نے سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام کا جواب دیا اور دل میں کہا یہ تو اجنبی لوگ ہیں۔ نہیں بیٹھایا، بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لا کر آگے رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم دیکھنے لگے کہ یہ مہمان ہاتھ کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے جب کھانے کو ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم ڈر گئے مبادا دشمن ہوں۔ پھر حضرت ابراہیم نے کہا تم کون ہو جو ہمارے ہاں کھانا نہیں کھاتے؟

وہاں کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم خوف زدہ ہیں۔ انہوں نے کہا ڈریئے نہیں ہم تو خدا کے بھیجے ہوئے قوم لوط کے پاس ان کی تباہی اور بربادی کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ قرآن کریم کے اصل الفاظ اور ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا
سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ
حَنِیْذٍ ۔ فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ
نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا
تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ؕ

(پ ۱۲ - سورۃ ھود ع ۷)

اور البتہ پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے
پاس خوشخبری لے کر بولے سلام وہ بولا سلام ہے
پھر دیر نہ کی کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا پھر جب دیکھا ان
کے ہاتھ نہیں آتے کھانے تک تو کھٹکا اور دل میں ان سے ڈرا۔
وہ بولے مت ڈر ہم ہیں
بھیجے ہوئے قوم لوط کی طرف۔

اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو علم ہوتا کہ یہ تو فرشتے ہیں جیسا سات آسمان
سے نیچے اتر کر آئے ہیں اور فلاں بستی سے ہوتے ہوئے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم کو
معلوم ہوتا کہ یہ تو فرشتے ہیں تو گوشت کیوں پکایا؟ اور پھر بھونا ہوا گوشت ان کے سامنے کیوں لا رکھا جبکہ معلوم
ہے کہ فرشتے کھاتے پیتے نہیں۔ پھر جب انہوں نے ہاتھ نہ بڑھایا تو دل میں ڈر کیوں پیدا ہوا؟ جب حضرت
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر تھے تو ان کو پریشانی کیوں لاحق ہوئی؟ حالانکہ اس وقت حضرت لوط کے علاقہ سے
وہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ تو حاضر بھی تھے ناظر بھی۔ اس واقعہ سے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے اس کے ساتھ یہ بھی اس سے ثابت ہوا کہ آپ جمیع ماکان و ما یکون
کا علم بھی نہیں رکھتے تھے۔ دل چاہے تو بخاری شریف کی ایک حدیث بھی سن لیجئے جس کا خلاصہ یہ
ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے جب حضرت ابراہیم نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت ہاجرہ اور شیر خوار بچے حضرت
اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چٹیل اور بیابان جگہ یعنی مکہ مکرمہ میں چھوڑ دیا اور جب آپ کو بیٹے سے ملے
بہت دن گزر گئے تو محبت پدری نے جوش مارا اور مکہ مکرمہ کا قصد کرنے لگے۔ ان کی خداوندی حکم تو
حضرت سارہ سے رخصت ہوئے۔ مکہ مکرمہ کا راستہ لیا۔ اپنے مکان پر گئے حضرت اسماعیل نہیں
تھے وہ شکار کو گئے ہوئے تھے۔ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجرہ کے انتقال کی وجہ معلوم نہیں۔ بیوی کو
دیکھا پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے شکوہ کیا کہ ہم نہایت تنگی میں رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہو گیا کہ یہ صبر و شکر کرنے والی نہیں اس کا اور ان کی زندگی کا
ساتھ نباہنے کی عادت نہیں۔ یہ کہا اپنے شوہر کو سلام دینا۔ اپنے گھر کی دہلیز بدل دیں۔ جب وہ آئیں تو
بتا دینا۔ حضرت اسماعیل آئے بیوی نے سب بتایا۔ حضرت اسماعیل سمجھ گئے کہ وہ میرے والد محترم تھے اور ان کا پیغام
یہ ہے کہ اس کو طلاق دے دوں۔ باپ کا حکم تسلیم ضروری تھا اس کو طلاق دے دی۔ دوسری شادی کی۔ عرصہ گزر گیا
حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر تشریف لائے مگر اسماعیل پھر شکار کو گئے ہوئے تھے
بزرگ ایک مرتبہ پھر حضرت ابراہیم کی دنیا آکر ملاقات کئے بغیر واپس چلے
واپس چلے گئے۔ اور اس طرح کئی مرتبہ حضرت اسماعیل کے نام پیغام دے گئے۔ بعض الفاظ اصل ملاحظہ
کیجئے

جاء ابراهيم بعد ما تزوج اسماعيل
يطالع تركته فلم يجد اسماعيل فسأل
امرأته عنه فقالت خرج يبتغي
لنا ثم سألها عن عيشهم وهيئتهم الحديث
بخاری ج ۱ ص ۴۷۵

جب حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی ہو چکی تو حضرت ابراہیمؑ
متاع کی حالت دیکھنے آئے اسمٰعیل کو گھر پر نہ پایا
یعنی حضرت اسمٰعیلؑ نہ ملے تو ان کی بیوی سے پوچھا کہاں گیا
کہا ہمارے واسطے روزی کا انتظام کرنے گئے ہیں
پھر اس سے گزران اوقات کا سوال کیا اور ان کے عیش و
ہیئت سے متعلق پوچھا

آیا جواب ہے
آئے گئے تھے بہم ہیں ان کی ایک آرزو
وہ ہے وہیں سے سینکڑوں کے دل ٹوٹے

قارئین کرام یہ سوچیے ہو سکتا ہے کہ اگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہوتے تو ملک شام سے مکہ مکرمہ تک اتنی لمبی مسافت طے کر کے ان کو حالات دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو گھر بیٹھے ہوئے بھی دیکھ سکتے تھے پھر اس سفر کی زحمت ہی کیوں گوارا کی؟ اگر آپ حاضر و ناظر تھے تو اسمٰعیلؑ نہ مل سکے؟ وہ کہاں تھے پھر اسمٰعیلؑ کا کیا معنی؟

لطیفہ: اگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر تھے تو ملک بابل سے ہجرت کر کے شام کیوں گئے تھے؟ پھر شام سے بار بار اتنی لمبی مسافت طے کر کے اور نتیجہ حیات کی ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ کیوں تشریف لاتے رہے؟ کیونکہ جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہو گا اس کے لئے ایک جگہ کو چھوڑنا اور پھر دوسری جگہ جانا سمجھ سے بالاتر ہے اور کوئی بھی باشعور آدمی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا

جبکہ اس عقیدہ کے رو سے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت کرنا اور نقل و حرکت کرنا وغیرہ سب باطل ٹھہرتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک نیز معراج کا مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اسی طرح جنگ بدر، جنگ تبوک، حنین اور طائف وغیرہ کا سفر کرنا نیز حج اور عمرہ وغیرہ کرنا گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک اور مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے دوسری گلی تک اور ایک کوچے سے دوسرے کوچے تک آنا جانا بالکل باطل ٹھہرتا ہے کیونکہ جب

آپ مرتبہ حاسد حاضر تھے وطن مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے [illegible] اور جب آپ مرغوب حاضر تھے
تو وطن مکرمہ سے [illegible] چلے گئے بعد دیگرے سب آ کر آپ کے [illegible] ایک ہی [illegible] جگہ [illegible]
و بحالت [illegible] [illegible] ہجرت [illegible] عقیدہ کے بموجب تو آپ مہاجر ہو گئے
[illegible] آپ صاحب معراج ہو گئے [illegible] [illegible] آپ کے تمام معجزہ ہجرت [illegible] معراج اور
شق وغیرہ کے سب ہو گئے تھے سب کا [illegible] کیونکہ جب آپ مرتبہ حاضر تھے تو مکہ مکرمہ سے
ہجرت کرنے کے بعد بھی [illegible] ہجرت ہیں [illegible] [illegible] [illegible]
کیجئے [illegible] [illegible] مہاجر [illegible] کی حقیقت اور [illegible] [illegible]
کہ ایک طرف تو قرآن کریم اور صحیح حدیث کا انکار ہی جیلت ہے دوسری طرف آپ کی ہجرت معراج [illegible]
وغیرہ کا [illegible] انکار [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] چنیں کنند۔

نوٹ: مولوی محمد عمر صاحب کا [illegible] مقیاس حنفیت صفحہ ۲۲۳ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
عالم الغیب ہونے پر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] وکذلک نری
ابراہیم ملکوت السموات [illegible] سے استدلال کرنا مولوی محمد عمر صاحب ہی کا کام ہے [illegible] کے
نزدیک [illegible] [illegible] استدلال اور [illegible] [illegible] سے متعلق کوئی عرض
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بالکل بے کار [illegible] باشد
کہ جناب [illegible] علم الغیب پر [illegible] کی کتاب [illegible] الریب ملاحظہ فرمائیں [illegible]

حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ: قرآن کریم میں [illegible] کا ذکر [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ چند فرشتے حضرت جبرائیلؑ حضرت میکائیلؑ
اور حضرت اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے [illegible] [illegible] علیہم
والسلام [illegible] خوبصورت لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان بن کر آئے قوم لوط
اور بدکاری میں مشہور تھی قوم نے [illegible] [illegible] [illegible] حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قوم کو [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قوم کو [illegible] مہمان [illegible] [illegible]

بچاؤ، مجھے مہمانوں کے بارے میں تنگ مت کرو۔ مگر قوم بھی کہاں باز آنے والی تھی ان پر بے حیائی کا بھوت سوار تھا۔ پھر حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معقول راستہ بھی بتایا مگر قوم کی ضد بدستور رہی۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جیسی بیٹیاں نکاح کیلئے پیش کیں (جیسا کہ تفسیر ۲۲ میں ہے) یا قوم کی لڑکیوں کو پیار اور شفقت سے بیٹیاں کہا اور ویسے بھی پیغمبر قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے اور فرمایا کہ ان سے نکاح کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ مگر قوم نے کہا ہمیں لڑکیوں سے کیا تعلق؟ آپ ہمارا مقصد اور ارادہ تو جانتے ہی ہیں۔ جب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تو حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کاش آج میرے پاس قوت اور طاقت ہوتی تو تمہیں بتا دیتا کہ مہمانوں کی خاطر داری کس طرح کی جاتی ہے۔ فرشتے یہ سب کچھ سنتے رہے مگر ٹس سے مس نہیں ہوئے جب حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے بسی کی انتہا ہو گئی تو فرشتے کہنے لگے۔ آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هَٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ۔

اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس تو وہ غمگین ہوا ان کے آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بولا آج کا دن بڑا سخت دن ہے۔

چند آیات کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَن يَصِلُوا إِلَيْكَ

(پ ۱۲ - سورۃ ھود رکوع ۷)

فرشتے بولے اے لوط ہم تو بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک (یعنی آپ کو جو اپنے مہمانوں کی بے عزتی کا ڈر اور خوف ہے وہ دل سے نکال دیجئے ہم تو فرشتے ہیں)

قارئین کرام! تو یہ ہوئے وہی فرشتے جن کو ادھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت اسحاق کی خوشخبری سنانی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی کہنا تھا کہ ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ اس کا خاتمہ کر دیں۔ اگر حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ یہ وہی فرشتے ہیں جو آسمان سے میرے پاس نازل ہوئے ہیں اور یہ وہی تو ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹے کی خوشخبری سنانے کے بعد یہ کہا

تھا کہ یہ فرشتے ہیں اور قوم لوط کی گت بنانے جاتے ہیں مگر حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام کی پریشانی اسی پر ہی بیٹیوں کی قربانی اور بعد ازاں وقت کے تقاضوں کیلئے افسوس کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے ہر ایک حق پرست کی پیشانی آسمان کے ساتھ ہو سکتی ہے گرفتاری اور وحشت دھرم کیلئے شرم بھی جیسا کہ ہیں یہ چیزیں بھی ہر نبوں جیسے ہی وہ وقت ہے جبکہ حضرت لوط اپنی قوم پر اتمام حجت کر چکے ہیں اور اپنی پیغمبرانہ ڈیوٹی ادا کر چکے ہیں جو کی نجات اور کافروں کی تباہی کا وقت سر پر کھڑا ہے اور گویا یوں کہہ رہے کر ے

غنیمت جان لو مل بیٹھے کو — جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

اس واقعہ سے اتنا ضرور ثابت ہو گیا کہ حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام کو جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود ما کان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا۔ ورنہ وہ نہ پریشان نہ ہوتے مگر انکی یہ پریشانی اور دلگیری آپکے سامنے ہی تو ہے۔

حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ قرآن کریم میں ان سے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی جدائی اور فراق کا قصہ مسلسل موجود ہے اور اس کو قرآن کریم نے احسن القصص یعنی بہترین قصہ بیان کیا ہے۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت یوسف نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند ان کے سامنے سر بسجود ہیں۔ آپ کا خواب تھا اپنے اندر حقیقت رکھتا تھا حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب کا یہ مطلب سمجھ لیا اور حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کو منع کر دیا کہ یہ خواب بھائیوں سے بیان نہ کرنا مبادا وہ سمجھ جائیں کیونکہ انسان میں اللہ تعالیٰ نے قدرت کا مادہ رکھا ہے کسی طرح سے اس خواب کا علم بھائیوں کو بھی ہو گیا وہ عالم اور نبوت کے چشم و چراغ تھے سمجھ گئے کہ اس خواب میں کیا کیا رموز ہیں۔ ستاروں اور سورج کا مصداق بھی خود ہی سمجھ گئے مشورہ ہوا کہ یوسف کو قتل کر دو تاکہ تمہارے اوپر فوقیت اور مرتبہ کا امکان ہی باقی نہ رہے حرص تھی کہ جب معاملہ طے پا گیا ایک ہی کو کسی گناہ کا مرتکب پائیں گے اور تب ہی بخشش مشاورت و مشغلے کے بعد یہ سب والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی کہ ہم کل سیر و سیاحت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جب جاتے ہیں یوسف کو بھی ساتھ کر دو بھیج دیجئے تاکہ وہ بھی شغل سے دیکھ آئے۔ حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تجھ کو ہمارے ملک میں کثرت بھیڑیئے ہیں مجھے یہیں ہمہ

اور بعد کو کچھ دن گذرنے پر حضرت یوسف کی جانب بیٹوں سے دل میں جو تمام عمر ہمارے ساتھ گذری جس سے
معاملہ ہوتے اگر یہ نہ تھی تو تم تو اس دنیا میں رہنے کے قابل ہی نہیں باپ سے اجازت لے کر
یوسف کو ان کے ساتھ کر دیا وہ اس کو لے گئے اور ایک کنویں میں ڈال دیا جب گھر واپس آئے تو
بولے یوسف ہم سے بڑے بھائیوں سے جدا ہو گیا بھیڑیا کھا گیا اور وہ نہیں دیکھا۔ مگر یہی کہا ہو
مجھے تم سے یہ نہیں امید تھی وہ یوسف کا بچپن تھا تم نے کیا کیا وہ عقلمند بھی باپ سے اور
کی نہیں بلکہ پیغمبر خدا بھی ہے ۔ کے دیکھ کر جب وہ جب جاؤ گے اور وہ مجھے دیکھے گا تو
کیا گذرے گی ۔ اگر چہ بھائی بڑے سنگدل تھے مگر دل ذرا ہوتے تھے ان کو ... اور وہ حضرت
کا نہیں رہنے دیں گے باپ کے پاس ۔ شکوہ سے بہت کی زبان ہم سب بعد کو بے
بھائی یوسف کو بے چھوڑ دیں اور سامان کے پاس چھوڑ آئے تھے کہ حکم کیا ہم سے کیا کہیں
تو ان کو وہ ۔ یہ سب باتیں بات سچی کی ہے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت دیکھئے اور یوسف کی کسمپرسی ملاحظہ کیجئے نئی عمر گہرا کنواں اندھیرا
اور تاریکی وحشت ہر طرف سے گھیرے ہوئے ، وحشت ہر طرف سے مسلط ہوئی یعقوب کی حالت
دیکھو اس وقت غریب یوسف کا کیا حال ہوگا قرآن کریم کے بعض الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہوتا ہے

ارسلہ معنا غدا یرتع ویلعب وانا لہ	بھیج یوسف کو ہمارے ساتھ کل خوب کھائے اور کھیلے اور
لحافظون قال انی لیحزننی ان تذھبوا بہ	ہم تو اس کے نگہبان ہیں ۔ کہا مجھ کو غم ہوتا
واخاف ان یاکلہ الذئب وانتم عنہ غافلون	ہے اس سے کہ تم اس کو لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ کھا جائے
قالوا لئن اکلہ الذئب ونحن عصبۃ	اس کو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر رہو بولے اگر کھا گیا
انا اذا لخاسرون (یوسف رکوع ۲)	اس کو بھیڑیا اور ہم ایک جماعت ہیں تو ہم نے سب کچھ کھویا

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں سے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں
کہ وہ نبی تھے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس پر مستقل رسالہ لکھا ہے اور قرآن کریم میں جو اسباط کا ذکر آیا ہے
ان سے بظاہر ان کی نبوت معلوم ہوتی ہے اور وہ ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود کی حدیث کو

(دیکھئے ج ۲ صفحہ ۵۷۲) جس کی صحت
اگرچہ موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے جسکو امام حاکمؒ مستدرک میں روایت کرتے ہیں
پر امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں متفق ہیں۔ اگر آپ تسلیم کرلیں تو دوسرے گروہ کی تائید ہوجاتی ہے بعضوں کی حدیث کا
یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کے گھر سے نکل کر جو کنعان سے مصر گئے تھے ان کی تعداد تین سو نوے تھی جس میں بچے
بوڑھے مرد و عورتیں شامل تھیں مع سامان و اسباب و مویشی و غیرہ ... یہ سب ہی اولاد تھیں سب ہی
تھیں۔ ان میں حضرت یوسفؑ کے سب برادر بھی تھے۔ الغرض ان کے ماننے والے بھی ہیں تو کسی کو کسی طرح کا کوئی کلام
نہیں ہے صرف ان کی نبوت میں اختلاف ہے اب پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اگر حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام
حاضر و ناظر ہوتے تو جب ان کے صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب تھوڑے جنگل کا مشورہ
کیا تھا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ قصہ معلوم ہو جانا چاہیئے تھا اور جب بھائی کنوئیں میں حضرت
یوسف علیہ السلام کو ڈال رہے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام جا کر ان کو نکال لاتے۔ کیونکہ ان کے سامنے
ہی تو وہ کنوئیں میں ڈالے گئے تھے جب حاضر و ناظر تھے تو انکو یہ سب ماجرا معلوم ہونا چاہیئے تھا اور اس لئے
سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر کے ان بیٹوں کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ ہمارے باپ جو خدا کے نبی ہیں حاضر و ناظر
ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا تو اس قسم کی سازش وہ ہرگز نہ کرتے کیونکہ انکو معلوم ہوتا کہ ہمارے باپ سے
ہمارا کوئی عمل غائب اور پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ وہ تو ہر وقت حاضر و ناظر ہیں اور ادھر حضرت یعقوبؑ
ہیں جو تقریباً چالیس برس تک پریشان رہے۔ (دیکھئے مستدرک ج ۲ صفحہ ۵۷۲)
آہ! حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر غم و الم کا پہاڑ ہو گا اور کسی طرح نہ ٹوٹے۔ آہ نہ معلوم خدا سے فریاد
یوسفؑ کی سلامتی کی دعا حسین بیٹے کی صورت زیبا کا تصور، جدائی کا حیاں، خوف کا احساس، موت
وحیات کا خدشہ ایک دل اور وہ بھی غمزدہ اور ہزاروں آفتیں اور دردناک کیفیتیں ع
وائے بر صید کہ یکباستد و صیاد ست چند
حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر وقت یہی خیال ہے کہ کہاں ہے یوسفؑ آنکھوں کا نور
دل کا سرور، نور نظر لخت جگر، دل کا چین — کہاں ہے میرا حسین، کہاں ہے میرا صبر و قرار — کہاں ہیں میرے
ہوش و حواس اور یوسفؑ احسین و جمیل یوسفؑ تو کہاں ہے؟ کہاں جاؤں، تجھے کہاں سے پاؤں

ہو رہے تھے اس وقت بھی بتا رہے ہیں۔ اب تو حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے مقصد میں کیا چھوڑ دو دن کے بعد مصر کی جانب سفر کرتے ہوئے دیکھا۔ اپنے بیٹوں کا قافلہ وہ بچپن ہی میں تو حسن کے ساتھ یوسف علیہ السلام ساتھ تھے یہاں وہ کچھ سمجھ کر وہ قصے کے بارے میں کہتے ہیں۔ چاند کا سا خوبصورت چہرہ جو ہو سکی خوبصورت کی رہ سکی تھیں۔ بہت سے دن حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پوتا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پڑپوتا اور نبوت کے اسرار پر کھلے ہوئے تھے مگر یہ بات ہی نہیں ملی۔ اور ایک خاندان نبوت کا تھا مگر حضرت یعقوب بے خبر ہیں معلوم نہیں کہ یوسف کہاں ہے۔ حاضر ہو کر یوسف کو دیکھتے ہیں۔ جب بچے کو کنویں سے نکال لائے تو قصے میں لکھے مصر سے آتے۔ مگر اب یوسف کو بہت ہی دور تو دیکھ قدرت کا کرشمہ دیکھو جو مصر میں یوسف اور بادشاہ رفتہ رفتہ بھائیوں سے ملاقات ہوئی۔ معاملہ کھلا حقیقت کھل گئی۔ باپ بیٹے کی محبت میں جو بیان کیا ہے۔ قافلے کے ساتھ قمیص مصر سے روانہ ہوا کہ جس باپ کے منہ پر ڈالا گیا تو آنکھیں درست ہو گئیں۔ مگر وہاں دیکھنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گھر والوں سے کہہ دیا کہ میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ کہو۔ یہ وہ بات ہے جس پر شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

یکی پرسید ازان گم کردہ فرزند
کہ ای روشن گہر پیر خردمند
ز مصرش بوی پیراہن شنیدی
چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہان است
دمی پیدا و دیگر دم نہان است
گہی بر طارم اعلیٰ نشینیم
گہی بر پشت پای خود نبینیم

اس واقعہ سے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمع ہونے کے بعد اس کے حالات معلوم ہونے کی بھی صاف معنی ہو گئی۔

نوٹ: خواب کی تعبیر پر نظر ثانی تو پہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت یوسف کی زندگی کا علم اور امید تھی۔ وَأَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ جیسا کہ اسی طرف اشارہ ہے مگر تفصیل کے ساتھ کچھ علم نہیں تھا۔

[illegible] تو تعبیر بالکل عجیب [illegible]

کہ یوسف [illegible] اور [illegible]

سال قحط میں [illegible] خوب دیکھی [illegible] جب [illegible] مصر [illegible] فرمایا

تھا لیکن [illegible] پوری [illegible] مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کا استدلال [illegible]

ہے [illegible] حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب پر جو استدلال کیا ہے

[illegible] المغیب میں دیکھئے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ قرآن کریم میں

[illegible] کا واقعہ صاف طور پر مذکور ہے

لیکن اس روایت کی [illegible] کی طرف [illegible] حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بخاری [illegible] مذکور ہے ملاحظہ فرمائیے

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کے ایک [illegible] فرمایا

[illegible] کسی نے سوال کیا کہ کوئی آپ سے بڑا عالم بھی موجود ہے؟

حضرت موسیٰ [illegible] حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نبی [illegible] بڑا عالم اس وقت کون ہو سکتا ہے لیکن بارگاہ خداوندی

میں [illegible] حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر یوں فرما دیتے کہ

اللہ تعالیٰ ہی [illegible] مگر قدرت کو یہ امر ہی منظور تھا

[illegible] ایک بندہ [illegible] بعض تکوینی امور [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] حضرت

[illegible] ملاقات نصیب ہوگی [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] حضرت یوشع [illegible]

[illegible] مقصود تک پہنچے حضرت

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پتھر کے [illegible]

نکلی میں جو پڑی اور عجیب و غریب طریقے سے پانی میں سرنگ نکالتی ہوئی نظر سے غائب ہو گئی حضرت موسیٰ
تھے دوسری طرف ان کے خادم رفیق کو مچھلی والا قصہ ہی یاد نہ رہا جب کچھ مسافت طے کی اور آگے نکل گئے تو حضرت موسیٰ
علیہ السلام کو تھکان اور بھوک نے ستایا فرمانے لگے لاؤ بھئی ناشتہ جب رفیق نے پچھلا ناشتہ لانا
چاہا تو مچھلی والا قصہ یاد آیا عاجزی اور معذرت سے وہ قصہ سنایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جہاں مچھلی
غائب ہو گئی تھی وہی جگہ تو ہماری منزل مقصود تھی اپنے پاؤں کے نشانات تلاش کرتے کرتے اسی مقام پر
پہنچے کیونکہ زمین ریت ہے دیکھا کہ ایک بندہ خدا چادر اوڑھ کر آرام کر رہا ہے۔ اس کے پاس گئے اور سلام کیا وہ
بولا اس زمین پر سلام کہنے والا کون ہے؟ جواب دیا کہ میں موسیٰ ہوں اس بندہ خدا نے کہا کیا وہ موسیٰ جو بنی اسرائیل
کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ہے؟ فرمایا جی ہاں وہی موسیٰ تو آپ یہاں کیوں آئے؟ جواب دیا سیکھنے کے لئے
کہ جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے مجھے بھی سکھا دیں۔ خضر علیہ السلام نے بڑی کڑی شرطیں لگائیں۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلیم
کرنا پڑیں۔ بہت سی باتیں ہوئیں کشتی پر دونوں سوار ہوئے ایک چڑیا آئی اور دریا سے پانی کا قطرہ اٹھایا حضرت
خضر علیہ السلام نے استاد کی حیثیت سے فرمایا اے موسیٰ! وہ بولے جی ہاں فرمایا مخلوق کے علم کی نسبت خالق
کے علم کی طرف ایسی ہی سمجھو جیسے اس چڑیا کی چونچ کا پانی اور سمندر کا پانی ایک قطرہ اور یہ جو نسبت ہے یہ بھی محض
سمجھانے کے لئے فرمایا ورنہ متناہی اور غیر متناہی میں کیا نسبت؟ محدود اور غیر محدود کا کیا مقابلہ! پھر ارشاد ہوا

یا موسیٰ إنی علیٰ علم من علم اللّٰہ علمنیہ
لا تعلمہ أنت وأنت علیٰ علم من علم اللّٰہ
علمک اللّٰہ لا أعلمہ (بخاری شریف جلد ۲)

اے موسیٰ مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے
جس کو تو نہیں جانتا اور تجھے اللہ تعالیٰ نے وہ
علم عطا کیا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

قرآن کریم میں یوں ارشاد ہے:

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا
مِنْ سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ۔ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ
أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ
وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ

پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لا ہمارا کھانا ہم
نے پائی اپنے اس سفر میں تکلیف۔ بولا وہ دیکھا تو نے جب ہم
نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا مچھلی اور یہ
مجھ کو بھلا دیا شیطان ہی نے کہ اس کا ذکر کروں۔ اور اس نے

سفینہ [illegible] العمر [illegible] ماکان ہے [illegible] جواب [illegible] تو ہے حکم
فاسئلک [illegible] شیئا [illegible] ذکرا [illegible] پہلے [illegible] کے [illegible] ہونے
اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ [illegible] علیہ السلام [illegible] سے [illegible] تھے [illegible]
تھا کہ [illegible] علیہ السلام [illegible] طلب
کی [illegible] تعلیم [illegible] بعد [illegible] حضرت [illegible] کی [illegible] معلوم ہے
آگے کل [illegible] موجود رہے ہوئے اور سب کچھ دیکھتے ہوئے
بھی [illegible] معلوم ہے آگے کل [illegible] واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت خضر علیہ
السلام بھی حاضر و ناظر [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام کو [illegible] مجموعہ [illegible] ایک
[illegible] آگے [illegible] اور [illegible] کے [illegible]
بیٹے [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام [illegible] ہو [illegible] سے آگئے اور [illegible] اور پھر
[illegible] رسول حضرت [illegible] اس واقعہ جس طرح
حضرت موسیٰ [illegible] حضرت خضر علیہا السلام کے حاضر و ناظر اور جمیع ماکان اور مایکون کے عالم ہونے
کی صاف طور پر نفی ثابت ہے [illegible] حضرت خضر علیہ السلام کے [illegible] کی [illegible]
[illegible] ان کے [illegible] مقیاس حنفیت [illegible]
جہالت [illegible] قرآن [illegible] حضرت خضر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

[illegible] کا [illegible] کیا [illegible]

[illegible] سے بالکل [illegible] ہے

[illegible] حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible] عقیدہ کا [illegible] علم ہو
جاتا ہے [illegible] عقیدہ [illegible] حاضر و ناظر [illegible] ماکان اور مایکون کے عالم ہونے [illegible]
[illegible] حضرت [illegible] آپ کو کسی [illegible] ہے؟ اس
[illegible] کی ضرورت ہے؟ اسی ایک ہی واقعہ سے سب [illegible] ہو سکتے ہیں

کہ جو دوسرے مجلس میں عدالت میں شریک تھے [illegible] اسی کے پاس بیت المقدس [illegible] کی

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بھی اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں، حیوانوں، پرندوں اور جنات وغیرہ مختلف مخلوق پر حکومت و سلطنت کرنے کا حق عطا فرمایا تھا اور پرندوں کے مختلف محکمے تھے وہ آپکی بارگاہ میں حاضری دیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو ہدہد غیر حاضر ہوا۔ فرمانے لگے کیا وجہ ہے کہ مجھے نظر نہیں آتا [illegible] غائب ہے [illegible] اگر ہدہد کی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ ہوئی تو میں اسکو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا [illegible] ہدہد [illegible] ہی کر دوں۔ تھوڑی ہی دیر گذری کہ ہدہد آ گیا اور اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی کہ میں ملک سبا کو چلا گیا تھا۔ وہاں سے ایک سچی خبر اور دلکش حالات اور معلومات دریافت کر کے لایا ہوں کہ آپ کو بھی معلوم نہیں۔ ہدہد نے پوچھنے کے بغیر گستاخی اور بے ادب [illegible] یہ کہا کہ مجھے ملک سبا کا حال معلوم ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو خدا کے پیغمبر حضرت داؤد کے لڑکے تاج و تخت کے مالک، [illegible] پر حکومت کرنے والے [illegible] معلوم نہیں ہے [illegible] تو نے [illegible] حضرت سلیمانؑ کی [illegible] اور [illegible] کا خیال نہ رکھا [illegible] کے علم کو [illegible] گستاخ اور بے ادب ہو گیا [illegible] قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ کیجئے:-

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ
أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ لَأُعَذِّبَنَّهُ
عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي
بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ
بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ

پ ۱۹ سورہ نمل رکوع ۲

اور حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو کہا کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے۔ میں اس کو سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس کوئی معقول وجہ پیش کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہدہد نے آ کر کہا میں ایسی چیز کی خبر لایا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں آپ کے پاس ملک سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔

ہدہد نے یہ سب کچھ کہہ دیا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یقینی علم نہیں [illegible] فرماتے ہیں کہ

معلوم تو پہنچ گیا ہے یا خوشبو میں یہ خود سے جا اور سبا والوں سے اسکا جواب ملا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہد ہد گیا اور جواب دیا اور بالآخر ملک سبا والوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے جھکنا ہی پڑا۔ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ملک سبا کا ضرور علم ہوتا کیونکہ حاضر و ناظر کی نگاہ سے کیا چیز مخفی رہ سکتی ہے؟ اور ہد ہد کے کہنے پر کیوں یقین نہ آیا، اور جب ہد ہد غائب تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اتنے پریشان کیوں ہوئے کہ کیا وجہ ہے کہ ہد ہد یہاں موجود نہیں ہے مجھے نظر نہیں آتا۔ اگر حاضر و ناظر ہوتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ ہد ہد فلاں جگہ موجود ہے ابھی آجائے گا۔ اور پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو یہ کیوں فرماتے:-

مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ — کیا وجہ ہے کہ مجھے ہد ہد نظر نہیں آتا۔

کیا حاضر و ناظر کی نظروں سے بھی کوئی چیز اوجھل اور غائب ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ حاضر و ناظر ہوتے تو حاضر کی کیوں تلاش کرتے تھے۔ اس واقعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ما کان وما یکون کے علم کی بھی نفی ہو گئی۔ قارئین کرام! ان واقعات میں سے ایک ایک واقعہ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ مگر کب بعید ہے کہ محققین یہ ارشاد فرمائیں کہ شاید

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

مولوی محمد عمر صاحب اسکا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے بھی تم نے سلیمان علیہ السلام کے عدم علم کی دلیل اخذ کی ہے مولانا صاحب یہ دلیل اخذ کرنا کمزوری ہے کیونکہ آپ کا ناواقف ہونا تب ثابت ہوتا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے تو جب آپ نے اس پرندے کو جو مجلس سے غیر حاضر تھا سبھی کو فرمایا کہ میں کیا مجلس میں دیکھتا نہیں ہوں کیا بات ہے۔ کیونکہ اگر غیر حاضر کو بلانا سبب ہے علم پر ہی موقوف ص۱۴۲ بلکہ ہو سکتا ہے عدالت کے حساب تھا کیونکہ دوسرے وقتوں میں گئی اور یہ غیر حاضر ہونے کا الجواب [illegible]

مولوی محمد عمر صاحب کے جواب سے حضرت سلیمان علیہ السلام دل میں خوش ہوئے ہوں گے اور لگے جو [illegible] سمجھتے ہوں گے کہ مولوی صاحب نے کمال کر دیا (حالانکہ ٹانگ ہی توڑ دی) مولوی صاحب سوچتے ہیں اگر فرماتے کہ [illegible] کہہ دیا ہے کہ آپ کا ناواقف ہونا تب ثابت ہوتا کہ آپ حاضر

غائب فرمانے ... میں وہ تعریف ناقص صرف اس بات پر ہی موقوف ہے کہ آپ حاضر کو غائب رکھے کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان الفاظ سے اس واقعہ کا واقعی ثابت نہیں ہوتی کہ:

مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۔ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غائب ہوگیا ہے

کیا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر اور تاج و تخت کے مالک اور خلیفہ ارضی ابن حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے نے جانتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ (نعوذ باللہ تعالیٰ) عالم ہوکر اور حاضر و ناظر ہوکر نہ دیکھنا چہ معنی دارد؟ باقی تمام ہی مقدم مقدم پیچیدہ ہے اس سے بحث نہیں ہے۔ بحث صرف اس سے ہے کہ خدا کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو جانتے اور دیکھتے ہوئے یہ کیوں فرمایا مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ کہ سامنے ہوتے ہوئے وہ مجھے نظر نہیں آتا وہ حقیقتاً غائب ہے۔ عالم کل اور حاضر و ناظر سے کیا چیز غائب ہوتی ہے؟

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں کہ اسی طرح ہدہد کا قول قرآن نے نقل کیا کہ اس نے کہا کہ میں وہ چیز دیکھ کر آیا ہوں جس کی آپ کو خبر نہیں۔ قرآن نے نہیں فرمایا کہ واقعی ان کو خبر نہ تھی۔ ہدہد سمجھا کہ شاید اسکی خبر حضرت کو نہ ہوگی یہ کہہ دیا۔ لہٰذا اس سے سند نہیں پکڑی جاسکتی (بلفظہ جاء الحق)، مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر واقعی حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم ہوتا تو وہ ہدہد کو یہ نہ فرماتے کہ:

قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اب ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہے

کیا خدا کے نبی سب علم رکھتے ہوئے اور ہدہد کا بیان سنتے ہوئے یہ فرماتے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تو سچ بولتا ہے یا جھوٹ۔ میرا یہ خط لے جا اور اس کا جواب لے آ۔ اور مفتی صاحب ہی دراصل فرمائیں کہ کیا یہ قرآن کریم کی آیت ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب ایک وقت آنے والا ہے جس میں خداتعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی، رتی رتی کا حساب ہوگا اور دنیا کی تمام عداوتیں اور جھوٹے دعوے سب

ذ موتی ہو جائیں گے اور لب پہ چھپ کو کر سے

خورد بین تو صبح سے سلم ہو گے — بہت ادو با حکمت چیزیں سا

مگر آپ کو حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق بھی کوئی خوبصورت واقعہ یاد ہو تو وہ بھی سن لیجئے۔
بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو بیبیاں تھیں۔
ایک عمر رسیدہ اور سال خوردہ اور دوسری نوعمر اور جوان سال۔ دونوں کے ہاں لڑکے تھے اور وہ دونوں
جنگل میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ بھیڑیا آیا اور ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا جو لڑکا باقی رہ گیا تھا اس پر
دونوں کا جھگڑا اور اختلاف ہوا۔ چھوٹی بی بی نے کہا کہ یہ بچہ میرا ہے جس کو بھیڑیا لے گیا ہے وہ تیرا تھا
بڑی نے کہا نہیں یہ بچہ تو میرا ہے، تیرے بچے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا ہے۔ دونوں اپنا جھگڑا حضرت
داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں۔ بڑی چونکہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار تھی اس نے واقعہ بیان کرنے میں
ایسا طریقہ اور ڈھنگ اختیار کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بات کو سچ سمجھ لیا اور بچہ اس کو
دلا دیا۔ واقعہ درحقیقت میں وہ بچہ چھوٹی کا تھا۔ جب دربار داؤدی سے فیصلہ صادر ہو چکا۔ تو
چھوٹی کے دل کی کیفیت کا اندازہ وہی لوگ بخوبی کر سکتے ہیں جن کو ماں بننے اور اولاد کے فراق سے
گزرنا پڑا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ اس بیچاری کے کتنے آنسو بھی نکل آئے ہوں۔ جب اس کی بے چینی اور اضطراب کا
حال حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملاحظہ کیا تو وہ سمجھ گئے کہ معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ اپنے والد محترم سے
اجازت طلب کی کہ اگر ارشاد ہو تو میں ان کا اس سے بہتر فیصلہ کر دوں۔ جواب ملا ضرور تمہیں
حق ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ چھری لاؤ۔ حکم تھا چھری لائی گئی۔ وہ دونوں بیبیوں
سے فرمانے لگے چاہتا ہوں اس بچے کو دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا تم دونوں کے حوالے کر دیتا ہوں۔ جب
ان بیبیوں کو یقین ہو گیا کہ واقعی حضرت سلیمان علیہ السلام ایسا کر گزریں گے تو بڑی بی بی خاموش ہو گئی
ممکن ہے یہ کہتی ہو کہ چلو شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی۔ لیکن چھوٹی وہ کب گوارا کرتی کہ
اس کا جگر گوشہ میرے سامنے دو ٹکڑے کر دیا جائے۔ وہ بولی! حضرت آپ یہ بچہ اس بڑی بی کو
دے دیں۔ کبھی کبھی تو دیکھ ہی لیا کروں گی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس عمدہ طریق اور حکمت

عمل سے معلوم ہوا کہ صاف ہونا درحقیقت عمل تھا اور بچہ چھپکلی بن کر جو طرح سے مل نوش دار ہے، پھر عمل ہوا
اس بیچاری کو کھویا ہو خود اس عمل گیا درخت وال و درخت واپس لائی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر حضرت
داؤد علیہ السلام حاضر و ناظر اور صاحب علم و ماسوا کے عالم ہوتے تو ان کو ضرور معلوم ہوتا کہ یہ بچہ چھپکلی کا
پیدا ہوا ہے جیسے کہ سامنے دیتی حاضری دی جا رہی ہے واپس کر اس کی ماں سے دردِ زہ کی تکلیف
برداشت کرتے ہوئے جب ہے اور یہ سب دیکھے دیتے پھر پتہ تو بڑی بات ہے کہ بچہ کو خاک سے بیٹا
یہ بچہ تو چھپکلی کا ہے۔ پس معلوم ہوا حضرت داؤد علیہ السلام نے حاضر و ناظر ہوتے ہوئے حق تلفی کا فیصلہ
کیوں صادر فرمایا۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام بھی حاضر و ناظر ہوتے تو
انہوں نے حکمت عملی کی زحمت کیوں فرمائی اور نہیں کہا کہ چھپکلی لڑکیوں کا بچہ ذرا دو بچہ تو فرمایا
کر دینا کیا ہے بس سکتی ہے کہ فریق مخالف کچھ ہی شہادت دے کر

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
حسد سے جناب شیخ مقدس مآب ہیں

یہ تو قرآن کریم و صحیح حدیث کے ارشادات تھے اور یہ بھی صرف حضرت نبی اطہر
علیہم الصلوۃ والسلام سے متعلق۔ اب ذرا فریق مخالف کی خوش گمانیاں بھی ملاحظہ ہوں اور دیگر
کسان کو جنہ کان دین سے کتنی عقیدت اور کیسی نسبت ہے فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت اور بقول کے مجدد
مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی مشہور کتاب ملفوظات حصہ دوم ص ۳۴ میں رقمطراز ہیں۔
"حضرت سیدی احمد سجلماسی کے دو بیبیاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات
ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہمبستری کی یہ نہیں چاہئے۔ عرض کی حضور وہ اسوقت سوتی
تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی۔ سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کی حضور کو کس طرح علم ہوا؟ فرمایا جہاں
وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا؟ عرض کیا، ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا تو
کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔"

بعض بزرگان دین کو کشف اور الہام سے کسی واقعہ کا علم ہو جاتا ہے تو حدود شرعیہ کے تحت ہے جس
کا انکار کرنا باطل ہے مگر یہیں تو خان صاحب کی اس تعریف اور خط کشیدہ الفاظ سے

کہ جس وقت شیخ مرید سے ہم بستری ہو رہی ہو تو مرید با قاعدہ ان مناظر کو
اس سے حظ لذت کرو دیکھئے۔

حضرت جی یہ تو جو کچھ کرتے ہیں تم ہم نے کیا دیکھا ہے تم علیحدہ مجود میں دیکھ کر ان بیویوں کے تم غیب اور عورتوں کی شرمگاہیں مرد کی ہمبستری کے وقت بھی ان کے پیر و مرشد حاضر و ناظر ہوتے ہیں وہ سب واقعہ تم خود دیکھتے رہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ جو فرشتے ہیں (کراماً کاتبین وغیرہ) وہ دو حالتوں میں تم سے الگ ہو جاتے ہیں (۱) جب تم قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے ہو اور (۲) جب تم ہمبستری کیا کرتے ہو۔ (ترمذی ج۲ ص [illegible] و مشکوٰۃ ص۲۶۱) اور علامہ عزیزی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (سراج منیر ج۲ ص [illegible]) قارئین کرام آپ نے ملاحظہ کیا کہ ایسی حالت میں تو فرشتے بھی الگ ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے عمل اور اقوال کی حفاظت کرتے اور لکھتے ہیں اور ترمذی کے [illegible] اور جدا ہو جاتے ہیں مگر فریق مخالف کے نزدیک بزرگان دین کی یہ قدر و تعظیم ہے کہ وہ اس حالت میں بھی حاضر ناظر ہیں [illegible] کی بات بیچ بیچ میں چھوڑتے اور گویا یوں کہتے ہیں کہ ان معاملات میں تیری [illegible] بریلوی حضرت کے مشہور مولوی غلام محمود صاحب پپلانوی نے اپنی کتاب [illegible] ص [illegible] میں معروف صوفی عبدالوہاب شعرانی کی کتاب [illegible] سے بحوالہ [illegible] ولی کے کمال کی یہ شرط لکھی ہے (و من شرطہ [illegible] حتی [illegible] الانثی) [illegible] جانتا ہے جو [illegible] قرار پاتا ہے [illegible] فیضل [illegible] ولا یصح الکمال [illegible] کے علم سے [illegible] اور صحیح [illegible] کے حرام ہونے کی [illegible] اور قطعی مردود ہے۔ مقصد یہ

لا تسعر نطفة في فرج انثى الا بنظر ذالك الرجل الكامل اليها
کسی عورت کی شرمگاہ میں کوئی نطفہ قرار نہیں پکڑتا مگر
اس کامل مرد اس کو دیکھتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اونچی شان اور بڑے رتبہ کے نبی تھے عرصہ دراز تک اللہ تعالیٰ سے بیٹا مانگتے رہے لیکن اُن کی عمر اور بیوی کی عمر [illegible] خدا کی مشیت اور

اصلاح کا ذریعہ ہے مگر مالک الملک کی شان بے نیاز ہے کافی عرصہ تک اُن کی یہ تمنا اور آرزو پوری نہ ہوئی حتیٰ کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہڈیاں کمزور، بدن ضعیف، قویٰ مضمحل، بال سفید اور کمر جھک گئی۔ ایک روز نماز پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ آتا ہے اور یہ پیغام دیتا ہے کہ آپ کو لڑکے کی خوشخبری ہو، اس کا نام اور بڑا پیارا نام ہوگا یحییٰ۔ اور یہ نام پہلے کسی کا تجویز نہیں ہوا۔ فرمایا میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ میں بڑھاپا اور جسمانی ضعف میں ہوں اور میری بیوی بوڑھی اور بانجھ ہے۔ جواب ملا کسی غیر معتاد طریقہ پر حق تعالیٰ آپ کو اولاد عنایت فرمائے گا۔ جو آپ کو بھی اس قادر مطلق نے پردۂ عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ فرما کیا ہے پھر یہ تعجب اور حیرت کا کون مقام ہے۔ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرطِ مسرت اور بے پناہ شوق سے لبریز ہو کر التجا اور استدعا کی۔

قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً ۚ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝

(سورہ مریم ۔ پ ۱٦ رکوع ۱)

کہا اے میرے رب مقرر کر میرے لئے نشانی (کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ حمل قرار پایا ہے) فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو نہ بات کر سکے گا لوگوں سے تین رات تک صحیح تندرست

یعنی یہ عدم تکلم صرف عارضی ہوگا اس میں قوت گویائی ماؤف نہ ہوگی۔ آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری اور بشارت سنتا ہے تو مزید طمانیت اور استلذاذ کے لئے بار بار پوچھتا ہے اور کھود کرید کرتا ہے اس تحقیق و تفحص سے لذت حاصل ہوتی ہے اور بات خوب پکی اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال کا بھی یہی منشا تھا۔ ملاحظہ تو کیجئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام تو اپنی بیوی کے استقرار حمل کے لئے اللہ تعالیٰ سے نشانی اور علامت طلب کرتے ہیں اور ان کو نہ تو اس کا علم ہوتا ہے اور نہ وہ اس کو دیکھ سکتے ہیں کہ حمل کب اور کس وقت قرار پایا ہے۔ یہ واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے اور سب ہی پیغمبر اور نبی سے متعلق مگر یہاں کے نام نہاد عاشقانِ اولیاء کا یہ عقیدہ ہے کہ کامل ولی ہو سکتا ہے جو اتنی اور رحم کے استقرار نطفہ کو دیکھے [illegible]

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

ناظرین کرام! دیکھیے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو تو یہ علم نہ ہو سکا کہ موجودہ بچہ کس کا ہے؟ حتیٰ کہ [illegible] اور حضرت زکریا علیہ السلام ایسے جلیل القدر پیغمبر کے استقرارِ حمل کو نہ دیکھ اور جان سکے تا آنکہ علامت اور نشانی طلب نہ کر لی۔ مگر فریق مخالف کے نزدیک بزرگوں کو نطفہ ڈالنے اور ہمبستری کرنے کا بھی علم ہوتا ہے اور وہ اس وقت بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ ۔

چل پرے ہٹ اپنا دل تو نہ بنا کر ۔۔۔ کون دیکھے یہ ایسی دل لگی

حضرت جرہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کی ران ننگی تھی۔ آپ نے فرمایا: ان الفخذ عورۃ (مستدرک ج ۴ ص ۱۸۰ قال الحاکم والذہبی صحیح) کہ ران کو چھپانا چاہیے کیونکہ وہ پردہ کی چیز ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور دیکھا کہ میری دونوں رانیں ننگی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

یا محمد غط فخذیک فان الفخذ عورۃ (مستدرک ج ۴ ص ۱۸۱)

اے محمد! اپنی دونوں رانوں کو چھپا لو کیونکہ ران پردہ کی چیز ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

لا تکشف فخذک ولا تنظر الی فخذ حی ولا میت (مستدرک ج ۴ ص ۱۸۰ و ابو داؤد ج ۲ ص [illegible])

اے علی! اپنی ران ننگی نہ کرو اور نہ تو کسی زندہ کی ران کو دیکھو اور نہ کسی مردہ کی ران کو۔

مقام حیرت اور تعجب ہے کہ امام الانبیاء، سید ولد آدم، خاتم النبیین، اشرف المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ایسی شان و کمال [والے] حضرت جرہد اور حضرت عمرؓ کی ران کو دیکھ کر ارشاد فرمائیں

ے حضرت امام نووی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کی یہی تحقیق ہے کہ ران کا چھپانا ضروری ہے (بحوالہ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۸)

اور علامہ شیخ ناصف لکھتے ہیں کہ

وبه قال جمهور من الصحابة ومن بعدهم والحنفية والشافعية واحمد في رواية ومالك [illegible] (غایۃ المأمول ج ۲ ص ۲۲۱)

کہ جمہور حضرات صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے اہل علم اور حضرات احناف اور حضرات شوافع اور امام مالک اور حضرت امام احمد کی بھی صحیح روایت یہی ہے کہ ران شرم گاہ ہے (ابو داؤد ج ۲ ص [illegible])

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (اور ان کے واسطہ سے سب امت کو کیونکہ یہ حکم رب سے خصوصی نہ تھا) جو جلیل القدر صحابی خلیفہ راشد اور رئیس الاولیاء بھی تھے کسی کی زندہ اور مردہ کی ران تک کے دیکھنے کی اجازت نہ دی۔ اور یہاں اب قبر پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ کامل موت اور ولایت کی یہ شرط ہے کہ عورتوں کی شرمگاہوں میں اسے ستر بلکہ نطفہ کا علم ہو اور اسی ذات تعرف کرنا بھی ضروری ہے۔ حیف صد حیف ہے اس عقیدت پر اور صد بار لعنت ہے ایسے گندے عقیدے پر۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔

قارئین کرام آپ نے ان مخصوص واقعات کو ملاحظہ فرما لیا ہے کہ یہ سارے واقعات قرآن کریم کے ہیں۔ اور ان کی تشریح اور حاشیہ میں جو حدیثیں مع حوالہ نقل کی گئی ہیں وہ یا تو بخاری اور مسلم کی ہیں جن کی صحت پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اور یا وہ دیگر روایتیں ہیں جو محض بطور شاہد و استشہاد کے مستدرک وغیرہ سے نقل کی ہیں۔ لیکن حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ (ناقد فن رجال) وغیرہ سے ان کی تصحیح بھی نقل کر دی ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ ان واقعات میں سے کوئی واقعہ بھی کسی ولی یا بزرگ سے متعلق نہیں تاکہ طریقت اور حقیقت کے خود ساختہ منتروں سے یہاں کام چل سکے بلکہ ہر ایک واقعہ خدا تعالیٰ کے جلیل القدر اور اولو العزم پیغمبروں کا ہے اور مذکور ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں۔ وہ ہر واقعہ اور قصہ اور معجزہ ہے جس سے متعلق نسخ کا قطعاً کوئی احتمال ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳)

اور قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں:-

ولکن ان الفخذ من العورۃ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۶۳) حق بات یہی ہے کہ ران کا پردہ کرنا چاہئے۔

اور کسی صحیح روایت سے اس کا ثبوت نہیں مل سکا کہ آپ نے امت کو یہ ارشاد اور حکم دیا ہو کہ ران عورت نہیں ہے۔ اور امت کے لئے آپ کا قول حجت ہے۔ آپ کے ران کے ننگے ہونے کی توجیہ دو طرح سے ہو سکتی ہے
جبکہ ایک روایت میں کشف عن فخذہ او ساقیہ (ادب المفرد ص ۸۹) کشف عن فخذیہ او ساقیہ کے الفاظ آتے ہیں جو مشکوک روایت ہیں ... مسلم ج ۲ ص ... کے الفاظ
بھی آئے ہیں جو بالکل غیر متعارض واقف ہیں جبکہ تحقیق نہیں ہے۔

پیدا نہیں ہو سکتا۔ اب ہم پہلا باب یہیں ختم کرتے ہیں تاکہ دلی سے سوچیں نہ پڑھ جائیں کیونکہ
ابھی ہم نے بہت کچھ عرض کرنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

قارئین کرام سے بصد خلوص یہ التماس و استدعا ہے کہ یہ معاملہ عبرت اور سبق کا نہیں ہے بلکہ آخرت کا معاملہ ہے خدارا اپنے نفع اور نقصان کو ایک بار ٹھنڈے دل سے سوچ لیجئے تاکہ پھر ندامت اور پشیمانی نہ ہو ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھیے تو سہی
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

دوسرا باب

باب اول میں قرآن کریم اور صحیح احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام معصوم و [illegible] غیب پر مطلع ہوتے ہیں اور جمیع ما کان و ما یکون کے عالم بنائے گئے۔ اس باب میں [illegible] صحیح احادیث [illegible] عرض کرتے ہیں کہ جب امام الانبیاء سید ولد آدم [illegible] حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجودیکہ تمام مخلوق سے آپ کا رتبہ بلند و بالا ہے اور جب حضرت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دست مبارک پر ختم فرمائے اور ایسے ایسے علوم [illegible] عطا فرمائے [illegible] آپ کو [illegible] تو وہ کسی اور [illegible] کو عطا ہوئے ہیں اور نہ کسی فرشتہ مقرب کو [illegible]

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر [illegible] ما کان و ما یکون کا علم ہی آپ کو عطا کیا گیا تھا [illegible] ایسی شخص [illegible] آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کر کے آپ کی توہین اور [illegible] انبیاء و اولیاء اور [illegible] علوم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ناپاک [illegible] کی [illegible] سے [illegible] علیہ [illegible] کی طرف [illegible] بے ادبی سے [illegible] خدا تعالیٰ [illegible] اور [illegible] عند اللہ [illegible] ہو [illegible]

بے ادب محروم ماند از فضل رب

معاذ اللہ [illegible] دوسرے [illegible] قرآن کریم کی آیات [illegible] کی [illegible] جب [illegible] حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے [illegible] اور اس [illegible] کے [illegible] قطعی [illegible] اور [illegible] حکم قرآن کریم کی آیات [illegible] مخالف کے [illegible] کے جوابات میں [illegible] کریں گے اور [illegible] کریں گے کہ

جاتی کے پاس مسئلہ زیر بحث میں کتاب اللہ صحیح حدیث اور حضرات صحابہ کرامؓ کی واضح تصریحات سے قطعی دلائل موجود ہیں ۔ اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس باب میں احادیث پیش کی جاتی ہیں مولوی صاحبان غور سے سنیں

(۱) بخاری ج ۲ ص ۶۸۴ و مسلم ج ۱ ص ۹۶ اور ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۲۵ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے قریش کے سامنے معراج کا واقعہ بیان کیا ، صبح واپس ہو کر اور میں سے ... کے ... سے چند سوال کئے ... جن کا ... تک وہاں ... تک اور ... تک ... کو معلوم ... ایک ہی رات کے ... اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی خاص ... اور قدرت سے ... تو مشرکین نے کہا کہ اگر آپ واقعی گئے ہیں تو ہمیں بتلائیے کہ بیت المقدس کی ... کیسی ہیں ... آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھی اور ... جات کی ... کی اس پر مشرکین نے ... ارشاد فرماتے ہیں کہ فکربت کربا ما کربت مثلہ قط ... میں اتنا پریشان ہوا کہ کبھی نہ ہوا تھا

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا مشرکین جو پوچھتے جاتے تھے میں دیکھ کر جواب دیتا جاتا تھا۔

دیکھئے اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو اس پریشانی کی کیا صورت تھی حالانکہ بعض مخالفین کے نزدیک معراج کی رات آپ کو کلی علم غیب حاصل ہو چکا تھا اور شاہ ... کے ... کا ... بھی اسی رات آپ کو حاصل ہو چکا تھا ... اسی سے مخالفین آپ کے حاضر و ناظر پر استدلال کرتے ہیں) اور سورۃ مزمل وغیرہ میں تو ... کا لفظ بھی اس سے قبل ہی نازل ہو چکا تھا جس کی ... ہو رہی ہے فسبحان اللہ العزیز

(۲) بخاری ج ۲ ص ۵۹۴ و ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۰۲ وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ ۶ ھ یا ۵ ھ میں غزوہ بنی المصطلق میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ہار ضائع ہو گیا

فاقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ہار کی تلاش کے لئے ...

اور صاحب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے حضرات [illegible] ہوتی تھی جب [illegible] سر مبارک پر پڑی جگہ
علیہ [illegible] تھی اسکو [illegible] کرنے سے [illegible] کرنے لگے [illegible] اور جب
کوئی [illegible] اعلان کر دیا تو وہ [illegible] حضرت عائشہ صدیقہ [illegible] اسکو [illegible] تو وہ [illegible]
[illegible] آخر جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] حضرت [illegible] حاضر [illegible] تو
[illegible] سب لوگوں کو [illegible] کرتے اور [illegible] بھی [illegible]
[illegible] العیاذ باللہ تعالیٰ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت
عمر اور دیگر حضرات [illegible]

(۳) بخاری ج ۲ صفحہ [illegible] حضرت انس [illegible] سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے حضرت زینب سے [illegible] نکاح کیا [illegible] لوگوں کو دعوت ولیمہ دی
[illegible] حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] بیٹھے [illegible] طویل
[illegible] مبارک [illegible] جاؤ [illegible] فرمایا
[illegible] ساتھ [illegible] بیٹھے [illegible]
[illegible] جب [illegible]
[illegible] تو آپ [illegible] بیٹھے ہوئے [illegible]
چلے گئے [illegible] کافی دیر کے بعد حضرت [illegible] آپ واپس [illegible] بیٹھے ہیں تو آپ
حجرہ میں حضرت زینب کے پاس [illegible] اس وقت اللہ تعالیٰ نے [illegible] حضرت
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] کے گھر [illegible]
کھانا کھانے کے بعد بیٹھے نہ رہو [illegible] جب تم کھا چکو تو [illegible] چلے جاؤ [illegible]
[illegible]

ان ذٰلکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم	ترجمہ: [illegible] نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
واللہ لا یستحیی من الحق	[illegible] اللہ
(سورۃ الاحزاب رکوع ۷)	حق بات کہنے سے نہیں شرماتا

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ صحابہ کرام غلطی کر رہے ہیں [illegible] آپ [illegible] حضرت [illegible] کو تحقیق حال کیلئے آپ کیوں بھیجا [illegible] حضرات صحابہ کو بھی [illegible] ہوا اور وہ بھی [illegible] جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں تکلیف پہنچاتے [illegible] ان کو تو پہلے ہی سے [illegible] پتہ ہو جاتا۔

امام بخاری ج ۲ صفحہ ۵۶۸ اور طیالسی صفحہ ۳۳۹ وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۳ھ میں حضرت عاصم بن ثابت کی سرکردگی میں دس صحابی [illegible] جن میں حضرت خبیب بن عدی بھی تھے بطور جاسوس مشرکین کے حالات معلوم کرنے کیلئے روانہ کیے جب یہ حضرات مقام ہدہ میں [illegible] جو عسفان اور مکہ کے درمیان ہے پہنچے تو [illegible] بنو لحیان کو خبر ہو گئی [illegible] کو وہیں شہید کر دیا [illegible] حضرت عاصم بن ثابت سالار قافلہ بھی تھے اور وہ [illegible] قریش کے [illegible] کو قتل کر چکے تھے [illegible] حضرت عاصم کے شہادت کے وقت [illegible]

اللّٰهُمَّ أَخْبِرْ عَنَّا نَبِيَّكَ [illegible] اے اللہ ہماری [illegible] اطلاع کر دے

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اسی وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو ان حضرات صحابہ کرام کو جاسوسی کیلئے کیوں بھیجتے [illegible] خود ہی مدینہ منورہ میں دشمن کے حالات بیان فرما دیتے اور پھر یہ دس صحابی کس طرح [illegible] کیا [illegible] ان کو قتل کر [illegible] باللہ تعالیٰ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عاصم وغیرہ کا یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے ہی آپ کو اطلاع پہنچ سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ ہماری سرگزشت سے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع [illegible] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس واقعہ سے مطلع کر دیا۔

(۵) بخاری ج ۲ صفحہ [illegible] وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ [illegible] ایک [illegible] کے تحت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا [illegible] کیلئے [illegible] فرمائیں آپ نے [illegible] ستر صحابہ کو منتخب کر کے ان کے ساتھ روانہ کر دیا جب یہ لوگ

مرغوب پہنچے تو ان کافروں نے ایک حضرت ... کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ ان صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم نے آخری لمحہ میں اور دیگری کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے اللہ اپنے پیارے رسول صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر ساتھیوں کو ہمارے حالات سے مطلع کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایک حکم نازل ہوا جس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنا۔ آپ
نے ایک مہینہ تک مسلسل اس کافر قوم کے لئے صبح کی نماز میں رکوع کے بعد بددعا کی۔ اور اس حادثہ
کی وجہ سے آپ بڑے مغموم اور پریشان رہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب
ہوتے تو آپ نے مشرکوں کو سارا حال پہلے دیکھا اور سنا ہوتا اور ان کے ناپاک ارادہ سے مطلع ہوتے
ہوتے پھر آپ نے کیوں اپنے صحابہ کو ان وحشی درندوں کے سپرد کر دیا؟ اس حدیث سے
یہ بھی معلوم ہوا کہ ان حضرات صحابہ کرام کا اعتقاد بھی یہ نہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب تھے۔

صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۲ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ کسی جنگ کے موقع پر ایک میدان میں
ایک کافر سپاہی نے بہت سے حضرات صحابہ کرام کو شہید کر دیا تھا۔ حضرت اسامہ اس کی طرف بڑھے تاکہ
اس کافر کو قتل کریں۔ مگر اس نے کلمہ پڑھ دیا لیکن حضرت اسامہ نے خود یہ گمان کیا کہ اس نے جان بچانے کی خاطر
کلمہ پڑھا ہے جس لئے اس کو قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے غضب ناک
ہو کر فرمایا کیوں اس کو قتل کیا؟ حضرت اسامہ نے عرض کیا حضرت اس نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ آپ
نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ جب قیامت کا دن ہوگا تو کلمہ کا کیا جواب دو
گے۔ ملاحظہ کیجئے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک کافر کے دل کو جس نے صرف زبان سے
کلمہ طیبہ ہی پڑھا تھا، دل کے پوشیدہ راز معلوم نہیں کر سکے اور نہ حاضر و ناظر ہوتے ہوئے ستر حضرات
صحابہ کو قتل کروا دیا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور پھر خود ایک مہینہ تک ان کافروں کے حق میں
بددعا بھی کرتے رہے۔ مگر بے شمار لوگ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عقیدت اور
محبت کا دعویٰ ہے۔ افسوس اور حیرت ہے اس عقیدت پر۔

مفتی احمد یار خان صاحب کی مثال لیاقت اور دیانت مفتی صاحب حضرت [illegible] کی

ایک روایت (جس میں حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کی شام کے علاقہ میں موتہ

کے مقام پر شہادت ہوئی تھی اور کثرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ ان کی شہادت کی خبر دی تھی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نقل کرتے ہیں کہ موتہ جو مدینہ منورہ سے بہت دور ہے وہاں جو

کچھ ہو رہا ہے حضور مدینہ سے دیکھ رہے ہیں (مشکوۃ شریف ص ۵۴۶) یہ واقعہ غزوہ موتہ کا ہے مگر مفتی

صاحب اس کو فتح مکہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔ موتہ ملک شام میں تھا اور فتح مکہ عرب میں۔ پھر فتح مکہ

کا واقعہ سنہ ۸ھ میں پیش آیا اور غزوہ موتہ کا سنہ ۸ھ میں۔ فتح مکہ میں صرف تین حضرات صحابہ کرام شہید ہوئے

غزوہ موتہ میں تین سردار اور [illegible] کے واسطے حضرات صحابہ کے مقابلہ میں شہر نصیب [illegible] تھے۔ اور غزوہ موتہ

میں ہرقل روم کی [illegible] ایک لاکھ کی فوج تھی (دیکھئے مرقات ج ۵ [illegible] وغیرہ) مگر

مفتی صاحب کے نزدیک فتح مکہ اور غزوہ موتہ ایک ہی ہے۔ یہ ہے مفتی صاحب کا مبلغ علم [illegible]

بریں عقل و دانش بباید گریست

مولوی محمد عمر صاحب کا کمال اور جواب بھی ملاحظہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں کہ کیونکہ آپ نے اپنے

ستر آدمی چن کر بھیجے تو وہ بھی بھیجے جنہوں نے وہاں درجہ شہادت حاصل کرنا تھا اور ان پر [illegible] اعتراض

کرنا کہ اگر وہ یہاں مدینہ طیبہ میں رہتے تو وہ [illegible] رہتے یہ عقیدہ قرآن مجید کے خلاف ہے (مقیاس

حنفیت ص ۲۵۰) سوال یہ ہے کہ وہ مدینہ میں رہتے تو زندہ رہتے یا مر جاتے۔ سوال یہ ہے اور [illegible] تک [illegible] کا

جواب نہیں ہوا کہ آپ نے دیدہ دانستہ ستر آدمیوں کو موت کے منہ میں بھیجا اور پھر خود کیا مہینہ تک ان

کی موت کا افسوس کرتے رہے اگر ایسا کیوں ہوا کیا آپ کے [illegible]

(۱۱) بخاری ج ۲ ص [illegible] وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ [illegible] خیبر [illegible] ایک یہودی عورت

نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بطور تحفہ پیش کیا۔ آپ نے کچھ

تناول فرمائے اور آپ کے بعض صحابہ نے بھی وہ گوشت کھایا جس سے حضرت بشر بن براء بن معرور کی اس گوشت

کی وجہ سے شہادت بھی ہوگئی جیسا کہ ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے:

وتوفی محمد ... لگوایہن ... (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳۲)

... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر آپ ... معلوم ... مخفی نہیں رہتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وفات کے وقت متعدد دن بیمار رہے تھے۔ ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۳ اور مشکوٰۃ ج ۲ ص ... وغیرہ میں مذکور ہے کہ ... کے بعد آپ نے یہ فرمایا ... کیونکہ یہ ... مجھے بتلا رہی ہیں کہ اس میں زہر ہے ... اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے تو یہودی عورت کو زہر دینے ہی نہ دیتے اور خود بھی نہ کھاتے اور صحابہ کرام کو بھی منع فرما دیتے ... آپ نے ان صحابہ کرام کو زہر ... کر ... دیا تھا (معاذ اللہ) ... موجود

(٧) بخاری ج ۲ ص ... مسلم ج ۲ ص ... وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ... میرے پاس جھگڑے کرتے ہو ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے جھوٹے دعویٰ اور مقدمہ کو سچا کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں تو وہ یوں سمجھے کہ میں نے اس کو ایک ٹکڑا آگ کا ... دیا ہے ... میرے سامنے ... بات بنا لیتے ہیں ... اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشر نہ ہوتے اور حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ یوں فرماتے ... اس حدیث کی مزید تشریح ... ازالۃ الریب میں دیکھئے۔

(٨) بخاری ج ۲ ص ... مسلم ج ۲ ص ... وغیرہ میں ہے کہ ... مشرکین مکہ کی غداری کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ... خفیہ تیاری شروع کر دی تاکہ ... اچانک حملہ کر دیا جائے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے ... خط ... جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ... ایک مشرکہ عورت کو ... دے کر روانہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا آپ نے حضرت علی اور حضرت زبیر وغیرہ کو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار کر کے فرمایا کہ روضہ خاخ میں ایک عورت

تھیں جیسا کہ ان سے رقعہ برآمد ہو گیا اور وہ واپس آ گئے۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ لکھنے والے
حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ تھے۔ حضرت عمرؓ طیش میں آ گئے اور کہا حضرت مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن
اڑا دوں۔ ایک اور موقع پر حضرت حاطبؓ کے غلام نے ان کی شکایت کرتے ہوئے یہ کہا کہ حاطبؓ ضرور جہنم
جہنمی ہے (مسلم ج ۲ ص ۳۰۳ و مستدرک ج ۳ ص ۳۰۱)۔ مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فرمایا
کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں، اور حضرت حاطبؓ کے غلام کو
فرمایا کہ تم جھوٹ کہتے ہو کہ وہ جہنمی ہے وہ تو بدری ہیں جنتی ہی ہوں گے۔ حضرت حاطبؓ نے اپنا قصہ خود
سنایا کہ حضرت میں مکہ میں بیوی بچوں کو چھوڑ آیا ہوں کوئی بھی ان کا حامی و مددگار نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کا جو فیصلہ
مشرکین مکہ کے خلاف ہے وہ تو ہو کر رہے گا، مجھے یہ خیال آیا کہ میرا تو ان پر احسان مشرکوں
مشرکوں پر ہو جائے گا تاکہ وہ اس احسان کے عوض میرے اہل و عیال کی نگرانی کریں اور ان کو دکھ اور
تکلیف نہ پہنچائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب
نہ تھے ورنہ حضرت حاطبؓ کو خط لکھتے وقت ہی روک دیتے اور جان لیتے پھر اس خط کو دور کیوں جانے دیا؟
یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حاطبؓ جیسے لوگ کہ جن کا بدری اور جنتی ہونا قطعی ہے، وہ بھی جناب رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہ چکے تھے وہ بھی یہ عقیدہ نہ رکھتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہیں۔ ان کا تو یہ خیال تھا کہ شاید یہ خط مکہ تو پہنچ جائے اسی لیے
دل میں یہ بات آئی تو یہ اقدام کیا۔ ورنہ حضرت حاطبؓ کو یہ وہم بھی نہ ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی مجلس میں سب کی موجودگی میں میری یوں رسوائی ہوگی۔

(۱) بخاری ج ۲ ص ۵۹۲ وغیرہ میں یہ روایت مروی ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت مدینہ میں
دشمنوں کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلے
دیکھ بھال کر واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل مدینہ ملے تو آپ
نے فرمایا واپس چلے جاؤ کوئی خطرہ نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب تھے
تو حالات معلوم کرنے کے لئے مدینہ سے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ بیٹھے بیٹھے حاضر و ناظر ہی تحقیق حالات

ہے اسے نہیں جایا کرتے تھے؟ اور دور تک صحت کا جائزہ لیا کرتے

(۹) مسلم ج ۲ صفحہ وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جنگِ احزاب کے موقع پر جو شدید ہوا بھی تیز ہوا اور کڑاکے کی سردی تھی (اور رفاہ بارات کا وقت تھا) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو جاکر دشمن کے حالات معلوم کرے اور مجھے آکر بتلائے اس شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میرے ساتھ جگہ دے گا۔ مگر تمام خاموش ہو گئے کوئی جواب نہ ملا چوتھی بار آپ نے فرمایا۔

قُمْ يَا حُذَيْفَةُ فَأْتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ اے حذیفہ تو ہی کھڑا ہو اور ہمیں دشمن کے حالات سے آگاہ کر۔

حضرت حذیفہؓ فوراً تیار ہو کر چلے گئے اور جا کر حالات معلوم کئے اور واپس آکر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے حالات سے مطلع کیا۔ اس حدیث سے بھی یہ معلوم ہوا کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو دشمن قوم کے حالات خود معلوم ہوتے کسی کو بھیجنے کا کیا مطلب تھا؟ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ حاضر و ناظر ہیں ورنہ وہ کہہ دیتے کہ حضرت! آپ کو تو ہر چیز نظر آتی ہے اور ہر چیز معلوم ہے آپ ناحق پریشان کیوں ہوتے ہیں کہ بار بار فرماتے ہیں کہ کون تم میں سے جا کر دشمن قوم کے حالات سے ہمیں آگاہ کرتا ہے؟

(۱۰) مسلم ج ۲ صفحہ وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت کی بیعت کی وہ شخص دراصل غلام تھا حالانکہ آپ غلاموں کی ہجرت پر بیعت نہیں لیا کرتے تھے کیونکہ اس صورت میں غلام اپنے آقا کی خدمت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن وَلَمْ يَشْعُرْ أَنَّهُ عَبْدٌ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غلام ہے جب اس غلام کا آقا آیا اور حقیقت واضح ہو گئی تو آپ نے دو غلام دے کر وہ ایک غلام خرید لیا اس کے بعد آپ کسی سے بیعت نہیں لیا کرتے تھے۔ حَتّٰى يَسْأَلَهُ أَعَبْدٌ هُوَ؟ تاوقتیکہ یہ نہ پوچھ لیتے کہ وہ آزاد ہے یا غلام؟ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے میرے دیکھتے دیکھتے یہ فلاں شخص کے پاس سے اور فلاں جگہ سے بھاگ کر آیا ہے۔ پھر اس سے بیعت کیوں

اور بعد آپ سے روایت ہے مجھ سے کی بیعت پر کیوں دریافت فرمایا کرتے تھے تو کیا آپ عالم [illegible]

حاضر و ناظر و عالم الغیب کے منصب پر ہونے کا انتساب ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب نے اس حدیث کے جواب

کو خلاصی کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ وہ تو غیب [illegible] تکرار کرتے [illegible] علامت سے پہچان دیا [illegible]

غلام ہے باقی رہا یہ کہ آپ نے علامت بیعت کی ہوتی کے دو جواب ہیں پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے احسان عام

اور مکارم اخلاق سے آپ نے اس سے بیعت لی اور استوا آپ پہچانیں دوسری بات یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم [illegible] مگر یہ جواب سراسر لغو و بیہودہ ہے اور بالکل مردود ہے

اس لئے کہ اگر حضرت شیخ محقق کی اس توجیہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تب بھی یہ ثابت ہو گا کہ

آپ کو تو علم تھا ہی نہیں اور غلام نے بھی یہ نہ بتایا کہ میں غلام ہوں۔ آپ نے اس کو دیکھ کر بیعت میں داخل کر

لیا اور یہ مطلب مولوی محمد عمر صاحب کے مقصد کے سراسر خلاف ہے [illegible] بصورت بیعت دو جواب ذکر کرنا

تو وہ بھی مخدوش ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احسان عام اور مکارم اخلاق کو صرف

اس ایک غلام پر کیوں بند کر دیا گیا ہے۔ بعد کے آنے والے کیوں اس سے مستفید نہ ہو سکے کیا ان کے

لئے احسان عام باقی نہ رہا تھا؟ اسی طرح بالعرض اگر آپ مختار کل تھے تو بعد کے آنے والوں کے لئے

مختار کل رہتے ان کے [illegible] اس سوال کا مطلب [illegible] کہ اگر آپ

سوال فرما لیتے کہ کیا وہ غلام ہے؟ عجیب منطق ہے کہ صرف ایک غلام کیلئے تو آپ کا احسان عام

ہے اور مختار کل بھی ہیں اور اس کے بعد سینکڑوں آنے والوں کیلئے نہ تو آپ کا احسان عام رہا اور نہ آپ

مختار کل رہے [illegible] مولوی محمد عمر صاحب نے اس سے حاصل کیا ہے تحریر تو ہے [illegible]

مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

[illegible] مسلم [illegible]

[illegible] حضرت علی اللہ تعالیٰ [illegible] حضرت [illegible] کو حضرت [illegible]

ایک غلام سے متہم کر دیا یہ خبر اس درجہ پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو [illegible] آپ نے

حضرت علی کو [illegible] فرمایا کہ جاؤ جہاں ملے اسکو قتل کر دو [illegible] جناب رسول اللہ [illegible]

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا۔ حضرت علیؓ جو گئے تو دیکھا کہ وہ ایک باغ میں پانی دے رہے تھے تو کا اس
سے کہتے مابورؓ کو نکال ہی لیا وہ بے چارہ ایک کنوئیں میں بیٹھے ہوئے تھے وہ حضرت علیؓ کو اس
حالت میں دیکھ کر ڈر گئے کہ خدا خیر کرے ؎

جبیں پہ بل پڑے نگاہ شوخ آستیں سے جھلکی ۔۔ الٰہی خیر ہو قاتل کو تو غضب سے آج

حضرت علیؓ نے جب ان کو کھینچا تو اس کشمکش میں ان کا تہبند کھل گیا وہ ننگا ہو گیا حضرت
علیؓ نے دیکھا کہ لیس لہ ما للرجال اللہ تعالیٰ نے قدرتاً اس کا آلۂ تناسل ہی پیدا نہیں کیا
یعنی وہ غلام پیدائشی مجبوب (خصی) تھا حضرت علیؓ نے اس کو قتل نہ کیا اور آپ کو آکر یہ قصہ سنا دیا آنحضرت
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الشاہد یری ما لا یری الغائب یعنی حاضر وہ چیز دیکھ سکتا ہے

لے یہ الشاہد یری ما لا یری الغائب کے الفاظ ہیں ۔ دوسرا حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ... دیکھا لغائب
(البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۳۰۳) مابورؓ کون تھے سنہ ۸ھ میں مقوقس شاہ مصر نے بطور تحفہ جناب رسول
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چند چیزیں بھیجی تھیں ان میں حضرت ماریہؓ اور ان کی ہمشیرہ
حضرت سیرینؓ اور ان کا چچازاد بھائی حضرت مابورؓ بھی جو ایک ضعیف اور عمر رسیدہ شخص تھے شامل تھے (... صفحہ ...) و
تجرید اسماء الصحابہ جلد ۲ صفحہ ... حضرت ماریہؓ حرم نبوی میں داخل ہو گئی تھیں اور مابورؓ ان کے ... حضرت ...
پیدائشی خصی تھے جو آخر عمر تک اسی حالت میں رہے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

وكان مابور هذا خصيا وهو ... | کہ یہ مابور ... تھے ... آپؐ کے لوگوں
يا صورة باذن الامر ... على ... | کو امور میں ... اور ... کے
تبلاد مصر - (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ...) | متعلق ... تھے

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مابورؓ حضرت ماریہؓ کے چچازاد بھائی تھے اور مصری رواج کے تحت ان میں پردہ کا کوئی اہتمام نہ
تھا اور یوں بھی حضرت ماریہؓ ملک یمین کی حیثیت سے حرم نبوی میں داخل تھیں ایسے گھریلو رشتہ کے علاوہ اختلاط اور ... کے سبب
بد طینت لوگوں کے زبردست پروپیگنڈہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معاملہ ... معلوم ہو چکا ہو گا ...
اس شخص ... موجود ہے اور حیرت میں آکر حضرت علیؓ کو یہ حکم دیا کہ جاؤ اس کو قتل کر دو ... مقام ... کا
... پڑھا ...

جو غائب ہیں دیکھ سکتے ہیں حق [illegible] عقیدہ کے یہ [illegible] دیتے

اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ پہلے [illegible] کو کیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible])

مقصد [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] آپ سے [illegible] مخلوق [illegible] میں [illegible] ہو سکتا ہے [illegible]

[illegible] آپ [illegible] اگر [illegible] در حقیقت [illegible]

[illegible] حضرت علی [illegible] کہ [illegible] قتل [illegible] کی طرف [illegible] کیا [illegible]

[illegible] قتل [illegible] (تفسیر [illegible])

تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ [illegible] حضرت [illegible] اور [illegible] الرسل کی وجہ [illegible]

[illegible] ہوتی تو [illegible] حق ہی [illegible] اگر حضرت

علی [illegible] علم [illegible] جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] ان کی تحسین کیوں [illegible]

آپ یوں [illegible] کو [illegible] کیوں [illegible] آپ نے حضرت علی [illegible] کی

تصویب [illegible] اس روایت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ آنحضرت

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی [illegible] اجتہاد [illegible] اور [illegible] کر [illegible]

[illegible] حضرت علی [illegible]

[illegible] حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے [illegible] تصویب [illegible] اگر حضرت علی [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] قتل [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ظاہری ارشاد کے [illegible] علم [illegible] کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں منسوب

[illegible] ظاہری الفاظ کے [illegible]

[illegible] اجتہاد [illegible] الدین [illegible] مودودی صاحب کی طرح وہ

پانچواں [illegible] ہو [illegible] حضرات اس کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

[illegible] مرزا [illegible] مرزا [illegible]

حجر العسقلانی اور بعض نے قتل کا قصہ یوں دیا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ
شخص تو فطری طور پر مرد ہی نہ تھا … حضرت ماریہ سے تعلقات نا جائز نہیں ہو سکتے ہیں مگر اس
… حضرت علی دیکھ لیتے تو انکی تو … اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے … آپ کو غائب سے تعبیر کیا دیکھئے فریق مخالف تسلیم کرتا ہے یا نہیں … صریح
کے … سے تسلیم کرتے ہیں … ہیں …

(۳) مسلم ج ۲ ص … وغیرہ میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک لونڈی نے زنا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علی کو بھیجا کہ جا کر اسکو سزا دے۔ جب گئے تو دیکھا کہ وہ ابھی ایام نفاس
میں تھی … اسکو سزا … حالت نفاس میں … آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو جب حضرت علی نے بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ علی تم نے بہت ہی اچھا کیا ہے کہ اس کو اس حالت میں
سزا نہیں دی۔ مطلب یہ ہے کہ فریق مخالف … میں … تحقیق میں … اس حدیث
سے معلوم ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اس لونڈی کے ہاں بچہ ہوا
ہے۔ اگر آپ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ کو یہ ضرور معلوم ہوتا۔

(۴) مسلم ج ۲ ص … وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ … آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
چارپائی کے نیچے گھس … آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو … مگر وہ نہ آئے جب آپ نے
دیکھا کہ … کتا ہے تو … آپ نے پوچھا … نہ ہوتے …
کیونکہ … مجھے علم نہیں۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ کو … دیکھئے …
فلاں وقت … اور … بیٹھے۔

(۵) مستدرک ج ۲ ص … میں ایک حدیث آتی ہے جسکی تصحیح امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں
… حضرت … جنگ … حضرات صحابہ کرام … چونکہ … کے
قتل … حضرات صحابہ کو تردد ہوا … آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو … دیکھو … جب … تو وہ

تمام سے لئے۔ اس سے ان کو قتل نہ کیا گیا جو خود حاضر ہوا یا مصیبت سے کہ بغیر کسی اطلاع مخبری کے ایسا معاینہ کرے کی اجازت نہ ہو ... ۔

حضرات ... ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت سے ناراض ہو کر چلے گئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا جا کر دیکھو اور تلاش کرو کہ علی کہاں چلا گیا ہے؟ (بخاری ج۱ ص ۶۳)۔

ایک مرتبہ ایک صحابی عمدہ قسم کی کھجوریں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ آپ نے فرمایا کیا خیبر کی ساری کھجوریں اس قسم کی ہوتی ہیں؟ صحابی نے کہا۔ نہیں خدا کی قسم سب اس طرح نہیں ہوتیں۔ (بخاری ج۱ ص ۲۹۰)۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رستہ میں کھجور کا ایک دانہ پایا آپ نے فرمایا۔ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہو تو میں اس کو اٹھا کر کھا لیتا۔ (مسلم ج۱ ص ۳۴۵ و بخاری ج۱ ص ۳۲۸)۔

مولوی محمد عمر صاحب نے یوں وضاحت کی ہے کہ آپ معلم الغیب ہیں اس لئے اتقا کا سبق سکھایا ہے کہ اگر ایک کھجور بھی مشتبہ ہو تو اس کا بھی کھانے سے پرہیز کرو (مقیاس ص ۳۱۱) مگر اس سے ہرگز یہ ... نہیں ہو کیونکہ ... حدیث اس امر کو متعین کرتے ہیں ... کہ مجھ کو یہ ڈر نہ ہوتا کہ یہ زکوٰۃ اور صدقہ کا ہو تو ... شبہ کی بنا پر آپ نے پرہیز کیا۔ عدم علم منصوص ہے اور اس روایت میں ... ہے مزید تشریح ازالۃ الریب میں ملاحظہ ہو۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی کھانا پیش کیا جاتا تو آپ پوچھا کرتے تھے۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو آپ وہ کھانا نہ کھاتے اور اگر ہدیہ ہوتا تو کھا لیتے۔ (مسلم ج۱ ص ۳۴۵)۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ نظر نہ آئے تو آپ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا۔

من حس الفتی الدوسی (ابوداؤد ج ص ۹۵) یعنی دوسی نوجوان کا کسی کو علم ہے؟

کیا حضرات ناظرین عالم الغیب کی یہی شان ہوتی ہے کہ معلوم کچھ ہو نہ ... کسی دوسرے سے پوچھا کرے؟

والعیاذ باللہ تعالیٰ ۔ دوسرا باب انہی صحیح احادیث پر ختم کیا جاتا ہے جن میں ایک سلیم الطبع منصف مزاج خدا ترس آدمی کے لئے درسِ عبرت اور بصیرت موجود ہے۔

قارئین کرام! آپ نے بطور نمونہ چند صحیح حدیثیں با حوالہ ملاحظہ کر لی ہیں۔ اگر اس مضمون کی تمام صحیح احادیث کا استیعاب کیا جائے تو یقیناً یہ ایک دشوار کام ہوگا اور ایسا کرنا بس کی بات بھی نہیں ہے مگر ایک منیب اور خدا ترس انسان کو جس کے سامنے موت اور حیات کا سوال ہو اور جس کے سامنے قبر، میدانِ محشر اور پل صراط کا نقشہ ہو اور جس کے پیشِ نظر احکم الحاکمین کے عدل و انصاف کی وہ عدالت ہو جس میں بڑے بڑے بھی یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ نفسی نفسی اور جس دن ڈر اور خوف کے مارے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے اور دودھ پلانے والی عورتیں اپنے شیرخوار بچوں سے غافل ہو جائیں گی اور اکثر لوگ یوں ایسے مدہوش ہوں گے کہ جیسے کسی نے کوئی نشہ آور چیز پی لی ہو حالانکہ وہاں کوئی ظاہری نشہ نہ ہوگا مگر صرف عذابِ خداوندی اور جلالِ الٰہی کا سامنا ہوگا۔ ان پیش کردہ صحیح احادیث سے مسئلہ زیر بحث پر دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ کا کافی ذخیرہ مل سکتا ہے۔ حق و باطل اور صحیح و غلط کے امتیاز کے لئے بقرآن راہ شفا ہو سکتی ہے اور یہ بات بھی بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ فریقِ مخالف کے اس دعویٰ سے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہیں کس طرح نصوص قرآنیہ کے علاوہ صحیح احادیث کا انکار لازم آتا ہے اور آپ کو ہر جگہ حاضر و ناظر تسلیم کرنے سے توہین و تحقیر کا وہ کون سا پہلو ہے جو باقی رہ جاتا ہے؟

والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ مگر فریقِ مخالف نے نہایت ہی صریح غلطی اور مغالطہ آمیزی سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ آپ اور اسی طرح دیگر بزرگانِ دین کو ہر جگہ حاضر و ناظر تسلیم کرنے سے عشق و محبت اور تعظیم و توقیر کا پہلو نکلتا ہے اور اس کو نہ تسلیم کرنے سے اعاذنا اللہ تعالیٰ آپ کی اور اسی طرح دیگر بزرگانِ اسلام کی توہین ہوتی ہے۔ کاش کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کو غور و تدبر سے پڑھتے اور پڑھنے کی اہلیت بھی رکھتے اور صحیح معنی میں حضرات السلف الصالحین کی تعلیمات سے دلوں کو منور کرتے تو ان کو قدم قدم پر ٹھوکریں نہ لگتیں نہ وہ خود گمراہ ہوتے اور نہ عوام الناس کی گمراہی کا موجب بنتے۔

کیونکہ جو حضرات دراصل کے رسول برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کے بعد بالاعتراف ان جہنم کی ان دردناک سزا کا جسے آپ کو سستی بنا لیا ہے، جس کی شدت کا اس وقت تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بہرحال عاقل اور دور اندیش انسان صرف وہ ہے جو دنیائے فانی کے قلیل اور عارضی لہو ولعب و فصال سے بالاتر ہو کر اپنی نظر رضائے الٰہی کے بعد صرف آخرت کے حقیقی اور بے حد و حساب فوائد پر جمائے رکھے اور اس ابدی اور دائمی زندگی کے مقابلے میں اس ناپائیدار اور فانی زندگی پر دھیان ہی نہ کرے جو حقیقی اطمینان اور مسرت سے یکسر خالی ہے کیا خوب کہا گیا ہے ؎

ہم زندگی سمجھتے تھے جس کو وہ خواب تھا بالیں پہ آ کے موت نے بیدار کر دیا

مگر یہ یاد رہے کہ کوئی بھی اعلیٰ اور قابل قدر شئے بغیر آزمائشوں میں سے گزرنے اور مشکلات سے دوچار ہوئے حاصل نہیں ہو سکتی۔ پھر جو رضائے الٰہی اور جنت جیسی بے نظیر و بے مثال ابدی نعمت کے حصول کا راستہ کیوں خاردار نہ ہو! اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ۔ ؎

وہی زندگی اور پائندگی ہے
باقی ہے جو کچھ وہ سب جانبازی

تیسرا باب

پہلے باب میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ جلیل القدر اور اولوالعزم رسول اور نبی بھی ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے اور اپنے مقام پر پوری تفصیل اور تشریح کے ساتھ قرآن کریم کی متعدد آیات ذکر کی جائیں گی جن سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گی کہ حضرت امام الانبیاء والمرسلین سید ولد آدم محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بایں شان و شوکت ہر جگہ حاضر و ناظر اور (اور جمیع ما کان وما یکون کے عالم) نہ تھے اور دوسرے باب میں صحیح احادیث آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب اس باب میں یہ عرض کیا جاتا ہے کہ حضرات فقہاء کرام اور حضرات محدثین عظام نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا عقیدہ پیش کیا ہے؟ اور وہ خود اس بارے میں کیا عقیدہ رکھتے تھے؟ اور یہ بات کسی بھی خدا ترس سنجیدہ مزاج اور باشعور مسلمان سے مخفی نہیں رہ سکتی کہ ملت اسلامیہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روایتی اور درایتی حیثیت سے حفاظت اور نگرانی حضرات محدثین کرام اور حضرات فقہاء اسلام ہی نے کی ہے۔ ان میں اگر ایک گروہ اور طائفہ نے الفاظ اور سند کی نگرانی کی ہے تو دوسرے گروہ نے ان کے معانی اور مطالب کو محفوظ رکھا ہے۔ اگر ایک فریق نے راستہ اور جادہ کو محفوظ رکھا ہے تو دوسرے نے منزل اور مقصد کو محفوظ و مصون کیا ہے۔ انہوں نے ہی ہمیشہ اور فرض شناسی کے جذبہ سے سرشار ہو کر انسانیت کی فلاح و بہبود، ہدایت و رشد، کامیابی و کامرانی کے لئے بڑی محنت و مشقت سے، بڑی کوشش اور کاوش سے، پیہم جفاکشی اور تندہی سے کتاب و سنت اور توحید و رسالت کا نعرۂ حق بلند کیا۔ حتیٰ کہ ان کی سعی بلیغ سے کتاب و سنت کا چرچا عام ہوا، پیروی شریعت کا جھنڈا بلند ہو گیا اور کیوں نہ ہوتا کہ ان کی ہدایت، اخلاص اور دو ٹوک سے پکار ہی صرف یہی پکار تھی کہ مسلمانو! صرف خدا کو پوجو، وہی مختار کل، حاجت روا، فریاد رس، مشکل کشا اور دستگیر ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کرو اور صرف آپ ہی کی پیروی میں

کا باعث ہے قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح عبادات کے مطابق عبادت کرنا۔ کلیوں سے پاک عقل نے تمام مادے کے نقشے بدل دیئے عجائبات عالم کے طلسم ہستی کے حیرت انگیز منظر پیش کئے ان کی تحقیق و تدقیق کر کے عجیب اور جدید چیزوں کے پیچھے جس عمل کا سرچشمہ علم و عمل اسوہ کا وجود ہے بعضوں نے انسانی اوہام و عبادات فاسدہ و عقائد باطلہ کی زنجیروں کو کاٹ کر [illegible] کر دیا انسان [illegible] بالکل ہی [illegible] معاشرت کا صحیح راستہ [illegible] کیا جائے اعمال و اخلاق کا [illegible] ناامیدیوں کا کامیاب علاج تجویز کیا اور جو لوگ بیان و عمل کے جوہر سے یکسر خالی تھے [illegible] جرأت [illegible] میں بیٹھتے [illegible] علم و تحقیق کی دولت سے مالا مال [illegible] تعصب و تنگ [illegible] کے بوجھ سے [illegible] روشن [illegible] انسان کی حقیقی بھلائی اعمال کی نیکی، اخلاق کی برتری، دلوں کی صفائی اور [illegible] قوتوں میں اعتدال اور [illegible] پیدا کرنے کی غرض سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے معانی و مطالب کو نہایت آسان [illegible] کر دیئے اور نقل صحیح اور عقل سلیم کا [illegible] اور صحیح اصول معیار قائم کیا جس سے دلوں کی تشفی کا اور باطل قسم کے شکوک و شبہات کے ازالہ کا بہترین اور قابل قدر طریقہ اور راستہ متعین ہو جاتا ہے جس سے [illegible] حقائق و دقائق [illegible] براہ راست استفادہ کر سکتے ہیں۔ جس کی تعلیم و تفہیم کے لائق مترجم [illegible] سلطان [illegible] امیر و غریب عالم [illegible] مجاہد [illegible] سب پر [illegible] ہیں [illegible] علوم و فنون ترتیب دیئے جن سے دنیا کے [illegible] تمدن اور بہترین [illegible] معاشرت کی تکمیل ہوئی [illegible] عقائد و اعمال معاملات و حقوق کے جوہر [illegible] ایوان عمل کے نقش و نگار [illegible] خود [illegible] کا تعلق باہم مضبوط و مستحکم ہو [illegible] اپنے اپنے وقت [illegible] گزر گئے اور [illegible] کی کس چیز کو ہدایت حاصل ہے [illegible] صدیوں [illegible] کی دولت سے [illegible] صدیوں کے تحریری [illegible] روایتی [illegible] تحقیقات [illegible]

اور حدیث کے حفظ کا دور دورہ ان کی دیدہ ریزیاں [illegible] ان کی زندگی و [illegible] السنت [illegible] صاحب

مزاج حضرت [illegible] مومن کی [illegible] اور [illegible] قابل تقلید نمونہ ہے اور [illegible] ان کی تبحر علمی

ہی سے اور ان کے [illegible] کی [illegible] سے ہی [illegible] نکات [illegible] سکتی ہے [illegible] کتنی ہی

روحیں ہیں جنہوں نے ان [illegible] جنگ اور [illegible] خود [illegible] پرستوں [illegible] سے [illegible]

[illegible] ان کی شان [illegible] کی [illegible] میں [illegible] کوئی [illegible]

دو گر [illegible] علم [illegible] افسوس ہے

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا فلک نے جنہیں خاک چھان کے

خلاصہ [illegible] ائمہ محدثین اور فقہاء کا [illegible] کا [illegible] ایک

ہے [illegible] صرف نظر کرنے [illegible] حضرات [illegible] ان کا کچھ [illegible] ہے [illegible] احکام اور معانی ہیں

وہ خاص طور پر حضرات فقہاء کرام ہی کی [illegible] معتبر [illegible] ہو سکتی ہے کیونکہ [illegible] امام اعمش [illegible] کرتم

[illegible] ہیں جن [illegible] حضرت [illegible] (محدثین) موجود ہیں [illegible] [illegible] ہے

اسلام کی [illegible] ہو سکتے ہیں جو [illegible] الباب [illegible] اور جو حضرات فقہاء کرام کی معانی

و مطالب [illegible] حضرات محدثین کرام نے [illegible] میں [illegible] تفصیل کا یہ

موقع نہیں ہے [illegible] مقام پر [illegible] یہاں صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے

چنانچہ [illegible] صاحب [illegible] ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ

وکذلک قال الفقہاء وہم اعلم بمعانی [illegible] الحدیث [illegible] [illegible]

[illegible] کو [illegible] ہیں۔

[illegible] حضرات ائمہ کرام کا [illegible] علی الخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

کے [illegible] کا [illegible] موجود ہے [illegible] مزاج اہل علم [illegible] کی [illegible]

[illegible] و [illegible] ہے [illegible] اخلاص [illegible] ہے اور [illegible] [illegible] و [illegible] کی ہے

[illegible] اللہ تعالیٰ علیہ [illegible] کی [illegible] و تفصیل [illegible] کی ہے [illegible] کا [illegible] ہو سکتا ہے۔

وہ اصحاب علم و تحقیق کے پیشوا و رہنما فقہاء و مجتہدین کے آفتاب و ماہتاب اور درخشندہ ستارے ہیں وہ اپنی چمک دمک سے تاریک دنیا کو علم و تحقیق کی کرنوں سے منور اور روشن کرتے اور ابر رحمت بن کر جہالت کی خشک زمین کو سرسبز و شاداب کرتے رہے ہیں مگر افسوس جو ہستیاں ذہن سے باہر نکلیں سونا بنیں جو باقی ہیں وہ مبارک اور برگزیدہ ہستیاں بھی ایک ایک کر کے رخصت ہوتی جا رہی ہیں اب وہ وقت آ رہا ہے کہ جس میں نہ لوگوں کو پلانے والا رہے گا اور نہ پینے والا رہے گا اور پھر پینے کیسے رہے گا وہ لطیفہ افسوس یہ کہنا ہے

تو جو رہا ہے تب پینے کا کب مزہ رہا ۔ پیمانہ خم رہا ہالی بھی تو میں پینے نہیں

کو مسئلہ زیر بحث میں دیگر حضرات فقہاء کرام (امام مالک متوفی ۱۷۹ھ اور امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ) کا کوئی واضح فیصلہ ہے جو حضرات فقہاء احناف کا ہے اور ان کا بھی صرف ان کی تقلید سے یہ ثابت ہے مگر ہم چونکہ اسی گروہ سے خطاب کرتے ہیں جو خود کو حنفی کہلاتے ہیں بلکہ خود حنفیت کا واحد ٹھیکیدار ہے، اسلئے ہم صرف حضرات فقہاء احناف ہی کی چند عبارات اور نقول پر اکتفا کرتے ہیں اور متبعین تقلید حضرات اور اہل انصاف مسلمانوں سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ بغور و انصاف اس تقلید اور مسئلہ کو پڑھیں تاکہ حق کو پہچانیں۔

فقیہ کبیر الشیخ الفاضل الامام الاجل الزاہد الورع امام الصفہ حسن بن منصور المعروف بقاضی خان المتوفی ۵۹۲ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

رجل تزوج امرأۃ بغیر شھود فقال الرجل للمرأۃ خدا و رسول را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول الله صلی الله علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت۔

(فتاوی قاضی خان ... طبع نولکشور)

جس شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور عورت کو کہا کہ خدا و رسول کو گواہ کر لیا تو فقہاء نے کہا یہ کفر ہے کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں بھی غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد کیسے غیب دان ہو سکتے ہیں؟

حضرت فقہاء کرام کا اس عقیدہ پر فتوی کہ وہ ... علم غیب کلی نہیں ... عالم الغیب کے علاوہ

ہے ایک سو احتمالات پیدا ہو گئے ہوں۔ ایک پہلو اسلام کا ہو اور ننانوے کفر کے ہوں تو اس صورت میں بھی وہ تکفیر سے تب ساں ہی کرتے ہیں کہ شاید کہنے والے کی مراد وہ پہلو ہو جو اسلام کا پہلو ہے اور اگر معلوم ہو جائے کہ کہنے والا خود کفر کا پہلو ہی متعین کرتا ہے تو پھر کسی تقیہ و تشبیہ کے پیچھے سے وہ کفر سے ہٹتے بھی نہ تھے۔ مگر یہ پہلو قابل لحاظ کیا یا وجود بڑے محتاط ہونے کے حضرات فقہاء حنفی کس سے عمل اور بے باکی سے اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مجلس نکاح میں گواہ حاضر و ناظر و عالم غیب مان کر اور اس پر عقیدہ رکھتا ہے۔ یہی تو وہ عقیدہ ہے جب مجلس میں تشریف لاتے ہو تو وہ محبوب و مقرر دعوت کی بھی طور پر تشریف لائیں۔ اور مشترکہ مسئلہ ہو تو ایسی مجلس ناجائز اور حرام ہے۔ اور یہ مقام پر جس قرینے سے یہ مسئلہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اگر ایسی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کی روح مبارک کو حاضر و موجود ہونے کی صراحت ثابت ہی نہیں ہے اور حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کی اس صریح تکفیر کے علاوہ اس عقیدہ سے قرآن کریم کی اس آیت کا انکار بھی لازم آتا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔ اور یہی ناجائز اور حرام مجلس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا آپ کی توہین ہے جو صریح کفر ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ ظلمات بعضها فوق بعض

(۲) علامہ عبد الرشید ابو الفتح ظہیر الدین الولوالجی (المتوفی ۵۴۰ھ) فاضل مناظر اور کامل فقیہ تھے (متوفی بعد ۵۴۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

تزوج امرأة ولم يحضر الشهود فقال خدا ورسول را گواه کردم قالوا يكفر لانه يعتقد ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب ولا يعلم الغيب الا الله ومن اعتقد هذا كفر

(فتاوى ولوالجية ...)

ایک شخص بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا۔ اور جب گواہ موجود نہیں تھے اس شخص نے عورت کو خطاب کرتے ہوئے یوں کہا میں تیرے ساتھ خدا تعالیٰ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر نکاح کرتا ہوں تو وہ شخص کافر ہو جائے گا اس لیے کہ اس نے یہ عقیدہ رکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں حالانکہ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور جو شخص ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے

(۳) شیخ العلامہ، مدقق الفہامہ، ابو حنیفہ ثانی زین العابدین بن نجیم المصریؒ (المتوفی ۹۷۰ھ) رقمطراز ہیں کہ:

لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد النكاح ويكفر لاعتقاده ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب۔
(بحر الرائق ج [illegible] ص [illegible])

اگر کسی شخص نے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ کر کے نکاح کیا تو سرے سے ہی منعقد نہ ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائیگا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کر لیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

(۴) حضرت سلطان عالمگیرؒ (المتوفی ۱۱۱۸ھ) نے پانسو علماء و حضرات فقہاء کرام سے مسلمانوں کے لئے جو اسلامی آئین، قانون اور دستور مرتب کرایا تھا اس میں اس کی تصریح موجود ہے کہ:

تزوج رجل امرأة ولم يحضر الشهود وقال خدائے را و پیغمبر را گواہ کردم او قال خدائے را و فرشتگان را گواہ کردم یکفر ولو قال فرشتہ دست راست را گواہ کردم و فرشتہ دست چپ را گواہ کردم لا یکفر۔
(فتاویٰ عالمگیری ج [illegible] ص [illegible])

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائیگا اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں دائیں اور بائیں ہاتھ کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو کافر نہ ہوگا کیونکہ یہ دونوں فرشتے حاضر ہوتے ہیں مگر نکاح نہ ہوگا۔

(۵) فقہ حنفی کے مشہور و معروف فتاویٰ تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ:

لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد النكاح ويكفر لاعتقاده ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب

جس نے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا اور وہ شخص کافر ہو جائیگا کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔

(۶) معروف فتاویٰ جواہر اخلاطیہ میں لکھا ہے کہ:

ان زعم ان النبي صلى الله

اگر کسی نے یہ گمان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب

علیہ وسلم یعلم الغیب یکفر — جانتے ہیں وہ کافر ہو جائے گا اگر کسی کا یہ

فما ظنک بغیرہ — مسلمان یہ عقیدہ رکھے تو کیونکر وہ مسلمان رہ سکتا ہے؟

علاوہ ازیں امام فقیہ حافظ محدث مفسر متقی محقق ابو الفضل امام مطرزی و زاہد علی بن ابی بکرؒ المتوفی ۵۹۳ھ صاحب ہدایہ اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹ میں اور علامہ عدیم النظیر فرید الدہر مختار بن محمود الزاہدی المتوفی ۶۵۸ھ صاحب قنیہ ص ۴۵ میں اور فقیہ وقت جامع علوم امام عبد الرحیم (المتوفی ۶۷۰ھ) فصول عمادیہ ص ۶۴ میں اور عالم وقت امام محدث محمد بن محمد بزازی مشہور بہ ابن بزاز کردری المتوفی ۸۲۷ھ فتاویٰ بزازیہ ص ۳۲۵ میں اور المحدث الکامل الفقیہ وقت علامہ بدرالدین عینیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری ج ۳ ص ۵۴۶ اور محقق کامل حافظ ابن الہمام محمد بن عبد الواحد (المتوفی ۸۶۱ھ مسایرہ مع مسامرہ ص ۸۸ طبع مصر) اور یگانہ روزگار فقیہ و محدث علی بن سلطان القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ المعروف بہ ملا علی القاری الحنفی شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵ میں اور علامہ ابن عابدین امام محمد امین المتوفی ۱۲۵۲ھ شامی ج ۳ ص ۳۰ میں اور اسی طرح دیگر معتبر و مستند حضرات فقہاء احناف اس کی تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یا آپ حاضر و ناظر تھے تو وہ قطعاً کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ آخر میں ہم مفسر قرآن محدث ملک بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ صاحب الحنفی پانی پتیؒ المتوفی ۱۲۲۵ھ کی صرف ایک عبارت پیش کر کے حضرات فقہاء کرام کی عبارات کو انہی مختصر اقتباسات پر ختم کرتے ہیں۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں: "اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت خدا و رسول را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود" (ما لابد منہ ص ۱۲۵)

حضرات! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ حضرات فقہاء احناف کے نزدیک یہ مسئلہ اتفاقی و اجماعی ہے اور یہ غلط ہے کہ وہ صرف حضرات احناف ہی ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر و عالم الغیب تسلیم کرتا ہے بلکہ تمام محقق علماء احناف سو فیصدی اسی پر متفق ہیں اور یہی کفر کا عقیدہ ہے جیسا کہ فتویٰ قاضی اور فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ سے ظاہر ہے اب فریق مخالف ہی بصیرت سے غور کر کے اور ٹھنڈے دل کے ساتھ خود انصاف کی بجائے حق و انصاف سے اور دل میں خوف خدا و آخرت کا خوف

[illegible] خود ہو کر رہ [illegible]

[illegible] [illegible] ہو وہ [illegible] والی [illegible]

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

حضرات انبیاء [illegible] علیہم الصلوٰۃ والسلام [illegible] قوم کے سامنے صحیح تعلیم پیش کی [illegible]

[illegible] صحیح تعلیم [illegible] خود حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام [illegible] قرآن [illegible] نے غلط صفات بیان کئے تھے؟ [illegible]

[illegible] روایت [illegible] حقیقت کا کچھ نہیں پتہ لگا یا حضرات

[illegible] اور [illegible] باطل فرقوں نے کیا کسر اٹھا رکھی ہے؟

[illegible] صفات بیان کئے؟ اور کیا خلیفہ [illegible]

[illegible] واقعی [illegible] صحیح [illegible] ایک مصنف مزاج [illegible]

[illegible] سراسر باطل اور مردود ہیں [illegible]

[illegible] یا ان کے جوابات لیتے ہیں

[illegible] ملاحظہ کریں:

[illegible] بیان کیا ہے [illegible] حضرات فقہاء

[illegible]

[illegible] (ملخصاً)

جواب: [illegible] غیرہ مریض کے

[illegible] بیان کرتے ہیں کہ حضرات

فقہاء کرام [illegible] واقعی کے [illegible]

اگر [illegible] حضرات فقہاء احناف کے نزدیک

تو یہ ضعیف [illegible] ان کا مفتی بہ [illegible] حافظ

ابن ہمام [illegible] تحریر فرماتے ہیں

و ذکر [illegible] [illegible] کیا ہے

یا عتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب (فتاویٰ قاضی خان) کرے یا اعتقاد رکھے کہ جناب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو ایسا شخص کافر ہے۔

خود تو کہیئے کہ حضرات فقہاء نے کس وضاحت اور کیسی صراحت اور وضاحت سے یہ مسئلہ بیان کر دیا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا سراسر کفر ہے۔ مفتی احمد یار خان صاحب کا جواب کہ فقہاء بھی حضور علیہ السلام کو مطلق علم غیب مانتے ہیں ... ان عبارتوں میں کل یا بعض کا ذکر ہی نہیں الخ (جاء الحق ص ۱۲۳) بڑی جہالت پر مبنی ہے کیونکہ مطلق علم غیب سے کل علم غیب ہی مراد ہوتا ہے کیونکہ فرد کامل یہی ہے اور مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ کل یا بعض کا ذکر نہیں سراسر باطل ہے اور یہ صحیح علم اور محاورات اور اصطلاحات سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

دوسرا اعتراض: کہ بعض حضرات فقہاء کرامؒ نے اس تکفیر کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گواہ کیسے پیش کر دیا کہ وہ مسئلہ اعتقادی جنس سے ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کو اور فرشتوں کو گواہ ٹھہرا ہے تو وہ گویا ان معہود طریقہ کے علاوہ ایک دوسرے طریقہ سے نکاح کی علت ... لہٰذا وہ کافر ہے دیکھئے حنفیت ص ... وغیرہ۔

جواب: یہ اعتراض بھی مردود ہے اس لئے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے مطلق مذکور نکاح کرنے والے کی تکفیر کی خود وجہ بھی بیان کی ہے اور وہ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ شخص صرف اس عقیدے کا کافر ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھا اور اس کا اعتقاد کیا ہے حالانکہ آپ کو زندگی میں علم غیب حاصل نہ تھا تو اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کہاں سے حاصل ہو؟ تمام حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارات میں تکفیر کا مرکزی نقطہ یہی صرف یہ ہے۔ ... ان عبارات کا مطالعہ کیجئے کہ حضرات فقہاء کرامؒ وجہ تکفیر اس چیز کو قرار دیتے ہیں کہ اعتقاد علم غیب اور حاضر و ناظر ہوں گے ... سے ہوئے کو ... اللہ تعالیٰ طبیعت صاف ہو جائے گی اگر فریق مخالف کی فہم و حقیقت شناسی کا یہی عالم رہا تو پھر خدا تعالیٰ ہی خیر کرے۔ سے

تیری بزم میں وہ بھی گل کھلے ہیں ... اگر رنگ ... محفل یہی ہے

تیسرا اعتراض: کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے ایسے شخص کی تکفیر محض تہدید اور تخویف کے طور پر کی ہے

جواب: اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر و عالم الغیب تسلیم نہ کرنا کفر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء احناف نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے تو یہ بات [illegible] بالکل واضح ہے کہ یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر یا عالم الغیب ہیں ہرگز اسلامی نہیں ہے اور نہ حضرات فقہاء کرام اس کو اسلامی عقیدہ سمجھتے اور نہ اس کے منکر کی تکفیر ہی کرتے اور اگر مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ تو اصل کی ہے مگر حضرات فقہاء کرام نے جو تکفیر کی ہے تو یہ تمام حضرات فقہاء احناف خود کافر اور مرتد ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک مسلمان کو جو اسلامی عقیدہ رکھتا ہے، کافر بتاتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ کیا واقعی فریق مخالف ان حضرات فقہاء کرام کو کافر سمجھتا ہے؟ نیز اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا اسلامی عقیدہ ہے تو حضرات فقہاء کرام نے تکفیر کیوں کی ہے۔ اور اس مسئلہ پر کیوں کی ہے؟ شدید یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ پر فرشتوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والا بلکہ ہر قسم کی نیکی کرنے والا کافر ہے۔ اور پھر حضرات فقہاء کرام نے پوچھنے کہ آپ سے [illegible] کا ذکر اور دیگر جو تم ہمیشہ فرشتوں کو بیوں کافر نہیں کہ کیا آپ کو ہر جگہ کے لئے علم غیب اور حاضر و ناظر کا مسئلہ ہی وہ سبب ہوا ہے؟ ؎

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

چوتھا اعتراض: بعض حضرات فقہاء کرام نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا یہ قول بھی کہ آپ پر پیش کیا جاتا ہے اسے وہ کافر نہ ہوگا۔ مجالس الحق ص [illegible] وغیرہ۔

اگرچہ عرض اعمال کی حدیث صحیح اور حق ہے مگر اس سے یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس لئے کہ وہ لوگ عرض اعمال کی حدیث کو جانتے تھے انہوں نے حضرات فقہاء کرام کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہیں کیونکہ حضرات فقہاء کرام تو یہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اس لئے کافر ہے کہ اس نے [illegible] نکاح میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر تسلیم کیا ہے اور وہ قائل جو [illegible] نفوذ کی [illegible] کہتا ہے کہ [illegible] آپ کو حاضر تسلیم کرتے ہوں [illegible]

کرتے ہوئے حضرت یہ کہتے ہیں کہ نکاح کی بیعت نے مقام پر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم تشریف فرما ہیں پیش کی گئی ہو تو اس وجہ العروس بالا بعد صلی یہ قاشدم لوگوں نعن
سے یہی وجہ ہے حضرات فقہاء حنفیہ ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں اور یہ باتیں وہ کیا توجیہ
ہو حاضر نہیں مانتے اور پوری شرح وہ ی کے ساتھ اس کی تکفیر کیا کرتے ہیں وہ یہ آنحضرت صلعم
کرم نے اس عبارت میں ایسے شخص کی تکفیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و
ناظر ہونے کا قائل اور علم غیب کلی کا معتقد ہو اور اس دلیل کے قول سے ظاہر ہے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ
یہ شخص ہر مجلس نکاح میں آپ کو حاضر و ناظر سمجھتا ہے چونکہ ان حضرات فقہاء احناف کی عبارت میں
یعلم الغیب کے الفاظ موجود ہیں یعنی قائل یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب غیب
جانتے ہیں اور الغیب اسم جنس یا مصدر ہے جو معرف باللام ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے (شرح مقاصد
بحوالہ مشکل جلالین ص) اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ واقعی ایسا شخص کافر ہے کیونکہ
نصوص کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور ... جن کے خلاف ایک بھی معتبر قول
نقل اور ثابت نہیں پیش کی جا سکتی اور عرض اعمال کی حدیث سے صرف عرض اجمالی ثابت
ہے ... اس کی مزید بحث تسکین الصدور میں ملاحظہ کریں۔ اب البتہ تمام اہل اسلام
کا یہ عقیدہ ہے کہ بذریعہ وحی یا کشف و الہام اللہ تعالیٰ نے بعض مغیبات پر حضرات انبیاء عظام اور اولیاء کرام
علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مطلع کر دیتا ہے اگر کوئی قائل ایسا ہے یا اس کا عقیدہ یہ ہو کہ ہمیشہ اور ہر
جگہ اور ہر مجلس نکاح میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں لیکن میرے اس جزوی
واقعہ میں آپ ... حاضر ہو گئے یا آپ کو اس کا علم عطا ہوا ہے تو گو یہ بات بھی بالکل
باطل اور بے دلیل ہے مگر اس صورت میں اس کی تکفیر میں تامل ہو سکتا ہے اور بعض نے تو یہی
ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ ہر مجلس نکاح میں حاضر و ناظر ہیں اور آپ کو اس کا علم ہے تو اس کی
تکفیر میں حضرات فقہاء کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس جزوی طور پر حاضر ہونے اور کلی طور پر ہر ایک جگہ
میں حاضر و ناظر ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ عرض اعمال کی حدیث کی مزید تشریح

اور بہت سے معائب ہیں دیکھئے۔

پانچواں اعتراض: کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کی تکفیر کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذاتی طور پر عالم الغیب اور مختار کل ہیں اور ہم لوگ تو عطائی طور پر آپ کو بلکہ دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام اور جملہ اولیاء علیہم الرحمۃ کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر مانتے ہیں اور چونکہ عطائی طور پر ان صفات کے غیر اللہ میں تسلیم کرنے سے صفات خداوندی میں شرکت لازم نہیں آتی کیونکہ خداوند تعالیٰ کی یہ صفات ذاتی ہیں اس لئے یہ شرک نہیں ہے۔ دیکھئے جاء الحق [illegible]

جواب: یہ محض تلبیس اور دھوکہ ہے اس لئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا وجود مسعود اور نبوت و رسالت وغیرہ وہبی اور عطائی ہے تو ان کو کیسے تام کیا جا سکتا ہے کہ ان کی علم سمع و بصر وغیرہ کی کوئی صفت ذاتی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ جب موصوف عطائی ہے تو اس کی صفت کیسے ذاتی ہوئی یہ تو ممنوع کیا جب اس کا احتمال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تو پھر یہ ذاتی اور عطائی کا تقسیم کرنا ہی بیکار اور باطل ہے۔ ثانیاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ [illegible] ذاتی طور پر [illegible] اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور دیگر لوگوں کو بھی عطائی طور پر [illegible] خالق [illegible] تو کیا ایسا شخص مسلمان رہے گا؟ [illegible] کی دلیل ہے؟ اگر وہ [illegible] نہیں [illegible] تو فرمائیے کہ ان کی عبارت سے یہ مطلب لینے کا کیا جواز آپ میں ہے [illegible] تسلیم نہیں کیا پھر ان کا فرق کیسے [illegible] ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالاستقلال [illegible] مگر کوئی دوسرا شخص جیسے مرزا غلام احمد قادیانی جو ظلی نبوت کا مدعی [illegible] کی نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی [illegible] تو کیا ایسا شخص مسلمان رہ سکتا ہے [illegible] تو آپ کا عالم الغیب [illegible] کیسے ہوگی [illegible] اللہ تعالیٰ کی صفات کے دو پہلو ہیں [illegible] ذاتی [illegible] تفصیلی [illegible] اور [illegible] یقیناً شرک ہے [illegible] مانتے ہیں مگر کلی [illegible] تسلیم کرتے ہیں جو نصوص قطعیہ کے صریح مخالف اور

بجائے خود شرک ہے۔ اور رابعاً حضرات علماءِ عرب بھی تو مطلق طور پر کسی بت، اصنام اور معبودوں کیلئے یہ صفت تسلیم کرتے تھے تو وہ مشرک اور کافر کیوں قرار دیئے گئے پھر کسی ایسا ہی دعویٰ کرنے والا کیونکر کفر سے بچ سکتا ہے؟ اس کی مزید تحقیق راقم الحروف کی کتاب گلدستۂ توحید اور ازالۃ الریب وغیرہ میں دیکھئے

چھٹا اعتراض: کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے ایسے مدعیٔ علم غیب کی تکفیر کی ہے جس کے پاس دلیل نہ ہو اور علم غیب کے مستند کی دلیل ہو تو وہ ماعدا دلیل قطعیہ کے تحت داخل نہیں تب ایسا شخص کافر نہ ہوگا۔

جواب: یہ اعتراض بھی حسبِ معمول بے وزن ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرات فقہاء کرامؒ کی نظر بصیرت بڑی اندر رس ہوتی ہے۔ وہ مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کرکے کسی حکم شرعی اور قیود و حدود کو بیان کرکے ذرہ نوازی کر کے فتویٰ صادر فرماتے ہیں اور اس مقام پر یہ قید بقول حضرات فقہاء کرامؒ نے بیان نہیں فرمائی۔ ثانیاً اگر یہ کسی مجلس نکاح میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر تسلیم کرنا یہ دعویٰ کرنا کہ آپ کو اس کا علم ہے یہ بھی تو وہی بات ہے جو ماعدا دلیل قطعیہ کا مصداق ہے اور اس پر کوئی قطعی دلیل موجود نہیں ہے کیا قرآن کریم یا حدیث متواتر یا اجماعِ امت میں کوئی ایسی دلیل موجود ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ ہر مجلس نکاح میں حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور ہر منعقد نکاح کا آپ کو علم ہوتا ہے یا کم از کم خبرِ واحد صحیح ہی ہو جس سے ظن کا افادہ ہو مگر اس پر دلیل نہیں اور یقیناً نہیں تو معاملہ صاف ہے اور وہ الزام ہے تو اللہ بسم اللہ۔ لائیے ہم منتظر رہیں گے ہیہات ہیہات۔

فریق مخالف سے مطالبہ: ہم فریق مخالف کو دعوتِ فکر دیتے ہیں اور یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مسلّم حضرات فقہاء امت کی دو شہادتیں نہ سہی صرف ایک ہی شہادت اور حوالہ پیش کرے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر مجلس نکاح میں حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتا یا جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آپ کو ہر مجلس نکاح کا علم نہیں ہے اور یا جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اور آپ کو علم غیب کلی حاصل نہیں تو وہ شخص کافر ہے۔ فریق مخالف کی پوری جماعت کو تا قیامت مہلت ہے اور ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا کر وہ یہ مطالبہ پورا کر سکے۔ ہے کوئی مرد میدان؟ ویدہ باید۔ مفتی احمد یار خان صاحب سے جب

یہ بچوں میں سکا تو گفتگو خلاصی کرنے کی یہ تجویز کی کہ درمختار ج ۳ باب المرتد میں بحث کرتے ہوئے یہیں ہے شامی۔ یا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔ نیز اے حاضر اے ناظر کہنا کفر نہیں ہے" (دیوبندی مذہب ص ۱۴) مگر مفتی صاحب نے اس پر مطلقاً غور نہ کیا کہ یہ لفظ حاضر و ناظر میں نہیں ہے بلکہ اس کے مفہوم اور معنی میں ہے۔ اشتراک لفظی سے مسائل حضرت مفتی احمد یار خان صاحب جی کو دیتے مفتی صاحب ہی فرمائیں کہ کیا انسان کو سمیع اور بصیر کہنا کفر ہے؟ یہی کہیں گے کہ ہرگز نہیں اس لئے کہ قرآن کریم میں انسان کے لئے یہ صفت آئی ہے۔ انسان کی حقیقت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا (پ ۲۹ دہر) ہم نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا

ہاں اگر اس سے مراد یہ لی جائے کہ انسان ہر چیز کو دیکھتا اور سنتا ہے تو یہ نہ صرف ناجائز ہوگا بلکہ کفر ہوگا تو اختلاف استعمال لفظ میں نہیں بلکہ مفہوم اور معنی میں ہوا۔ اسی طرح حفیظ و علیم۔ رب اور ملک وغیرہ کے الفاظ انسان پر اطلاق کئے گئے ہیں اور اس معنی میں انسان پر یہ الفاظ استعمال کرنے ناجائز نہیں ہیں لیکن اگر ان الفاظ کو وہ معنی اور مفہوم دیا جائے جو خدا تعالیٰ کے شایان شان ہے تو یقیناً باطل ہوگا۔ جیسے لفظ رسول کا اطلاق لغوی اعتبار سے غیر نبی پر بھی ہوا ہے جیسے کہ بچے دو قاصدوں پر رسولا مسیلمۃ کا اطلاق ہوا ہے مگر یہ شرعی رسول کا مفہوم کسی اور میں نہیں پایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو سمجھ عطا فرمائے۔ گو یہ مفتی صاحب تو نہیں کر رہے

نہ ہر کہ موئے برافروخت دلبری داند

مفتی صاحب نے تو یہ کہا مگر مولوی سید احمد صاحب کاظمی لکھتے ہیں شامی ج ۳ ص ۳۲۰ ویا حاضر ویا ناظر لیس بکفر صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یا حاضر و ناظر کہنا کفر نہیں۔ اس پر علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں۔

فانہ لیس بکفر فان الحضور بمعنی العلم شائع أی قریب والنظر بمعنی الرؤیۃ

(بلفظہ ملتقطاً حاشیہ تسکین الخواطر ص ۳۱)

کہ حضور علم کے معنی میں عام طور پر مستعمل ہے اور نظر رؤیت کے معنی میں مستعمل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔

اس عبارت کا مفاد بھی کچھ اور ہے جو کسی صاحب کے مطلب سے [illegible]

بدعت کو سمجھ عطا فرمائے۔

نوٹ:- سنی شیعہ دیوبندی وہابی [illegible]

متوسلین اور شارع و مذہب میں ہے [illegible] جماعت

ما مدہ عوام اور سادہ لوح حضرات کی تعلیمی تسکین کا سامان [illegible] ہو سکے مگر اہل علم و سمجھدار انسان

کے نزدیک پسے ہوئے پر کاہ کا وزن بھی نہیں رکھتے [illegible]

اس غلط عقیدہ کا رد ان سے اظہار ہی ہو [illegible]

اس چمن میں پیرو بلبل ہو یا تلمیذ گل [illegible]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خوب [illegible]

نقش قدم پر چلو گے، دیکھا دال صحیح [illegible] عیسائیوں کا [illegible]

رکھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر موجود ہے [illegible] کتاب [illegible]

عماد الدین صاحب لکھتے ہیں یعنی یسوع مسیح ہر جگہ حاضر و ناظر ہے [illegible]

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ [illegible]

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوتے ہیں [illegible]

میرے نام پر اکٹھے ہیں وہاں میں ان کے بیچ میں [illegible]

جاہل کلمہ گو مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جہاں آپ کا ذکر پاک یا نام مبارک [illegible] مجلس میلاد اور محفل

ولادت ہوتی ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے ہیں [illegible]

کیا کسر باقی رہ جاتی ہے [illegible] برائے نام محمدی اور عیسائی [illegible]

تا کس نگوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

یہاں تک جو بحث ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تھی

اب آپ حضرت غوث پاک [illegible] کی زبانی [illegible] متعلق بھی بعض [illegible] سن لیجئے

تاکہ مسئلہ زیر بحث کا یہ پہلو بھی تشنہ نہ رہے علامہ زین بن نجیم لکھتے ہیں کہ

قال علماؤنا من قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر۔
(بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴)

ہمارے حضرات علماء احناف نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور وہ جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر ہے۔

اور اسی سے ملتی جلتی عبارت فقہ حنفی کی دیگر معتبر اور مستند کتابوں میں مذکور ہے۔

حضرت آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ ہمارے اکابر حضرات علماء احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم اجمعین کا یہی دینی عقیدہ چلا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق سے زیادہ علوم و معارف و حقائق و اسرار گزشتہ اور آئندہ واقعات سے متعلق بے شمار غیب کی خبریں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں جتنے کہ نہ تو کوئی نبی مرسل ان علوم میں آپ کا شریک ہو سکتا ہے اور نہ کوئی فرشتہ مقرب۔ یہ فرماتے ہیں کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اور عالم الغیب والشہادۃ اور جمیع ما کان وما یکون کا عالم ہونا صرف ذات خداوندی کا خاصہ ہے۔ اور یہ عقیدہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق بھی رکھنا خالص کفر ہے بدیگراں چہ رسد۔ خدا نخواستہ تو آپ کی مانند آج تک کوئی پیدا ہوا نہ ہوگا کیا خوب کہا گیا ہے کہ ؎

زیبا مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

فتاویٰ مسعودی مطبوعہ ... مفتی محمد مسعود شاہ صاحب نقشبندی دہلوی (کا ترتیب) بریلوی المسلک پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب جس پر تقریظ مولوی عبد الحکیم شرف قادری بریلوی و مولوی محمد منشا تابش قصوری بریلوی نے کی ہیں ایک سوال کے جواب میں ہے "کلمہ واسطے جو کہا یا رسول اللہ کسی وقت سونے اور نشست اور برخاست وغیرہ کے وقت صحیح ہے لیکن بہ نیت حاضر و ناظر سمجھ کر شرک ہے ہر جگہ صفت اللہ ذات خاص واسطے خدا کے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید یہ صفت حضوری کی صفت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسرے کو شریک کرنا شرک ہے۔ الخ

چوتھا باب

اس باب میں فریق مخالف کی طرف سے پیش کردہ نقلی اور عقلی استدلالات کے جوابات عرض کئے جاتے ہیں۔ قارئین کرام سے ملتمس ہیں کہ مستدلات جواب کردہ مقامات اور تمہیدی گذارشات کے ساتھ مختلف ذہن سے اس بحث پر غور و فکر کریں تاکہ آپ کو فریق جماعت کے مغالطات یا ناجائز استدلالات کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے۔

فریقِ مخالف کا پہلا استدلال اور اس کا پس منظر

مخالفین نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر لفظ شاہد اور شہید سے استدلال کیا ہے۔ ذیل کی آیات پر ایک نگاہ ڈالیے پھر فریق مخالف کے استدلال کی تشریح سنئے۔

(۱) سورہ مزمل میں ارشاد ربانی یوں ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا

ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول گواہی دینے والا تمہارے اوپر جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔

(۲) سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (پ ۲ بقرہ رکوع ۱)

اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت بہتر تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا

(۳) سورۂ احزاب میں ارشاد ربانی یوں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (پ ۲۲ احزاب رکوع ۶)

اے نبی ہم نے تجھ کو بھیجا ہے گواہی دینے والا اور خوش خبری سنانے والا

(۴) سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ (پ ۵۔ نساء ۔ رکوع ۳)

پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہر امت میں سے گواہی دینے والا اور بلائیں گے تجھ کو ان لوگوں پر گواہی دینے والا

(۵) سورۂ حج میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔ (پ ۱۷ ۔ حج ۔ رکوع ۱۰)

تاکہ رسول ہو گواہی دینے والا تمہارے اوپر اور تم ہو گواہی دینے والے لوگوں پر

یہ آیات کریمات آپ ملاحظہ فرمائیے ہیں، اب فریق مخالف کا ان سے استدلال اور احتجاج بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت شاہد اور شہید بیان کی گئی ہے اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت پر گواہی دیں گے۔ اگر آپ ہر ہر امتی کے حال سے واقف اور آگاہ نہیں اور اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم جمیع ماکان ومایکون یعنی ہر ہر چیز کے جاننے والے کہ جو چیزیں دنیا میں پہلے ہوئیں اور قیامت تک جو آئندہ ہوں گی نہیں تو آپ گواہ کیسے بنے؟ جب آپ گواہ ٹھہرے تو حاضر و ناظر ہوئے اور غیب پر مطلع ہوئے۔ (دیکھئے جاء الحق ص ۱۳۳ وغیرہ)۔

جواب:- اس سے قبل کہ ہم استدلال کے تحقیقی اور الزامی جوابات عرض کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند بنیادی اور اصولی باتیں عرض کر دیں تاکہ مقصد آسانی سے سمجھ میں آ سکے۔

(۱) قرآن کریم آسمان دنیا سے ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا بلکہ ضرورت و مصلحت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے۔ مکہ مکرمہ (یعنی غار حرا) میں اس کے نزول کی ابتداء ہوئی اور پھر ہوتے ہوتے آپ کے پورے زمانہ نبوت (یعنی تیئیس ۲۳ برس) میں یہ مکمل ہوا۔ اس میں تو اختلاف ہے ورنہ اختلاف کی گنجائش نہیں۔

(۲) قرآن کریم کی موجودہ ترتیب نزول کی ترتیب نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم کی سب سے پہلے جو

حالانکہ یہ آیات جس سورۃ میں ہیں ... ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ﴾ ... آیات نازل ہوں
مدونہ میں وہ سورت ... کے آخری پارے میں ہے اور سب کے آخر میں جو سورت نازل ہوئی ہے وہ سورۃ
توبہ ہے جو تقریباً دسویں پارے کے وسط سے شروع ہو کر گیارہویں پارے میں ختم ہوتی ہے۔

(۳) قرآن کریم کی جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہیں ان کی ترتیب یہ ہے سورۃ بقرہ، انفال، آل عمران، احزاب، ممتحنہ، نساء، اذا زلزلت، حدید، قتال، رعد، رحمن، طلاق، لم یکن، حشر، اذا جاء نصر اللہ، نور، حج، منافقون، مجادلہ، حجرات، تحریم، جمعہ، تغابن، صف، فتح، مائدہ، اور سورۃ توبہ علی الترتیب نازل ہوئی ہیں۔ بحوالہ تفسیر اتقان علامہ جلال الدین سیوطیؒ (ج ۱ ص ۱۱ اردو)۔

(۴) اس بحث کے ساتھ ایک کڑی یہ بھی ملا لیجئے کہ قرآن کریم کی سب سے آخر میں جو سورت نازل ہوئی ہے وہ سورۃ توبہ ہے چنانچہ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳ اور مسلم ج ۲ ص ۳۳۵ میں حضرت براءؓ بن عازبؓ سے اور مستدرک ج ۲ ص ۲۲۱ میں، جس کی تصحیح پر امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں متفق ہیں، حضرت عثمانؓ بن عفان سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

آخر سورة انزلت ... سورة التوبة — سب سے آخر میں قرآن کریم کی جو مکمل سورت نازل ہوئی ہے وہ سورۃ توبہ ہے۔ (رواہ مسلم ج ۲ ص ۳۳۵)

لیکن اس کی صرف دو آیتیں ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ الآیتین مکی ہیں (تفسیر اتقان ج ۱ ص ۱۷) اور دو باتیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، ایک یہ کہ اگر قرآن کریم کی کسی آیت کا ایسا مطلب بیان کیا جائے، جس کی تردید دوسری آیات اور خصوصاً بعد کو نازل ہونے والی سورتوں اور آیتوں سے ثابت ہو تو ایسا مطلب اور معنی یقیناً مردود ہوگا اور دوسری یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بسند صحیح کسی آیت کی تفسیر مروی ہو اور اس کے مقابلہ میں کسی مفسر کی دلیل بے جوڑ ہو تو اس روایت کی اصول شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی مناسب تاویل کرلی جائے گی جس سے وہ تفسیر قرآن کریم اور حدیث شریف کے مخالف نہ ہو اور اگر تاویل نہ ہو سکے تو وہ اس کا مصداق ہوگی کہ ... [illegible]

ناظرین کرام! اس اصول بحث کے بعد مکمل طور سے اُمور ذیل پر نگاہ ڈالیے۔ سورۂ مزمل مکہ مکرمہ میں نازل ہوچکی تھی جس میں شاہد کا لفظ موجود ہے۔ اور سورۂ بقرہ، سورۂ احزاب، نساء، حج گرچہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن سورۂ منافقون، تحریم، توبہ وغیرہ مذکورہ بالا سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اگر شاہد اور شہید سے مراد وہی ہو جیسا کہ فریق مخالف کا بے بنیاد دعویٰ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا تو جو سورتیں ان سورتوں کے (جن میں شاہد و شہید کے الفاظ موجود ہیں) بعد میں نازل ہوئی ہیں وہ اس دعویٰ کی تردید کیا کرتی ہیں؟ اور آپ پوری تفصیل سے پڑھیں گے کہ ان سورتوں کے بعد نازل ہونے والی سورتیں اس دعویٰ کی صراحت سے تردید کرتی ہیں۔ چونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اسکا کلام ہے اس میں تعارض اور اختلاف وجود کیا احتمال بھی پیدا نہیں ہوسکتا اس لئے فریق مخالف کے اس دعویٰ کو تسلیم کرنے سے قرآن کریم کی سورتوں کا آپس میں اختلاف اور تعارض پیدا ہوجاتا ہے اور یہ مطلب قطعاً قرآن کریم کا نہیں ہوسکتا اور یقیناً یہ معنی اور مطلب بے بنیاد ہوگا جو مردود اور باطل ہے۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیے کہ تعارض کس طرح لازم آتا ہے اور اختلاف کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

سورۂ منافقون جو سورۂ مزمل، بقرہ، احزاب، نساء، حج کے بعد نازل ہوئی ہے جن میں شاہد اور شہید کا لفظ موجود ہے جس سے مخالفین اپنا کام چلاتے ہیں۔ اس کا شان نزول بخاری ج ۲ صفحہ ۷۲۷ اور مستدرک ج ۲ صفحہ ۴۸۸ میں یوں آتا ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ نے روایت کی کہ ہم ایک غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف لے گئے (یہ غزوہ حضرت امام نسائیؒ وغیرہ کی تصریح سے غزوۂ تبوک تھا اور حضرت جابرؓ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات میں سب سے آخری یہی غزوہ تبوک تھا مستدرک ج ۲ صفحہ ۴۸۸)۔ اس سفر میں میں نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو یہ کہتے سنا کہ جب ہم مدینہ کو واپس چلے جائیں گے تو ہم اہل عزت لوگ (یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرامؓ العیاذ باللہ تعالیٰ) کو مدینہ سے ذلیل اور خوار کرکے نکال دیں گے۔ نیز خود سرکار دو عالم کو کشاں کشاں لئے پھرتے ہیں حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کو یہ بات سنائی

نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہہ دیا چنانچہ آپ نے مجھے طلب کیا میں نے سارا قصہ سنا دیا آپ نے رئیس المنافقین کو طلب فرمایا آپ نے سوال کیا کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ اس نے قسم اور حلف اٹھا کر کہا خدا کی قسم میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا حضرت آپ خود سوچئے کہ میں بھلا ایسی باتیں کہہ سکتا ہوں؟ آپ کا خاک پا اور ایسی قسم کی باتیں! توبہ توبہ ع

یہ ساری بیچ والوں کی شرارت ہے

اس کے بعد حضرت زید بن ارقم کے الفاظ بھی سن لیجئے۔

فکذبنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدقہ فاصابنی ھم لم یصبنی مثلہ قط (بخاری)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور عبد اللہ بن ابی کو سچا تسلیم کر لیا اس پر مجھے اتنی پریشانی اور غم لاحق ہوا جو اس سے پہلے کبھی لاحق نہیں ہوا تھا۔

حضرت زید فرماتے ہیں کہ میرے چچا نے مجھے ملامت کیا میں اتنا شرمندہ ہوا کہ گھر سے باہر نکلنے کی تاب بھی اپنے اندر محسوس نہ کر سکتا تھا۔ اس کے بعد قرآن کریم کی پوری سورت نازل ہوئی اور اس میں منافقوں کی جھوٹی قسموں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مطلع کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ارقم کو بلا کر فرمایا کہ تم سچے ہو اور منافقین جھوٹے ہیں اور فرمایا:

ان اللہ قد صدقک یا زید

اے زید اللہ تعالیٰ نے تجھے سچا قرار دیا ہے۔

اور قرآن کریم کے بعض الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون اتخذوا ایمانھم جنۃ (پ ۲۸ منافقون رکوع ۱)

جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی قسموں کو ڈھال اور سپر بنا رکھا ہے

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے تو آپ یقیناً عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کی بے ہودہ باتیں سن لیتے کیونکہ مخالفین کے قول کے مطابق آپ ہر جگہ حاضر و ناظر تھے شاہد و شہید تھے ہم

معلوم ہوتا ہے کہ فقیر نے ایک سچے کو جھوٹا کیوں کہا اور جھوٹے منافق کو کیوں سچا قرار دیا؟ کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی دیدہ و دانستہ حاضر و ناظر اور عالم جمیع ما کان و ما یکون ہونے کے باوجود سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا قرار دیا کرتے تھے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور ان بریلوی حاضر ناظرین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب تو ارشاد فرمانا چاہیئے بینوا توجروا۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم کی تصدیق نہ فرمانے سے لازم نہیں آتا کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ شہادت سے کیا تو مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعا علیہ قسم کھائے تو مقدمہ جیت جائے گا کیونکہ قاضی کا فیصلہ شہادت پر ہی یا مدعا علیہ کی قسم پر ہوتا ہے نہ کہ قاضی کے ذاتی علم پر (جاء الحق ص...) مگر یہ جواب سراسر مردود ہے اس لئے کہ بے شک قاضی بلا ثبوت یا حلف فیصلہ نہیں کر سکتا مگر اس کو شرعاً یہ بھی تو حق حاصل نہیں کہ ذاتی علم کے ہوتے ہوئے سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا قرار دے اور پھر اس سے ناراض بھی ہو جائے۔ بخاری ج ۲ ص ۷۲۸ ہی میں یہ روایت مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو جھوٹا تصور فرمایا اور ان سے ناراض بھی ہو گئے۔ یہ کیا عجیب منطق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیع اور بلند ذات کی طرف یہ بات منسوب کی جائے کہ آپ نے سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا قرار دیا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ پھر مفتی صاحب جو یہ لکھتے ہیں کہ کذبنی کے معنی ہیں کہ میری بات نہ مانی یہ معنی نہیں کہ مجھ کو جھوٹا فرمایا کیونکہ جھوٹا فاسق ہوتا ہے اور صحابی سب عادل ہیں (جاء الحق ص ۱۵۴) تو یہ بھی باطل ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ کذبنی کا یہ معنی کہ میری بات نہ مانی خلاف محاورہ ہے۔ اس کا صحیح معنی یہی ہے کہ مجھے جھوٹا قرار دیا۔ و ثانیاً اگر مفتی صاحب کا یہ معنی صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ آپ نے حضرت زیدؓ کی بات باوجود سچی ہونے کے کیوں نہ مانی؟ و ثالثاً بے شک حضرات صحابہ کرامؓ عادل ہیں مگر غیر معصوم ہیں۔ بنا بریں کسی کی تکذیب کرنے سے اس کا نفس الامر میں جھوٹا ہونا لازم نہیں آتا۔ چونکہ حضرت زیدؓ نفس الامر میں سچے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق نازل فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے مبارک کی غلطی ظاہر کر دی۔

اس سلسلہ میں محدث کے پیش نظر یہ عرض کرنا ہے کہ اگر عدد شاہد اور شہید سے وہی مراد ہوتی جس کو خان صاحب بیان کرتے ہیں یعنی حاضر و ناظر تو جن سورتوں میں اس صفت کا ذکر ہے ان سب سے سورۃ منافقین بھی کو اس پہلو سے جس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تردید ہوتی ہے اور یہ محال ہے کہ قرآن کریم کی کوئی ایک آیت دوسری آیت کی اور ایک سورت دوسری سورت کی تردید کرے ورنہ ان کی سورتوں کا اس طرح آپس میں اختلاف اور تناقض واقع ہو جائے گا۔ لہذا شاہد اور شہید سے حاضر و ناظر کا مراد لینا قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے۔ دوسرے سورۃ تحریم کا شان نزول صحیح بخاری ج [illegible] ص [illegible] اور مسلم ج [illegible] ص [illegible] وغیرہ میں اس طرح بیان ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ام المومنین حضرت زینبؓ کے پاس کہیں سے شہد آگیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خلاف معمول حضرت زینبؓ کے پاس شہد نوش کرنے کے سلسلہ میں دیر ہو جایا کرتی تھی۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو مقتضائے بشریت یہ چیز ناگوار گزری کہ آپ زیادہ وقت کسی اور کے پاس ٹھہریں۔ آپس میں خفیہ میٹنگ اور مشورہ کیا کہ کسی حیلہ و بہانہ سے آپ کا حضرت زینبؓ کے پاس بکثرت [illegible] بند کرانا چاہیے۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو وہ کہے کہ آپ نے مغافیر کھایا ہے ایک قسم کی گوند کی بو آتی ہے اور اگر آپ حضرت حفصہؓ کے پاس آئیں تو وہ یہ بات کہے۔ سازش مکمل ہو گئی اور آپ جب تشریف لائے تو یہ بات کہہ دی گئی آنحضرت نے فرمایا میں نے اور تو کوئی چیز کھائی نہیں البتہ زینبؓ کے ہاں شہد کھاتا رہا۔ اب خیر سے لازم ہے کہ آئندہ شہد استعمال نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص لہجہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تنبیہ فرمائی اور حجبہ کا ورد فرمایا کہ آپ نے [illegible] اللہ کی حلال چیز کو استعمال کیجئے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ قرآن کریم کے بعض الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ (التحریم پ ۲۸ ع ۱۹) — اے نبی تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر تو چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی

اس مقام پر بحث کو بھی پیش نظر رکھئے اور مفتی احمد یار خاں صاحب کے اس مغالطہ کو بھی

دیکھئے کہ یہ جو امر فرمایا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ ان حضرات ازواج کی خیال کے مطابق ہے (جاء الحق صفحہ ۱۴۳)
سبحان اللہ تعالیٰ کیا ہی مفتیانہ جواب۔ اس واقعہ کے ساتھ اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

واقعہ یوں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک سے کوئی مخفی بات ذکر کی اور فرمایا کہ یہ کسی کو نہ بتلانا۔ انہوں نے غلطی یہ کی کہ آپ کے راز کی بات بتلا دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے آگاہ کر دیا۔ وہ فرمانے لگیں آپ کو یہ معاملہ کس نے بتلایا ہے کہ میں نے یہ بات ظاہر کر دی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس اللہ نے خبر دی ہے جو علیم اور خبیر ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ بھی دیکھ لیجئے:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ

(پ۲۸۔ تحریم۔ رکوع ۱)

اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بی بی سے کوئی بات پھر جب اس نے خبر کر دی اس کی اور اللہ نے جتا دیا نبی کو تو نبی نے اس میں سے کچھ اسے جتا دی اور کوئی حصہ بیان نہ کیا۔ پھر جب نبی نے اس بی بی کو یہ جتایا تو وہ کہنے لگی آپ کو کس نے بتایا؟ نبی نے کہا مجھے اللہ علیم و خبیر نے آگاہ کر دیا ہے۔

پہلے واقعہ (یا حفصہ) سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر یعنی حضرات ازواج مطہرات کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہوتے ہیں کیونکہ ان کا اگر یہ عقیدہ ہوتا کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو اس خفیہ سازش اور مخفی میٹنگ کا کیا معنی اور

ف اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا الآیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول اور ارشاد پر لفظ حدیث کا قرآن کریم میں اطلاق ہوا ہے۔ اس منکرین حدیث کا یہ دعویٰ کہ حدیث صرف قرآن ہی ہے باطل ہے کیونکہ لفظ حدیث کا عمومی طور پر قرآن کریم پر ہی اطلاق ہوا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان اور ارشاد پر بھی قرآن کریم میں یہ لفظ بولا گیا ہے۔

مطلب تھی ورنہ جیسے آپ کی موجودگی میں اور آپ کے سامنے تو وہ کرنے کی دعوتوں سے جرأت نہیں کی پس پشت اور غائبانہ بھی ان طرفات تکمیل کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اسی طرح دوسرا واقعہ تو نص قطعی ہے کہ ازواج مطہرات کا ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہیں اور آپ ہر بات بعینہٖ نفس سن لیتے ہیں جیسا کہ آج کل بریلوی دوستوں کا خیال ہے۔ اگر حضرات ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ ہوتا تو آپ کی زوجہ مطہرہؓ کے اس سوال کا کیا معنی ہے۔ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ هٰذَا۔ یعنی زوجہ مطہرہؓ نے کہا کہ آپ کو کس نے یہ اطلاع دی ہے؟ اور اس کے جواب میں آپ یہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے۔ اگر لفظ شاہد اور شہید کا وہی معنی ہوتا جو فریق مخالف کا ایجاد کردہ ہے یعنی حاضر و ناظر تو حضرات ازواج مطہرات کو جن کو خصوصیت سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہو چکا ہے کہ:۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (الاحزاب ع ۴)

اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں۔

ضرور معلوم ہونا چاہئے تھا کہ جب قرآن کریم میں آپ کی صفت شاہد اور شہید (یعنی بقول مخالفین حاضر و ناظر) بھی ہے تو آپ سے کون سی بات مخفی رہ سکتی ہے؟ اور پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر یہ نہ کیا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ میں تو شاہد اور شہید یعنی حاضر و ناظر ہوں سب باتیں خود سن لیتا ہوں اور ہر مجلس میں خود موجود ہوا کرتا ہوں۔ پھر تمہاری یہ باتیں اور خفیہ مجلسیں مجھ سے کیسے اور کیونکر مخفی رہ سکتی ہیں؟ اور پھر مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ آپ حضرات ازواج مطہراتؓ کے اس عقیدہ پر کہ آپ حاضر و ناظر نہیں، خاموش ہی رہتے ہیں بلکہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے تمہارے اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا ہے۔

یہ سورت ان تمام سورتوں کے بعد نازل ہوئی ہے جن میں شاہد و شہید کا لفظ وارد و موجود ہے اگر شاہد اور شہید سے مراد حاضر و ناظر ہوتا تو تحلیل ہے جو پہلے نازل ہوئے ان سورتوں اور واقعات سے اس معنی اور مطلب کی تردید ہوتی۔

اس واقعہ سے آپ کے جمیع ما کان وما یکون کے علم اور مختار کل ہونے کی بھی صاف نفی ہو گئی۔

ہے کیونکہ اگر آپ کو یہ حق دیا جا چکا ہوتا کہ آپ جو چاہیں حلال کر دیں اور جو چاہیں حرام کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیوں ایک خاص لہجہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ آپ نے کیوں وہ چیز حرام کر لی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کی تھی۔ مگر افسوس کہ مخالفین کو اس سے کیا تعلق کہ ہمارے اس عقیدہ کی رو سے قرآن کریم صحیح احادیث، اور حضرات صحابہ کرامؓ اور خصوصاً حضرات ازواج مطہراتؓ سے متعلق کیا نظریہ قائم ہوتا ہے اور ان کی طرف کس چیز کی نسبت لازم آتی ہے۔ مگر اہل بدعت کو اس سے کیا لگاؤ۔ ان حضرات کے مقام کو تو بندگان والا ہی سمجھ سکتے ہیں ؎

خودی کو جس نے فلک سے بلند تر دیکھا — وہی ہے مملکت صبح و شام سے آگاہ

قرآن کریم میں منافقین کی ایک گہری سازش کا ذکر آیا ہے اور تقریباً ڈیڑھ رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے جس کا شان نزول ترمذی ج ۲ ص ۱۲۸ اور مستدرک ج ۴ ص ۳۸۵ میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت قتادہؓ راوی حدیث کے چچا حضرت رفاعہؓ کے گھر بشیر نامی ایک منافق نے نقب لگا کر چوری کی جو سامان چوری گیا تھا اس میں کچھ کھانے کا سامان (میدہ وغیرہ) اور کچھ ہتھیار تھے۔ تفتیش اور تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ چوری بنو ابیرق کے گھرانے نے کی ہے جس میں اسی بشیر کا نام سرفہرست ہے۔ حضرت رفاعہؓ نے اپنے نوجوان اور قابل بھتیجے حضرت قتادہؓ کو اپنا شوکیل بنا کر اس معاملہ کو لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہونے کا حکم دیا۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا آپ کو سنا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دیا کہ حضرت اگر ہمیں ہمارے ہتھیار ہی واپس مل جائیں تب بھی غنیمت ہے۔ باقی قیمت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توجہ فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ جب چور کو اس کا پتہ چلا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر یہ سازش کی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی برأت کا اظہار کریں۔ چنانچہ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو سچا سمجھا اور حضرت قتادہؓ کو جھوٹا سمجھ کر سخت لہجہ میں جھڑکا اور ارشاد فرمایا۔ قتادہ! تم نے بغیر کسی گواہ اور ثبوت کے محض ایک بے گھرانے پر چوری کی تہمت لگائی ہے جن کو مسلمان اور نیک بیان کیا جاتا ہے حضرت قتادہؓ ہی کا بیان ہے کہ میں یہ فیصلہ سن کر سخت کبیدہ خاطر ہوا اور واپس آگیا اور میں نے کہا کاش میں

آپ کو اس معاملہ سے متعلق جس قدر قرآن کریم کی متعدد آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا، اور آپ کو کما حقہ تحقیق نہ کرنے پر استغفار کا حکم ہوا اور منافقوں کو ملامت کیا گیا۔ آپ اس واقعہ کی حقیقت قرآن کریم کے حسب الفاظ سے ملاحظہ کیجئے

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ۝ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ الآیۃ (پ ۵، رکوع ۱۴)

بے شک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں

چنانچہ اس وحی کے نزول پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چوری کا مال حضرت رفاعہؓ کو دلا دیا۔ اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (پ ۵، رکوع ۱۴)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ باتیں سکھلائیں جن کو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل بہت بڑا ہے

اگر اللہ تعالیٰ اس واقعہ سے آپ کو مطلع نہ فرما دیتا تو آئندہ کے لئے بھی منافقوں کو یہ شخص اور مخلص مسلمانوں کے ان معاملات کی تہمت اور جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دغا اور فریب کرنے کی جرأت بڑھ جاتی۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے تو آپ سے یقیناً منافق کو چوری کرتے دیکھ لیتے۔ اور منافقین بھی آپس میں دغابازی اور حق پوشی کی یہ تمام باتیں آپ کے مشاہدہ کی ہوتیں۔ پھر آپ نے کیوں صاحب حق اور سچے مسلمان کو ملامت کی اور ان کو ڈانٹ بھی اور منافقین کو بچانے کی کوشش فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر عتاب نازل ہوا۔ تب آپ نے دیدہ دانستہ صاحب حق کو مجرم کہا اور مجرم کو حق سے محروم رکھا، العیاذ باللہ تعالیٰ کیونکہ یہ بات تو عشق رسول سے بعید ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

سے لا [illegible] قرآن [illegible] آپ کو [illegible] ہو معلوم غیب [illegible] تعلیم کیے تو بتا کیے

اس [illegible] معلوم ہوا کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم بھی حاصل نہ تھا اور
[illegible] آپ مختار کل ہیں [illegible] آپ [illegible] موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام [illegible]
[illegible] ہی کریں تب بھی قرآن کریم کے
الفاظ [illegible] ایسے [illegible] بیان نہیں [illegible]
آپ [illegible] واقعہ [illegible] تو آپ کو [illegible]
[illegible] العرش [illegible] اور [illegible]
[illegible] واقعہ [illegible] ہوا کہ [illegible]
کہ سورۂ مزمل [illegible] سورۂ بقرہ اور سورۂ احزاب [illegible] پہلے [illegible] جن میں
[illegible] اگر واقعی [illegible] تو [illegible]
والی صورت میں [illegible] اللہ تعالیٰ کی [illegible] میں بھی اس کا
[illegible] اور [illegible] باسر تعالیٰ [illegible] ابن سعد میں حضرت [illegible]
ابن عباس [illegible] سے مروی ہے [illegible] ۲۳

حضرت [illegible] کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] سے بھی [illegible] میں [illegible] آپ
[illegible] بالا قرآنی [illegible]
[illegible] قرآنی [illegible] ہم [illegible]
[illegible] عقیدہ کی تردید ہوتی
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] کا
ایک واقعہ [illegible] منافقوں نے [illegible] قرآن کریم میں [illegible]
[illegible] ہے کہ [illegible]

اور کچے رسول سے لڑے جاتے ہیں۔ الغرض جب وہ مسجد تیار ہو چکی تو ... جب مسجد تعمیر ہوئی اور منافق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہم نے ایک مسجد تعمیر کی ہے تاکہ مسلمانوں کو آسانی ہو۔ آپ وہاں تشریف لے جائیں اور اس مسجد میں نماز کا افتتاح کریں۔ آپ نے ان کے سرغنہ مجمع سے دریافت کیا کہ اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ تو اس نے کہا:

واللہ ما اردت الا الحسنی وھو کاذب فصدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (در منثور ج۳ ص۲۷۶)	یا رسول اللہ خدا کی قسم میرا مقصد تو اس مسجد کی تعمیر سے صرف نیکی اور ثواب ہے اور کچھ نہیں ہے۔

اور فی الحقیقت یہ منافق اس قسم میں جھوٹا تھا مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکو سچا و حسن ظن کرتے ہوئے اس سے وعدہ کیا لیکن یہ فرمایا کہ مجھے فی الحال فرصت نہیں ہے میں کسی اہم کام میں مشغول ہوں۔ جب فارغ ہوں گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس مسجد کی تعمیر کی غرض و غایت سے آگاہ کر دیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ وہ مسجد تو مسلمانوں کو اور دین الٰہی کو نقصان اور ضرر پہنچانے کے لئے تعمیر کی گئی ہے لہٰذا آپ مسجد ضرار میں کھڑے بھی نہ ہوں۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا (پ۱۱ توبہ رکوع ۱۳)	اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافق بالکل جھوٹے ہیں اور یہ جو مسجد انہوں نے بنائی آپ اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں

قارئین کرام! آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ اگر واقعی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہوتے اور شاہد اور شہید کا معنی حاضر و ناظر ہوتا جیسا کہ فریق مخالف نے محض تکلف سے گھڑ رکھا ہے تو ان آیات کے بعد بلکہ قرآن کریم کی سب سے آخری سورت میں اسکی نفی کیوں ہے؟ حق یہ ہے کہ آپ نہ ہر جگہ حاضر تھے اور نہ ناظر ورنہ منافقین کی اس سازش سے یقیناً آگاہ ہوتے۔ انکی قسمیں سچی جانیں۔ ان کو نہ جانا، مشورے کرتے دیکھا ہوتا پھر ان سے کیوں یہ وعدہ کیا کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوں گا؟ اور اللہ تعالیٰ نے کیوں اس مسجد کو مسجد ضرار سے تعبیر کرتے ہوئے آپ کو اس میں کھڑا ہونے سے بھی منع فرمایا چنانچہ آپ نے حضرت مالکؓ بن دخشم اور حضرت معن بن عدی (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۳۸۸) دو صحابی بھیجے جنہوں نے مسجد

ضرور کو جیسا رنگ آپ دے کر دیا۔ اس کی مزید تفصیل مولانا الرجب ہے؟

فریق مخالف سے پوچھئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے باوجود یہ ماجرا کیوں پیش آیا؟ اسی طرح فریق مخالف سے آپ یہ بھی پوچھئے اگر شاہد اور شہید سے مراد یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہر و باطن سے آگاہ اور واقف ہیں تو ذرا مہربانی فرما کر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت کا وہ صحیح معنی تو بیان کریں جو آیت سورہ توبہ کی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ
(پ ۱۱، توبہ، رکوع ۱۳)

اور کچھ مدینہ والوں میں سے نفاق میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں۔

فریق مخالف سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر انصاف کی نظر اور عدل سے بصیرت اور انصاف دل سے سوچیں اور دیکھیں کہ اگر شاہد اور شہید سے مراد حاضر و ناظر ہوتی اور یہ معنیٰ ہوتا کہ آپ ہر ایک کے ظاہر اور باطن سے واقف ہیں، دور ہو یا نزدیک، عرب میں ہو یا عجم میں، پیادہ ہو یا سوار، مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، تو قرآن کریم کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ دور نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں معمولی منافقوں کو نہیں بلکہ ان منافقوں کو بھی جن کا نفاق حد کمال کو پہنچ چکا ہے آپ نہیں جانتے بلکہ ان کو ہم ہی جانتے ہیں۔

ط بعض روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں منافقوں کی تعداد ... تھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقع پر نام بنام ان کو پکار کر فرمایا قم یا فلان فانک منافق۔ اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو بھی ... جب حتیٰ کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دیا (دیکھئے جلالین ص ۹۱ وغیرہ) اور اس بحث کے متعلق مولوی محمد عمر صاحب نے جو گل ... کھلائے ہیں وہ بھی قابل دید ہیں (مقیاس ص ...) لیکن اول تو ان میں کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے ... اصل ... تحقیق ... عقیدہ علم غیب میں ... اگر یہ روایتیں صحیح بھی ہوں تب بھی خبر آحاد کی حیثیت ہے اور مسئلہ عقیدے میں ان کو پیش کرنا محض ہٹ دھرمی ہے ... روایت سند صحیح ہے ... سے یہ ثابت ہو کہ منافقین سے ... آیت کے نزول کے بعد ...

حضرت قرآن مجید کی آخری صورت ہے جو فیصلہ صادر فرماتی ہے وہ یہی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ تو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل تھا اور نہ آپ ہر ایک شے سے ہر حال سے واقف اور آگاہ تھے گو وقتی شاہد اور شہید کا معنی اور مطلب یہی ہوتا جو مخالف سمجھے بیٹھے ہیں تو بھی چونکہ قرآن کریم کی کسی دیگر صریح نص سے بھی اس کی تردید قرآن کریم کی ہے [illegible] ہوتی صورت سے ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور کتاب میں تعارض اور اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے جب یہ بات [illegible] تحقیق کو پہنچ چکی تو بات [illegible] ثابت ہو گئی ہے کہ [illegible] اور شہید کا معنی ہرگز وہ نہیں جو فریق مخالف بیان کرتا ہے

وہ سمجھے رستے میں دیکھوں تو سنت کتنی — جو ہے مستور وہ بدن تو ہے قرآن بہل

محترم قارئین کرام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ قرآن کریم کی تائید میں صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف وغیرہ کی بعض حدیثیں بھی عرض کریں گے۔ اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے لیکن ایفائے عہد کے پیش نظر چند حدیثیں بھی ہدیہ قارئین کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۵ میں حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ

بقیہ حاشیہ ص ۹۵

ہیں اسی طرح [illegible] نہیں ہے کہ منافق [illegible] تھے جن کا اخراج ہوا تھا اور ان کے علاوہ اور کوئی منافق نہ تھا کیونکہ [illegible] علم [illegible] کا علم سب حضرات صحابہ کرام کو ہو گیا تھا اور صحیح مسلم ج ۲ ص [illegible] وغیرہ کی روایت میں [illegible] منافق تو صرف وہ تھے جن کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو دی تھی جس کی وجہ سے وہ صاحب سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشہور تھے [illegible] ج ۲ ص [illegible] مگر یہ [illegible] اس آیت کے نزول سے قبل کا [illegible] اس حدیث کو [illegible] ماحصل [illegible] سے مشہور [illegible] علامہ حسام الدین [illegible] لکھتے ہیں۔ وما عمل بالقلب من الاستدلال علی خلاف الکتاب والسنۃ المشہورۃ [illegible] جب [illegible] ملاحظہ کیجئے۔

[illegible] میں شریک نہیں ہو سکا تھا [illegible] ہیں کہ [illegible] فوج [illegible] آپ [illegible] تو [illegible] کریں
[illegible] کہ اگر کوئی ذہن میں خیال ہے [illegible] ہو تاکہ سب [illegible] آسمان [illegible] ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی عدم موجودگی کی اطلاع نہیں ہو سکی تو اسکا یہ خیال [illegible] ان کے
الفاظ [illegible]

[illegible] يعيب — [illegible] فوج کی کثرت کی وجہ سے اگر کوئی شخص یہ خیال
الارض [illegible] — [illegible] ہو تاکہ [illegible] ہو آنحضرت صلی اللہ
[illegible] — تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] نہیں ہو سکتی تو اسکا یہ خیال [illegible] ہو

اس سے حضرت [illegible] کہ آپ [illegible] میں [illegible] اور علم الغیب نہ تھے [illegible]
[illegible] ہونے سے قبل [illegible] نہیں ہو سکتی [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر تھے تو
[illegible] حضرت کو [illegible] تبوک [illegible] اور قریب [illegible] میں
حضرت [illegible] اگر شاہد [illegible] کا یہی مطلب ہوتا جو فریق مخالف بیان کرتا ہے تو فرمائیے کہ
[illegible] صحابی [illegible] شاہد [illegible]
حاضر و ناظر نہیں سمجھنے [illegible] مالكم كيف تحكمون

مسند احمد [illegible] صحیح مسلم [illegible] اور مستدرک ج ۴ ص ۴۹۲ وغیرہ میں ایک طویل حدیث
کے ضمن میں [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری موجودگی
میں دجال ظاہر ہوا تو میں تمہاری طرف سے وکیل بن کر اس سے جھگڑا کروں گا۔

وان يخرج [illegible] فكل — اور اگر [illegible] میری عدم موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر
امرئ حجيج نفسه — آدمی اپنی دلیل اور جھگڑا کرے

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھئے کہ حضرت آپ تو [illegible]
[illegible] حاضر و ناظر ہیں آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ اگر دجال میری موجودگی اور عدم موجودگی میں [illegible] ہر آدمی اپنا وکیل
خود ہوگا۔ کیا حاضر و ناظر بھی کبھی غیر حاضر اور غیر موجود ہوتا ہے [illegible] شامل

اور شہید کا لفظ موجود ہے۔ ان کے نزول سے بہر حال خروج دجال بعد ہی کو ہوگا۔ اگر شاہد و شہید کا معنی حاضر و ناظر ہوتا تو آپ اپنی غیر حاضری اور عدم موجودگی کا ذکر کیوں فرماتے؟ کیونکہ حاضر و ناظر ہو کبھی غیر حاضر نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی شاہد و شہید سے اپنے آپ کو حاضر و ناظر نہیں سمجھا تو اس کے علاوہ یہ مطلب کس طرح لیا جا سکتا ہے کہ آپ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷ اور مسند طیالسی ص ۳۰۶ و سنن کبریٰ ج ۴ ص ۷۸ وغیرہ میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے بھائیوں (یعنی سب امتیوں) کو دیکھ لیتے۔ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا حضرت! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا تم میرے صحابی ہو، ہمارے بھائی تو وہ ہیں جو ابھی تک دنیا میں آئے ہی نہیں ہیں۔ حضرات صحابہ نے عرض کیا جو ابھی تک آئے ہی نہیں حضرت آپ ان کو قیامت کے دن کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا اس علامت سے میں ان کو پہچان لوں گا کہ ان کے وضو کے اعضاء سفید اور روشن ہوں گے۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے اور طیالسی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے۔ مسلم کے بعض الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے۔

وددت انا قد رأينا اخواننا
یعنی میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ہم نے اپنے تمام بھائیوں کو دیکھا ہو۔

اور حضرات صحابہ کرامؓ نے جو سوال آپ سے پوچھا وہ مسلم کے الفاظ میں یہ ہے۔

قالوا كيف تعرف من لم يأت بعد من امتك يا رسول الله
حضرات صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا حضرت! جو آپ کی امت کے لوگ ابھی تک دنیا میں نہیں آئے آپ ان کو کیسے پہچانیں گے

اور طیالسی کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف تعرف من لم تر من امتك يوم القيامة
عرض کیا گیا کہ آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کس طرح قیامت کے دن پہچانیں گے جن کو آپ نے دیکھا ہی نہیں۔

مولوی محمد عمر صاحب نے اس کی عجیب و غریب اور بالکل انوکھی تاویل کی ہے۔ دیکھئے مقیاس حنفیت ص ۲۴۳ مگر ان کا یہ شبہ ہے تو وہ حضرات کو اس پر ملامت کرتا ہوگا۔ اس کی مزید تشریح ازالۃ الریب میں ملاحظہ کیجئے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلیل القدر صحابی ہیں جو حافظ قرآن ہیں اور آپ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں جو شخص قرآن کریم پڑھنا چاہتا ہے تو ابن مسعودؓ اور فلاں اور فلاں سے پڑھے (جلد ۳ ص ۱۳۱ وغیرہ) اور حضرت ابوہریرہؓ بالاتفاق سنہ ۷ھ میں مسلمان ہوئے ہیں ان کے اسلام لانے سے پہلے کی وہ تمام سورتیں نازل ہو چکی تھیں جن میں شاہد اور شہید کے الفاظ موجود ہیں اگر واقعی شاہد اور شہید سے حاضر و ناظر مراد ہوتی تو ان جلیل القدر حضرات صحابہ کرامؓ کا یہی عقیدہ ہوتا لیکن یہ روایتیں تو یہ کہہ رہی ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ تو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کس طرح پہچان سکیں گے جن کو آپ نے دیکھا بھی نہ ہوگا جب حاضر و ناظر ہیں تو دیکھنے کا کیا معنی؟ تو درکنار خود فرماتے اور پھر مزید لطف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی یہ نہیں فرماتے کہ میں تو شاہد اور شہید ہوں یعنی حاضر و ناظر ہوں میرے لئے ان کا پہچاننا اور دیکھنا کیا مشکل ہے بلکہ آپ بھی ایک علامت کا ذکر فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت کو ایک علامت سے پہچانوں گا وہ یہ کہ ان کے وضو کے اعضاء روشن اور درخشندہ ہوں گے حضرت امیر معاویہؓ سے جو سنہ ۸ھ میں مسلمان ہوئے تھے یہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس کو قیامت کے دن میں پہچان نہ سکوں۔

قالوا یا رسول اللہ من رأیت ومن لم تر — حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جن کو آپ نے دیکھا ہے اور جن کو آپ نے نہیں دیکھا سب کو پہچان لیں گے؟

فرمایا ہاں۔

من رأیت ومن لم ار الحدیث (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۳۴۲) — جن کو میں نے دیکھا ہوگا ان کو بھی پہچان لوں گا اور جن کو میں نے نہیں دیکھا ہوگا ان کو بھی پہچان لوں گا کیونکہ وضو کی وجہ سے ان کے اعضاء روشن اور درخشندہ ہوں گے اس علامت سے میں پہچان لوں گا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

صنفان من اہل النار لم ارہما قوم — دو گروہ ایسے ہیں جو دوزخی ہیں میں نے ان کو نہیں دیکھا ایک تو وہ قوم

معہم سیاط کاذناب البقر — کہ ان کے ساتھ بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے وہ

[illegible] مسلم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] نعوذ باللہ من غضب [illegible]

حضرت انس روایت کرتے ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ کا عذاب [illegible] دیکھا ہو [illegible] اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو [illegible] عقوبت نہیں دکھائی (مسلم) [illegible] اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو آپ [illegible] عذاب دیکھتے [illegible] حضرت انس [illegible] کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے بلند [illegible] ہوگا اور تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے (القرآن) تو حضرت ثابت بن قیس [illegible] گھر میں بیٹھ گئے [illegible] میری [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہو جاتی ہے اور میرے اعمال حبط ہو جائیں تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ سے [illegible] حضرت ثابت [illegible] دریافت کیا۔

ما شأن ثابت بن قيس لا اسمع له حديث — کیا سبب ہے کہ ثابت بن قیس مجھے نظر نہیں آ رہا اور نہ ہی اس کی آواز سنائی دیتی ہے؟

(ابو عوانہ ج ۱ صفحہ [illegible])

تحقیق حال کے بعد حضرت سعدؓ نے آپ کو حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو موجب تشویش نہ بنتے [illegible] والے صاحب مخلص صحابی کو آپ نے دیکھ لیا ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے اشعری دوستوں کی آوازوں کو جب وہ رات کے وقت قرآن کریم پڑھتے ہیں پہچانتا ہوں اور جن ان کے گھروں سے ان کی آواز بلند ہوتی ہے میں ان کو بھی جانتا ہوں (کیونکہ وہ بڑی سریلی آواز سے اور سوز و تپش کے ساتھ قرآن کریم پڑھا کرتے تھے اور ان کا لہجہ بھی میٹھا اور مخصوص تھا)۔

واعرف منازلهم من اصواتهم حين يدخلون بالليل — اور اگرچہ میں نے ان کی وہ جگہیں نہیں دیکھیں بالقرآن (بخاری ج ۲ صفحہ [illegible] و مسلم ج ۲ صفحہ ۳۰۳) جہاں جہاں وہ رات کو اترتے ہیں

اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو جب رات کو ان کی آواز سے آپ ان کا مکان پہچان لیتے تھے، دن کو بھی ان کو دیکھ لیتے کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس جگہ فروکش اور [illegible] ہوتے ہیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعلی لا اراکم بعد عامی هذا (مشکوٰۃ ج [illegible]) — شاید میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھ سکوں۔

(ترمذی ج [illegible] صفحہ [illegible] وقال حسن صحیح)

اور ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ:

فانی لا ادری لعلی لا القاکم بعد عامی هذا (مسند احمد ج ۳ صفحہ ۳۳۲) — بے شک میں نہیں جانتا شاید کہ میں اس سال کے بعد تم سے ملاقات نہ کر سکوں۔

اور حضرت بشیر بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں [illegible] حضرات صحابہ کرامؓ سے خطاب فرمایا کہ:

ایها الناس انی واللہ لا ادری لعلی لا القاکم بعد یومی هذا بمکانی هذا (مسند دارمی) — اے لوگو خدا کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ میں آج کے دن کے بعد اس جگہ تم سے ملاقات نہ کر سکوں

اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو چاہیے تھا کہ میں ہر جگہ اور ہر وقت تمہیں دیکھ سکتا جب وہ ہرگز نہ دیکھتے تو میں شاید تمہارے ساتھ اس جگہ پھر کبھی نہ ملاقات کر سکوں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حضرات صحابہ کرامؓ سے اور حضور صحابہ ان ملاقات میں ملاقات کے لیے حاضر نہیں ہوتے تو کس لئے اور کس جگہ حاضر ہوتے ہوتے؟ یہ دلائل بھی ملاحظہ کیجئے اور مولوی سید احمد سعید صاحب کاظمی ملتانی کا یہ دعویٰ بھی دیکھئے کہ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات و ممکنات کے حقائق مفصلہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں (خطبہ تسکین الخواطر ص۵) یہ دعویٰ تو بڑا وزن دار ہے مگر دلیل بالکل نہ دارد۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد وفات تک چھلنی نہیں دیکھی۔ (بخاری ج۲ ص۸۱۳) اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس رب کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔ آپ نے نبوت ملنے کے بعد وفات تک چھلنی کی نہیں دیکھی (بخاری ج۲ ص۸۱۳ و مسند احمد ج۶ ص۷۱)۔

حافظ ابن حجرؒ حضرت عائشہؓ کی اس روایت لم یرمنخلا (اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تو منع کرتے) کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں لم یرہ ولم یسمع (فتح الباری ج۹ ص۴۸۸) نہ آپ نے دیکھا اور نہ سنا کیا۔ حضرات اگر اس مضمون کی صحیح احادیث کا استقصا کیا جائے تو یہ مشکل ہے اور ہمارا مقصود بھی استیعاب نہیں ہے۔ انصاف سے کام لینے والوں کے لئے یہ حدیثیں کافی ہیں۔

میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ ان دلائل کے منظر عام پر آنے سے فریق مخالف کے بارونق اور ہشاش بشاش چہرے ضرور مغموم ہوں گے مگر کیا کروں میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ ؎

سب مانتے زخم دیکھئے اور خوب روئیے — امیدوار ہیں لب خنداں نہ کیجئے

ہم اس جواب کو ان ہی آیات اور احادیث پر ختم کرتے ہیں۔

قارئین کرام بڑے پریشان ہوں گے کہ جب شاہد کا معنی حاضر و ناظر نہیں تو پھر کیا ہوگا؟ لیکن آپ کو پریشان نہ ہونا چاہیے آئیے اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا معنی اور مطلب سن لیجئے۔

چنانچہ صحیح بخاری ج ۱ صفحہ ۴۷۲ اور ترمذی ج ۲ صفحہ ۱۲۰ وغیرہ میں ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام مخلوقات کو اکٹھا کرے گا اور سب حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی جمع کرے گا تو کچھ عروس اور تنازعوں پر تمام امت کیلئے حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے سوال فرمائیگا مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے دریافت فرمائیگا کیا تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی۔ حضرت نوح عرض کریں گے اے اللہ میں نے واقعی تبلیغ کی تھی پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال ہوگا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی وہ انکار کر دیگی کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کریگا اے نوح تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے میرے گواہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہے۔ (اگر وہ وقت یہ سوال کریگی کہ یہ گواہ تو ہمارے زمانہ میں موجود نہ تھے بعد کو گواہ کیسے ہوئے؟ تو امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ یہ جواب دے گی کہ ہم نے قرآن کریم پڑھا جس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ کی تھی اور ہمیں صادق وامین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی فرمایا تھا جب اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول برحق یہ فرماتے ہیں کہ مثلاً حضرت نوح نے تبلیغ کی تھی تو ہم برحق اور سچی گواہی اور شہادت دیتے ہیں) جب آپ کی امت گواہی دے چکی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی شہادت اور گواہی کی صفائی وتصدیق کریں گے تو یا آپ کی حیثیت سرکاری گواہ کی ہوگی۔

ناظرین کرام آپ ان آیات کو پھر دوبارہ دیکھیں جن میں آپ کو یہ چیز صاف طور پر معلوم ہو جائیگی کہ قیامت کے دن ہر امت سے ایک گواہ یعنی اس امت کا پیغمبر آئیگا اور ارشاد ہے کہ ہم آپ کو آپ کی امت پر گواہ بنائیں گے اور آپ کی امت تمام پہلی امتوں پر شہادت اور گواہی دے گی

لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اھ — تاکہ تم تمام لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

صحیح مسلم ج ۱ صفحہ ۱۱۴ میں ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری قلت اور پہلی امتوں

کی کثرت کی ہیں جو مثال سے جیسے سیاہ بیل کے چمڑے میں سفید بال مگر ان تمام امتوں پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت گواہ ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کی گواہی اور شہادت کی صفت کی حیثیت سے فرمائیں گے۔ حضرت نے حق حاضر کے استدلال [illegible] سے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام امت بھی حاضر و ناظر ہے کیونکہ جب تمام پہلی امتوں پر یہ امت گواہ ہوگی تو [illegible] وقت گواہ وہی ہو سکتا ہے جو حاضر و ناظر ہو [illegible] تمام امت عالم [illegible] بھی ہوں گی کیونکہ امت کے [illegible] بھی تو [illegible] موجود ہیں۔

لتکونوا شہداء علی الناس۔ [illegible]

مگر ان کو کیا ہو گیا ہے کہ [illegible] کا [illegible] تک [illegible] ہے کہ [illegible] اور [illegible] تا [illegible] کو [illegible] [illegible] صاحب بریلوی اور ان کے [illegible] مولوی احمد رضا خان صاحب تو کافروں کو بھی حاضر و ناظر مانتے ہیں [illegible] صلوات [illegible] ہیں کہ [illegible] کا فرشتہ اور [illegible] وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا"

قارئین کرام [illegible] حاضر و ناظر ہوتے ہیں [illegible] صفت کیلئے [illegible] کی ضرورت نہیں تو فرمائیے کہ [illegible] علیہم الصلوٰۃ والسلام [illegible] صفت [illegible] اہل حق کے [illegible] میں [illegible] کرے کا کیا [illegible] ہے [illegible] کچھ تو فرمایئے کہ معاملہ کیا ہے؟

جب لاکھوں [illegible]   [illegible] ہوئے [illegible]

حضرات [illegible] حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے [illegible] ہو چکا ہے تو اب [illegible] اگر [illegible] حاضر و ناظر [illegible] [illegible] حاضر و ناظر [illegible] بحث کر دی ہے [illegible] ضرورت ہے [illegible] یہاں صرف [illegible] کے حوالے سے جو روایت [illegible] حضرت [illegible]

کے حصص کتاب کی اکثر حیثیت اور بڑی حد تک مروجہ ہے تو اس میں امت دعوت شامل ہے اور نہ تمام اعمال مراد ہیں۔ ساری امت کے تمام اعمال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور کسی کو نہیں۔ قرآن کریم کی آیت ملاحظہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ
(پ ۷ سورۃ مائدہ رکوع ۱۵)

جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ رسولوں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا امت کی طرف سے کیا جواب دیا گیا وہ بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے غیب دان

چونکہ اس آیت میں تمام رسولوں کو جمع کرنے والے دن کا ذکر ہے جن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شامل ہیں اور چونکہ مجموعی امت کے لحاظ سے سوال ہوگا اس لیے تمام پیغمبران تفصیلی علم سے لاعلمی کا اظہار کریں گے۔ ہاں اس لاعلمی کے اظہار کو تواضع پر محمول کرنا جیسا کہ بعض حضرات مفسرین نے کہا ہے تو درست نہیں کیونکہ نہ کوئی اور نص ایسی ہوئی جس سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام تو امت کے ہر ہر عمل سے واقف ہیں تو ہم تواضع پر محمول کر سکتے تھے جب ایسی کوئی بات بھی قطعی دلیل موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف دلائل اور ہمیں کا ثبوت لگانا تو ہے یہی ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہول اور نسیان کی وجہ سے لاعلمی کا اظہار کریں گے تو اس قول و ذخیرہ پر کوئی ثابت صحیح حدیث موجود نہیں بعض مفسرین کرام نے غیر معصوم کا قول ہے اس کا بیان مزید علیہ بحث ازالۃ الریب میں ملاحظہ کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حوض کوثر پر بعض لوگوں کو ان کے اعضاء وضو کی سفیدی اور چمک سے دیکھ کر ان کے حق میں سفارش کریں گے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوگا۔

انک لا تدری ما احدثوا بعدک
(بخاری ج ۲ ص [illegible] و مسلم ج ۱ ص [illegible])

آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے کیا کیا نئی باتیں دین میں ایجاد کی ہیں۔

اگر آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے یا آپ کو ان کا تفصیلی علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے کہ آپ کو علم نہیں ہے اور اسی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے

۵۔ اس روایت کو حضور نے سب سے صحیح بتایا (۵۱)

مفتی احمد یار خان صاحب نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ حضور علیہ السلام کا ان کو پہلی
کہنا طعن سے خالی نہ ہوگا کہ ان کو [illegible] تو [illegible] کا معترض [illegible]
کر معترضین کہتے کہ [illegible] ہوگا [illegible] کیوں دیا الٰہی ان [illegible] پھر خود کی
بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ان سارے واقعہ کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں لا تعلمہم نحن نعلمہم
پہچانتے ہیں کہ یہ شخص جنتی ہے (جاء الحق صفحہ [illegible]) مفتی صاحب کی اس دلیل [illegible]
خلاصہ یہ فرمایا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکلف [illegible] شریعت کے کہے
کیوں طعن کریں گے [illegible] مکلف نہیں ہے [illegible] رؤف رحیم اور [illegible] ہو کر [illegible] سکتے
اس طعن کا کیا مقصد ہے؟ اس طعن پر کونسی نص دلیل ہے؟ یا کوئی معقول [illegible] قرآن میں موجود ہے؟
اور پھر تو بالکل غریب بات یہ ہے کہ اس طعن کا جواب الٰہی لا تعلمہم نحن نعلمہم [illegible] کیسے صحیح ہوگا
الغرض یہ جواب سراسر باطل ہے۔ باقی نعلمہم کا معنی یہ ہے کہ ہم ان کو پہچانتے ہیں اور یہ پہچان
آثار وضو کی علامت سے ہوگا۔ پہچانتے میں اس کا معنی غلط ہے اور دنیا میں اس واقعہ کی خبر دینا صرف
اجمالی ہے تفصیلی [illegible] میں داخل ہے کہ وہ کون ہوں گے ان کا نام کیا ہوگا؟ عمر کیا ہوگی؟ قبیلہ کیا
ہوگا؟ سیاہ ہوں گے یا سفید؟ وغیرہ وغیرہ یہ ساری چیزیں اسی وقت مشاہدہ سے معلوم ہوں گی اس
فرشتوں کا [illegible] وہ بھی اس لئے ہوگا کہ فرشتے بھی عالم الغیب نہیں [illegible] جب حقیقت
کھل جائے گی وہاں بھی معاملہ واضح ہو جائے گا مولوی محمد عمر صاحب نے تو اس کے جواب میں حد ہی کر دی
وہ جب یہ سمجھ بیٹھا کہ اس کا جواب نہایت ہی مشکل ہے تو یہ کہہ دیا کہ یہ حدیث بخاری شریف میں تین
جگہ مذکور ہے اور تینوں جگہوں میں ہی اس کا ضعف ثابت ہے (مقیاس صفحہ ۳۲۲) پھر آگے لکھا ہے کہ یہ حدیث
ضعیف ہے اس لئے حجت نہیں ہو سکتی (صفحہ ۳۲۵) اور کیا بیان کیا ہے؟ پہلی سند میں محمد بن یوسف فریابی
ضعیف ہے اور دوسری میں محمد بن کثیر قرشی کوفی اور تیسری میں ابو الولید عبد الملک بن ہشام ہے
ابو داؤد [illegible] میں [illegible] ضعیف [illegible] شعبہ [illegible] راویوں کے ناموں میں غلطی کیا ہے [illegible] (مقیاس صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴)

مگر یہ جواب بوجوہ باطل ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ یہ روایت بخاری میں صرف تین جگہ نہیں بلکہ ۱۲ جگہ آئی ہے
ثانیاً تمام امت کا اتفاق ہے کہ بخاری کی تمام حدیثیں صحیح ہیں پھر مولوی محمد عمر صاحب کی خود اختراع
الگنی کون سنت ہے۔ ثالثاً یہ روایت ان راویوں کے علاوہ دیگر راویوں سے بھی ثابت ہے مثلاً دیکھئے
بخاری ج ۲ ص ۹۶۲ و ج ۲ ص ۹۶۰ و ج ۱ ص ۴۲۳ و ج ۱ ص ۸۲ وغیرہ۔ رابعاً مولوی محمد عمر صاحب نے ذیل جہالت
یا جہالت کا ثبوت دیا ہے اس لئے کہ محمد بن کثیر جن سے امام بخاری نے صحیح میں روایت کی ہے وہ محمد بن
کثیر العبدی ابو عبداللہ البصری ہیں۔ محمد بن کثیر قرشی کوفی نہیں ہیں اور دوسری خیانت یہ کی کہ ابوالولید
ہشام بن عبدالملک طیالسی بصری ثقہ للامام ابو داؤد [illegible] تو شک لکھا مگر جب ہشام بن عبدالملک
بن عمران یزنی حمصی پر امام ابو داؤد نے جرح کی ہے وہ دوسرا ہے اس کی کنیت ابوالولید نہیں ہے
سچ کہا گیا ہے کہ جہل کی بنیاد جہل کا روپ اور بجائے حق سے کہیں جدا۔ یہ کام صرف مولوی محمد عمر صاحب
ہی کر سکتا ہے اور یہ روایت حضرت عباسؓ سے نہیں جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے لکھا ہے (مقیاس ص ۱۲۴)
بلکہ حضرت ابن عباسؓ سے ہے۔ یہ ہے تحقیق انیق مولوی محمد عمر صاحب کی جس پر وہ فی حوالہ ایک صد
روپیہ انعام دینے کا مضحکہ خیز چیلنج دیتے ہیں۔ دیکھئے مقیاس ص ۱۲۴۔ فوا اسفاہ

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مسلم ج ۲ ص ۲۳۹ کی ایک روایت میں یوں آتا ہے۔

فیقال انک لا تشعر ما عملوا بعدک تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے جو انہوں نے بعد میں کیا ہے
مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں کہ یعنی آپ جانتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انک لا تدری میں ہمزہ استفہام
مقدر ہے (مقیاس حنفیت ص ۵۹۳) الجواب قطع نظر اس سے کہ ما اور لا کے الفاظ عربی میں بکثرت نفی کے
ہوتے ہیں اور اس سے بھی صرف نظر کرتے ہوئے کہ ہمزہ استفہام ہمیشہ انکاری کے لئے نہیں ہوتا اور
اس سے بھی اغماض کرتے ہوئے کہ یہ روایت مسلم کی درجہ دوم کی روایت ہے اور ان کے متعلق تفصیل
امام مسلم نے مقدمہ ص ۴ میں کر دیا ہے کہ ان سے خطا اور غلطی اکثر سرزد ہو جاتی ہے۔ ان تمام امور سے قطع نظر
کرتے ہوئے عرض یہ کرنا ہے کہ ما شعرت کا جملہ اس کو نہیں چاہتا کہ پہلے سے مخاطب کو علم ہو۔ سبب تعجب

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مریم کا نکاح ثابت فرمایا۔

أما شعرت أن الله عز وجل زوجني مريم بنت عمران وكلثم أخت موسى وامرأة فرعون (مجمع الزوائد ج ۹ و الاصابہ ص ۲۱۸) — کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ مریم بنت عمران اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن اور فرعون کی بیوی سے نکاح کر دیا ہے

اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سے یہ رشتہ فرماتے ہیں تو اس سے پہلے نکاح کی خبر ہو۔ الغرض اما شعرت کا مفہوم سابق علم کا متقاضی نہیں ہے۔ اس کی مزید تشریح ازالۃ الریب میں دیکھئے۔

حاصل جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شاہد اور شہید کا معنی بسند صحیح موجود اور ثابت ہے اور جمہور اہل تفسیر بھی یہی معنی کرتے ہیں (دیکھئے کشاف ج ۲ ص ۴۵، و بیضاوی ج ۲ ص ۱۳۶، و ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۸، و روح المعانی ج ۲۲ ص ۴۵ وغیرہ) تو یہی معنی حق اور واجب القبول ہے اور اس کے مقابل دوسرا معنی صحیح نہیں ہے ۔

مجھ کو تو یہ دنیا نظر آتی ہے اگر یوں — معلوم نہیں دیکھتی ہے تیری نظر کیا

حافظ ابن کثیر نے إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا الآیۃ کا مطلب اور معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ اشهد ان لا إله إلا الله وحده لا شريك له گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ حافظ ابن کثیر کا یہ فرمانا بھی بالکل صحیح اور درست ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ — اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور

وَأُولُوا الْعِلْمِ (پ ۳ آل عمران ع ۲) — فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی گواہی دی۔

اور قرآن کریم کی اس آیت فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (پ ۳ ع ۱۴) سو تو لکھ ہم کو گواہی دینے والوں کے ساتھ کا مطلب حبر الامۃ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ (دیکھئے مستدرک ج ۲ ص ۲۸۴) یہ بیان کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت

میں علوم حقیقیہ سے واقف کر کے حضرت خلیل علیہ السلام و حبیب خدا محمد مصطفیٰ [illegible] علیہما الصلوٰۃ والسلام
کے سامنے لوگوں کی [illegible] حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible]
تک پہنچ سکتے ہیں [illegible] کا یہی معنی تو نہیں [illegible] اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سامنے [illegible]
[illegible] میں [illegible] لوگوں [illegible] خدا کی وحدانیت اور پیغمبروں کے لوگوں [illegible] احکام دینی
کی گواہی دیتے ہیں۔

غرضیکہ خود قرآن پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاہد و شہید [illegible] و [illegible]
[illegible] سے حاضر و ناظر [illegible] کہتے ہیں یہ فریق مخالف کی پائے [illegible] چاہئے [illegible] مسلمانوں
کو [illegible] سے [illegible] [illegible] و [illegible] ہیں

[illegible] بے سبب [illegible] زبان [illegible] کسی آخر کبھی [illegible]

مخالفین کی غلطی کا سبب

قارئین کرام شاید متعجب ہوں گے کہ مخالفین کو یہ غلطی کیوں ہوئی کہ انہوں نے شہید اور شہید کے لفظ سے حاضر
و ناظر کا معنی لے لیا [illegible] کہتے ہیں کہ مخالفین نے لفظ شہادت [illegible] [illegible] کہتے ہیں کہ
سب [illegible] مشاہدہ اور معائنہ [illegible] جب آپ گواہ [illegible] تو مخالفین [illegible]
[illegible] تو ظاہر ہے [illegible] [illegible] کا [illegible] صحیح [illegible]
[illegible] سے حاضر و ناظر کا معنی

جواب۔ قارئین کرام کو اصل مرکزی نکتہ سمجھ آ گیا ہوگا کہ شہادت فریق مخالف کے خیال کے
مطابق [illegible] کے [illegible] نہیں ہو سکتی لیکن یہ ان علم [illegible] جہالت [illegible] شہادت
کے لئے یہ ضروری نہیں کہ گواہ [illegible] خود اصل واقعہ دیکھے اور معائنہ کرے بلکہ کسی ثقہ و معتبر
کے بتانے پر اور کسی معقول وجہ سے علم ہونے پر بھی شہادت اور گواہی دی [illegible] شہادت
کا اطلاق درست [illegible] ہے [illegible] دلائل پر غور سے توجہ فرمایئے

قرآن کریم کی یہ آیت کہ لِتَکُونُوا شُہَدَاءَ عَلَی النَّاسِ یعنی تاکہ تم [illegible] پر گواہ بنو

تنہا موقعوں پر گواہ بن سکتی۔ ہم عرض کر چکے ہیں اور اسکی تفسیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیث بھی بحوالہ بخاری عرض کر چکے ہیں۔ اگر جناب مصنف اور حضرات علماء کی گواہی والی بات درست نہیں ہے تو امت محمدیہ پہلی امتوں پر کیوں شہادت دیگی جبکہ انھوں نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ دیکھا ہی نہیں۔ غرض یہ بھی ثابت ہے کہ امت محمدیہ گواہی ضرور دیگی۔ اگر گواہ کیلئے معائنہ اور واقعہ میں حاضر ہونا اور دیکھنا ضروری ہوتا تو امت محمدیہ پہلی امتوں پر گواہ نہیں بن سکتی۔ حالانکہ قرآن و حدیث اس پر شاہد ہیں کہ یہ امت پہلی امتوں پر ضرور گواہی دیگی گو یہ امت پہلی امتوں کے پاس حاضر اور ان کے زمانہ میں موجود نہ تھی اور اگرچہ اس امت نے پہلی امتوں کو اور ان کے احوال و واقعات کو بچشم خود نہیں دیکھا لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے برحق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس امت کو یہ پکی اور یقینی خبر پہنچا دی ہے کہ مثلاً حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسی طرح دوسرے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ کی ہے اور خدا اور رسول سے بڑھ کر سچا اور معتبر اور موثق کوئی بھی نہیں۔ لہٰذا ان کے ارشاد پر یقین اور اعتماد کرتے ہوئے یہ امت شہادت پیش کرے گی

۲۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲ ترمذی ج ۲ ص ۱۳۷ اور سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۵ وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک شخص حضرت بدیل سہمیؓ جو مسلمان تھے، دو شخصوں (حضرت تمیمؓ اور حضرت عدیؓ) کیساتھ جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے بلکہ نصرانی تھے ملک شام کو تجارت کیلئے گئے۔ شام پہنچ کر حضرت بدیلؓ بیمار ہو گئے۔ انھوں نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اپنے مال میں رکھ دی اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع نہ دی۔ مرض جب زیادہ بڑھ گیا تو انھوں نے ان دونوں کو وصیت کی کہ میرا سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انھوں نے حسب وصیت سامان وارثوں کو دے دیا مگر ایک چاندی کا جام جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا غائب کر دیا۔ میت کے وارثوں نے پوچھا کہ متوفی نے کوئی سامان فروخت بھی کیا ہے یا بیماری اور علاج پر بھی کچھ صرف ہوا ہے؟ جواب ملا نہیں۔ وارثوں نے کہا کہ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک جام فہرست میں لکھا ہوا ہے مگر تم نے دیا نہیں۔ معاملہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا چونکہ میت کے وارثوں

کے پاس گروی رکھے تھے جب حق علیہ حیثی ان دونوں سے تقسیم کی [illegible] معلوم ہوا تو [illegible] پیچھے دوست
کے ہاں مسلمان دونوں نے ان سے ایک سنار کے ہاتھ فروخت کر دیا جب میت کے وارثوں کو معلوم ہوا تو وہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں
جن کا ترجمہ ہے:

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں
تم میں سے ہوں (یعنی مسلمان) یا غیر مسلم ہوں (الی قولہ تعالیٰ) پھر اگر خبر ہو جائے کہ وہ دونوں حق دبا گئے
تو دو اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے جن کا حق دبا ہے جو سب سے زیادہ قریب میت
کے ہوں۔ آگے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا۔ الآیۃ (پ سورۃ مائدہ ع)

پھر قسم کھائیں اللہ تعالیٰ کی کہ ہماری شہادت اور گواہی پہلا زیادہ حق اور تحقیق ہے پہلوں کی گواہی سے۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت [illegible] کے وارثوں نے شہادت دی کہ جام [illegible] ہے چنانچہ
آپ نے ان کو ان کا حق دلوا دیا۔ اس واقعہ میں میت کے وارثوں کی ایک [illegible] یقینی بات پر
شہادت کا اطلاق ہوا ہے جو اصل واقعہ پر حاضر تھے نہ موجود اور قرآن کریم کی ان آیات میں موت کے
وقت ایسی وصیت کا حکم ایسی حالت میں [illegible] کا حکم یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے مومنوں کے
لئے ثابت ہے اگر شاہد کے لئے اصل واقعہ میں حاضر ہونا اور خود دیکھنا ضروری ہوتا تو میت کے
قریبی وارث جو اصل واقعہ میں موجود نہ تھے کیوں کہتے ہیں لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ کہ
ہماری شہادت پہلوں کی گواہی سے زیادہ قابل قبول ہے اس کا فیصلہ تو فریق مخالف ہی کرے گا
کہ جب اصل واقعہ میں یہ موجود ہی نہ تھے تو پھر یہ اپنے پر شہادت کا اطلاق کیوں کرتے ہیں بلکہ حقیقت یہ
تھی کہ ان کو بعض قرائن سے علم ہو چکا تھا جن کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے تھے اور اس بنا پر
ہی انہوں نے شہادت بھی دی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ شہادت کے لئے اصل واقعہ میں حاضر ہونا
اور مشاہدہ کرنا اور دیکھنا ضروری نہیں بلکہ کسی معقول ذریعے سے اگر یقینی علم ہو جائے تو شہادت کے لئے

کافی ہے اور یہ واقعہ حضرت عدیؓ کے وارثوں کے لیے ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر مومن کو حسب تمام
حدود شرعی یہ حکم ہے کہ جب بھی تمہیں میت کے گواہوں پر اعتماد نہ ہو تو قسم لے لو۔ چونکہ شہادت اور گواہی کی
اور اصل واقعہ میں حاضر ہونا ضروری نہیں ہاں بقدر ضرورت علم ہونا ضروری ہے جو کسی معتبر اور
ثقہ کے بتلانے سے ہو گو کہ وہ نقل قرائن اور شواہد سے حاصل ہو سکتا ہے۔

یہ واقعہ سورۂ مائدہ کا ہے اور یہ سورت ان سورتوں میں شمار ہے جو آخر میں نازل ہوئی ہیں
اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ حاضر و ناظر ورنہ
آپ پہلے ہی اصحاب کو حق کی خبر دے دیتے جیسے بعد کو بتلایا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی تب حق
بات کا علم ہوا۔ قافلہ رسید پر ہی رک کر دکھا دیا کہ حاضر و ناظر بھی وہ ہے جو حق ظاہر کیا کرتا ہے۔ ماسوا ذات باری بینوا توجروا

(۳) نسائی ج ۲ ص ۲۴۲ ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۶ سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۴۶ اور مستدرک ج ۲ ص ۱۸ وغیرہ میں
ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے جس کا
نام سواء بن حارث تھا ایک گھوڑا خریدا لیکن اس وقت آپ کے پاس رقم موجود نہ تھی رقم دینے کے لیے آپ
جلدی سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔ کوئی راہگیر آیا اور اس نے سودا طے نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ قیمت
اس دیہاتی کو بتلا دی۔ اس نے سکے سے متاثر ہو کر جب آپ رقم لے کر آئے تو سودا ختم کر چکے تھے
تو خفا ہو کر یہ کہنے لگا کہ اس کو گھوڑا فروخت کرنے کا کوئی حق نہ تھا لیکن اس نے زیادہ رقم
ملنے پر بے ایمانی کی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا کہ میں نے تو گھوڑا آپ پر فروخت ہی نہیں
کیا۔ آپ مجھ سے کس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے تو فروخت کر دیا ہے اور معاملہ طے
ہو چکا ہے میرے ذمہ صرف رقم ادا کرنی باقی ہے جو تمہیں دے کر گھوڑا لے لوں گا۔ دیہاتی بولا
آپ گواہ لائیں کہ میں نے واقعی گھوڑا آپ پر فروخت کر دیا ہے۔ جس وقت یہ معاملہ ہوا تھا
اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس دیہاتی کے علاوہ اور کوئی آدمی پاس موجود نہ تھا لیکن حضرت
خزیمہؓ گواہی دینے پر آمادہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا جب تم موجود ہی نہ تھے تو تم کس طرح گواہی دیتے ہو۔ حضرت
خزیمہؓ نے عرض کیا یہ ٹھیک ہے کہ میں اس وقت موجود نہ تھا لیکن مجھے اس کا یقین ہے کہ آپ ... الاحق

بے شک آپ سچ ہی کہہ رہے ہیں

جب آپ قیامت میں زمین کے ... تو یہ بات یقینی ہے کہ آپ سے ... ہی سے

کیونکہ آپ صادق ہیں اس لئے میں نے گواہی دی تھی۔ حضرت خزیمہؓ کی اس عقیدہ تصدیق اور خلوص کو دربار

خداوندی میں اتنی محبوبیت حاصل ہوئی کہ وقت وحوا جب کے لئے تنہا حضرت خزیمہؓ کی گواہی

گواہی پوری ہوئی۔ حضرت خزیمہؓ کے ساتھ کسی اور گواہی کی ضرورت نہیں وہ تنہا دو گواہوں کے

برابر قرار دیئے گئے۔

اس حدیث سے بھی اسی طرح یہ ثابت ہو گیا کہ گواہی کے لئے اصل واقعہ میں حاضر اور موجود

ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی معتبر ذریعہ سے اصل واقعہ کا علم ہو جانا بھی شہادت کیلئے کافی ہے حضرت

خزیمہؓ گرچہ خرید و فروخت کے وقت موجود نہ تھے لیکن مخلوق میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے زیادہ سچا اور کوئی ہو نہیں سکتا اور آپ کے بیان پر یقین اور اعتماد رکھتے ہوئے حضرت خزیمہؓ

شہادت اور گواہی دینے پر تل گئے۔

(۳) قرآن کریم اور حدیث شریف سے اسکا ثبوت مل چکا کہ گواہی کیلئے اصل واقعہ میں حاضر

اور موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ صحیح حالات کا علم ہو جانا بھی گواہی کیلئے کافی ہے اب حضرت

فقہاء کرام سے بھی سن لیجئے وہ کیا فرماتے ہیں حضرات فقہاء حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ سوادہم کا یہ مسلک

ہے جیسا کہ ہدایہ شریف کی کتاب الشہادات ص ۲۴۵ میں ہے کہ گواہ کیلئے درست

نہیں کہ بن دیکھے کسی چیز کی شہادت دے مگر نسب، موت، نکاح، جماع اور قاضی کی ولایت کی

تقرری کی شہادت بن دیکھے بھی درست ہے

[illegible] ... عملکہ ایسی ... کو بنی دی ہو

یعنی یہ شہادت کہ فلاں شخص فلاں کا لڑکا ہے یا فلاں فوت ہو چکا ہے یا فلاں کا نکاح ہو گیا ہے

یا فلاں نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی ہے یا فلاں جج یا قاضی منتخب کر لیا گیا ہے اگرچہ ان واقعات

اور حالات کو گواہ نے خود نہ دیکھا ہو لیکن ثقہ اور معتبر آدمی کی خبر اور اطلاع دینے پر گواہی اور شہادت

دیا درست نہ صحیح ہے بلکہ حسب چاہیے جو حاشیہ میں اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[illegible] فیشہد [illegible] لا [illegible] — یہ کوئی ضروری نہیں کہ واقعات مشہور ہوں یا کسی [illegible]

[illegible] — ضروری [illegible]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ [illegible] کا حاضر ہونا اور اس کا دیکھنا شہادت کے

لئے ضروری نہیں بلکہ اگر وہ غیر مشہور اور متواتر ہو [illegible] معتبر [illegible] شہادت

درست ہے [illegible] حضرت [illegible] حضرت [illegible] دیکھئے [illegible]

مخالف کہتا ہے۔

(۵) لغت والے بھی شہادت کا اطلاق [illegible] خبر درست پر کرتے ہیں جو [illegible]

نہیں [illegible] خبر [illegible] صفحہ ۲۲ میں لغت شہادت خبر درست

آگاہی [illegible] کوئی بات [illegible] گواہی [illegible] معاینہ [illegible] گواہی [illegible]

[illegible] گواہی [illegible] اسی طرح خبر درست بھی گواہی ہے اگر [illegible]

[illegible] خبر درست [illegible] کی صداقت کو [illegible]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ [illegible] خبر [illegible] شہادت کا اطلاق درست ہے

[illegible] ضروری نہیں [illegible] شہادت [illegible]

[illegible] شہادت [illegible]

[illegible] شہادت [illegible] اسی طرح [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] شہادت [illegible]

[illegible]

[illegible] شہادت [illegible]

[illegible] شہادت [illegible]

اور آسمان سے برستے ہوئے پانی کا طوفان [illegible] کی صداقت [illegible] تک آئی۔ آسمان
سے پتھر برسے تو ہم نے دیکھے کچھ بھی نہیں۔ کیوں شہادت دیتے ہیں۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی پہلے خبر دی ہے۔ [illegible] سے [illegible] اسکے [illegible]
گئے [illegible] ہلاکتوں اور [illegible] بارش [illegible] اور ہستیوں کے وجود کی شہادت دیتے ہیں مگر ہم نے
انہیں دیکھا نہیں۔ کیوں شہادت دیتے ہیں؟ اسلئے کہ قرآن شریف اور بہت سے دلائل اور روایتیں وجود پر
یقینی الصحیح خبر دیتے ہیں۔ اگر شہادت کیلئے یہ ضروری ہوتا کہ ہر چیز خود دیکھا ہو [illegible]
میں حاضر و موجود ہو تو ہم ایک چیز کی شہادت بھی نہیں دے سکتے۔ اذان تک نہیں کہہ سکتے کیونکہ
جہاں اسکی گواہی دینا پڑتی ہے کہ

اشہد ان محمدا رسول اللہ — میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں

بتلائیے! آجکل کس مؤذن نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اور کس مؤذن
نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتے دیکھا ہے مگر
گواہی اور شہادت دیتا ہے۔ [illegible] حدیث شریف [illegible] اور شریعت
سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ [illegible] حاضر و موجود [illegible] حاضر و ناظر [illegible]
بے علم [illegible] منسوب [illegible] ہر چیز کا علم ہو جانا ممکن ہے [illegible] مخالف [illegible] اور جہالت
دیکھئے [illegible] مخالف [illegible] کے وجود کی شہادت دیتا
ہے اور کیا [illegible] حضرت [illegible] کی زیارت کی ہے۔ اگر نہیں تو شہادت کا [illegible]
[illegible] یا [illegible]

[illegible] — [illegible] نام [illegible]
[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible] جب [illegible]

ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ کوئی [illegible]

کے لئے مسلمان فرقوں میں حصہ دار موجود ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی چیز کے متعلق [illegible] ضرورت لیے

[illegible] شیعہ کا حق صحیح اور درست ہے [illegible] تو کوئی [illegible] مخفی نہیں

اور [illegible] ہے [illegible] جیسا کہ [illegible] کے مناسب [illegible] موجود [illegible] ہے۔

جواب: [illegible] نہیں کہ [illegible] محل اور موقع کے سبب سے گر

ایک [illegible] لفظ دوسرے محل اور موقع پر الگ اور جداگانہ معنی دیتا ہے دیکھئے [illegible]

عربی زبان کے [illegible] پر بھی اطلاق ہوتا ہے [illegible] یعنی دو مختلف مفہوموں پر

بولا جاتا ہے مگر ہر ایک اپنے محل اور موقع [illegible] دیتا ہے [illegible] رؤف [illegible] رحیم [illegible] کی

صفت ہے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بھی رؤف اور رحیم آئی ہے

لیکن خدا تعالیٰ کی صفت ذاتی قدیم اور [illegible] کے لائق ہے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] ہوگی [illegible] ہوسکتی ہے یا جیسے لفظ

حفیظ اور علیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور یہی صفت قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام

کے لئے بھی آئی ہے مگر ہر ایک اپنے موقع و محل پر حسب معنی [illegible] ہے یا قرآن کریم میں جیسے

لفظ سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے مگر قرآن کریم میں انسان کی صفت بھی بیان کی گئی

ہے [illegible] عام ہے [illegible] ہے لیکن سب جانتے

ہیں کہ خدا تعالیٰ [illegible] سمیع اور بصیر [illegible] انسان [illegible] معنی کے

لحاظ سے [illegible] بصیر ہے جو اس کے مناسب حال ہے [illegible] اپنے مشہور و معروف محاورہ

کو دیکھ لیجئے کہ لفظ میاں متعدد مقامات پر بولا جاتا ہے مگر ہر جگہ [illegible] جداگانہ معنی

دیتا ہے یہ نہیں کہ سب جگہوں پر ایک ہی معنی ہو [illegible] اللہ میاں [illegible] میاں [illegible]

میاں [illegible] امام کو میاں جی [illegible] دادا [illegible] نانا وغیرہ کو بھی میاں کہتے ہیں اور شوہر کو بھی

میاں کہتے ہیں [illegible] ہوگا [illegible] یہ ایک بات ہے کہ [illegible] کے لئے

[illegible] ہوگی جو اس کی [illegible] کے لائق ہے اور میاں [illegible] کے لئے بھی وہی ہوگی جو [illegible]

سے اسی طرح آپ شاہد اور شہید ہوں گے اور جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جاتا ہے تو
اس کے لیے دوسرا معنی ہوتا ہو [illegible] ہے چونکہ وہ ہر بات کے قریب ہے اور [illegible]
ہے ہر بات کے ظاہر و باطن سے واقف ہے اسی لیے جیسا کہ اس کے لیے شاہد اور شہید سے گواہ کا معنی
درست ہے اسی طرح اس کے لیے حاضر و ناظر کا معنی بھی درست ہے لیکن کسی اور کے لیے دلائل
مذکورہ بالا مقصود کے رد سے شاہد اور شہید سے حاضر و ناظر مراد لینا درست نہیں ہے بلکہ غلط اور کفر و شرک
ہے شرح

[illegible]

قارئین کرام ہم نے لفظ شاہد اور شہید سے فریق مخالف کا استدلال اور اس کا جواب [illegible] کے
سامنے عرض کر دیا ہے اب [illegible] کے [illegible] میں سے

شیشہ ہے یا صاف [illegible] تو [illegible]
[illegible] ہے تو [illegible] بھی نہیں

فریق مخالف کی دوسری دلیل اور اس کا حل

فریق مخالف قرآن کریم کی آیت ونحن اقرب الیہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر جگہ
حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتے ہیں [illegible] حدیث [illegible] وغیرہ ضروری معلوم ہوتا ہے
قارئین کرام کے سامنے قرآن کریم [illegible] کی وقعت اور شان [illegible] کر اس سے جواب کی طرف
توجہ کریں ملاحظہ فرمائیے ایک مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے ۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ

اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے [illegible] اہل کتاب کا تو
کر دیں گے وہ تم کو ایمان لانے کے بعد کافر اور [illegible]
طرح کافر ہو سکتے ہو [illegible] تم پر اللہ کی
آیتیں اور تم میں اللہ کا رسول ہے

پ ۴ آل عمران رکوع ۱۱

(۲) دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ (پ ۲۶ سورۃ حجرات رکوع ۱)

اے ایمان والو اگر تمھارے پاس کوئی گنہگار خبر لائے تو تحقیق کر لو کہیں جا پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو پچھتاؤ اپنے کیے پر ۔ اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ ہے اگر وہ تمھاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے ۔

فریق مخالف کا کہنا ہے کہ وَفِيكُمْ رَسُولُهٗ (اور تم میں اللہ کا رسول ہے) سے تمام امت مراد ہے جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ہر وقت امت میں حاضر رہتے ہیں تو آپ حاضر و ناظر ہوئے ۔

جواب اول: قرآن کریم کے جملہ وَفِيكُمْ رَسُولُهٗ سے خطاب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام امت کو نہیں بلکہ اس سے بعض حضرات صحابہ کرام مراد ہوتے ہیں (جو ان آیات کے نزول کا داعیہ اور سبب تھے اور جن کی صحبت اور صحابیت اللہ تعالیٰ کو منظور تھی) چنانچہ واقعہ یوں ہے کہ شان نزول یہ ہے کہ انصار مدینہ کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج زمانہ جاہلیت میں ان کی آپس میں سخت عداوت دشمنی تھی ۔ اور بعاث کی مشہور جنگ ان میں ایک سو بیس سال تک رہی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت پر انکی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسلام کی تعلیم اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے ملا کر شیر و شکر کر دیا تھا یہود مدینہ کو ان دونوں قبیلوں کا مل کر رہنا اور متفقہ طور سے اسلام کی حمایت کرنا ناگوار تھا چنانچہ یہود مدینہ نے ایک دفعہ موقع پا کر ان دونوں قبیلوں میں جنگ بعاث کا ذکر چھیڑ دیا چند اشعار سنائے ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی آگ کی چنگاریاں پھر سلگ گئیں نوبت یہاں تک پہنچی کہ طرفین سے ہتھیاروں کی طلب شروع ہونے لگی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع مل گئی آپ جماعت مہاجرین

کو اس سے کہ موقع پر پہنچ گئے۔ وہاں دونوں حریفوں کو سمجھایا وہ سمجھ گئے۔ اس آیت میں پہلے خود
ملامت کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تم پر پڑھی جاتی ہیں
اور اللہ تعالیٰ کا رسول تم میں موجود ہے پھر بھی موجودگی میں تم کیوں لڑائی پر آمادہ ہوتے
ہو اور کیوں یہود کے کہنے پر آپس میں خراب ہوتے ہو؟ دیکھئے مسند احمد، کبیر
ج ۳ صفحہ ۲۹۹ و معجم کتب تفسیر۔

دوسرے واقعہ کا شانِ نزول یہ ہے اور حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اس پر حضرات
مفسرین کرام کا اجماع ہے (بحوالہ البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۱۴) کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
نے حضرت ولید بن عقبہ کو قبیلہ بنی مصطلق کے پاس زکوٰۃ کی وصولی کے لئے روانہ کیا چونکہ حضرت
ولید کا قبیلہ زمانہ اسلام سے پہلے مذکورہ سے مخالف تھا اسی قدیم عداوت کی وجہ سے وہ ڈرتے بھی
اس قبیلہ سے خائف تھے جب بنو مصطلق کو قبیلہ مذکورہ نے سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے قاصد و رسائل ہمارے پاس آ رہے ہیں تو وہ استقبال کرتے ہوئے بڑی عزت اور
خوشی کے ساتھ نکل کر آئے حضرت ولید کو یہ وہم ہوا کہ شاید دیرینہ عداوت کی بنا پر مجھے قتل کرنے
آئے ہیں۔ حضرت ولید واپس ہو گئے کیا قبیلہ کو مرتد [illegible] انہوں نے [illegible] قبیلہ مذکورہ
[illegible] اور سرعت [illegible] ان کے [illegible]
[illegible] ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
اس قبیلہ کی شکایت کی کہ حضرت [illegible] تو مرتد ہو گئے ہیں اور مجھے قتل کرنا چاہتے تھے قسمت
[illegible] بھاگ نکلا [illegible] حضرت خالد بن ولید [illegible]
اور حالات کا جائزہ لیا بات کچھ بھی نہ تھی۔ وہ لوگ مخلص مسلمان تھے [illegible] حضرت ولید کا
بھی [illegible] دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۴ صفحہ ۲۰۹ [illegible] اس پر قرآن کریم کی یہ آیت [illegible]
اگرچہ حضرت ولید [illegible] سے اس وقت کے [illegible]
کوئی شرعی [illegible] کوئی بات [illegible] تحقیق اس پر عمل نہ کیا کرو [illegible] قوم [illegible]

چونکہ حضرت علی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ... کو ... فرمایا ہے کہ تم ... و
احتیاط سے کام لیا کرو کیونکہ تم ... ان کے دشمن ہیں اگر وہ اتفاق کی بات کی باتیں مان لیں
کریں تو تم دین اور دنیا کے مصائب اور تکالیف میں گرفتار ہو جاؤ گے خصوصاً جبکہ رسول سے
سے خطاب حضرات صحابہ کرام کو ہے اور ... منافقت کو ... اگر بالفرض یہ خطاب ... ہو تب
بھی صرف مومنوں کو ہوگا (جیسا کہ یا ایھا الذین آمنوا سے ظاہر ہے) دوسری جگہ ... کے حق
میں حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ پھر بھی باطل ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

جواب دوم : پہلا واقعہ سورۂ آل عمران میں مذکور ہے جس کے بعد پچیس[۲۵] سورتیں (جن کا
ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں) نازل ہوئی ہیں (تفسیر اتقان ص ...) اور دوسرا واقعہ سورۂ حجرات کا ہے جس کے بعد
سات سورتیں (تحریم، جمعہ، ... صف، فتح، مائدہ اور توبہ) نازل ہوئی ہیں۔ (تفسیر اتقان ص ...)
اگر جبکہ ... رسول نے سے آپ کا ہر وقت اور ہر ایک شے حاضر و ناظر ہونا ... ہوتا تو ان
واقعات کے بعد قرآن کریم کی جو سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں آپ کی ہر شے سے بے خبری اور عدم علم
کا ثبوت کیوں ہے؟ ... سورۂ تحریم سے شہد والا قصہ اور ایک ... بیوی ... کا آپ سے ایک بات کی ...
کے متعلق ... آپ سے ... بیان کیا ہے جس کا ... عرض کر چکے ہیں۔ سورۂ آل عمران سے جب کہ
نازل ہوئی ہے ... منافقین کا شان نزول اور صورت ... اور ... کا واقعہ بھی عرض کر چکے
ہیں۔ سورۂ مائدہ کا حیثیت کے ... کے متعلق آیات کا ... پیش کر چکے ہیں۔ سورۂ نساء
سے بشیر ای منافق کا قصہ بھی نقل کر چکے ہیں۔ اور تفسیر اتقان کے حوالے سے یہ بھی نقل کر چکے ہیں کہ سورۂ
النساء، سورۂ آل عمران کے بعد نازل ہوئی ہے اور سب سے آخر میں ... سورۂ توبہ سے مسجد ضرار
اور منافقین کی سازشوں کے واقعات بھی نقل کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ سورۂ آل عمران سے سورۂ ... بعد کو نازل ہوئی
اب آپ سورۂ نور کی چند آیات کا شان نزول حضرت عائشہ صدیقہؓ سے (صحیح بخاری ج ۲ ص ... وغیرہ کی روایت سے)
اجمالاً سن لیجئے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ ... کے ساتھ ایک غزوہ میں جو ... تھا جو شعبان
سنہ ... ہجری میں ہوا تھا۔ تاریخ ابن ہشام ج ... علی ... میں شریک تھی پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا

تھے۔ اونٹ پر کجاوہ میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو واپس ہوئے۔ رات کو ایک مقام پر پہنچے صبح سے پہلے حضرت صحابہ روانگی کے لئے تیار ہو گئے اعلان کیا گیا کہ صبح سویرے ہی چل پڑیں گے۔ جب صبح ہوئی تو آپ قضائے حاجت کے لئے ذرا دور چلی گئیں۔ اتفاق سے ایک موتیوں کا ہار ٹوٹ گیا جس کو تلاش کرتی رہیں اور دیر ہو گئی۔ جو آدمی مقرر تھے وہ اونٹ پر لادنے پر متعین تھے انہوں نے سمجھا کجاوہ اونٹ پر رکھ دیا یہی خیال تھا کہ حضرت عائشہ رضی کجاوہ میں ہوں گی جب یہ دیر کے بعد اپنی جگہ واپس آئی تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع قافلہ جا چکے ہیں۔ تب وہیں بیٹھ کر رہ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل جو قافلہ کے پیچھے رہتے تھے ذرا بعد پہنچے۔ انہوں نے دیکھا تو [illegible] دیکھ کر حیران رہ گئے اپنا اونٹ بٹھایا اور بٹھا کر اس پر سوار کیا اور قافلہ میں جا پہنچایا۔ منافقوں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی کو حضرت صفوان سے بدنام کرنے کی [illegible] العیاذ باللہ تعالیٰ۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضرات صحابہ کرام کو [illegible] ایک ماہ پریشانی رہی حتیٰ کہ سورۃ نور نازل ہوئی اور معاملہ صاف ہوا۔

قارئین کرام! یہ بات محتاج بیان نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی کی عصمت کے بارے میں حالات اور قرائن سے یہ خیال تھا کہ حضرت عائشہ کا کوئی قصور نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی کی ذاتی پاکدامنی اور عفت کے اثبات کے لئے چند صورتوں کی بنا پر منبر پر خطبہ بیان بھی ارشاد فرمایا کہ واللہ میں ان کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے مگر اس سے قطعی علم پر استدلال جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب نے کیا ہے (دیکھئے [illegible] ص ۲۴۲) باطل ہے علم قطعی وحی نازل ہونے سے پہلے ہرگز نہ تھا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۹۳ کے پر ملاحظہ کیجئے)۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یا عائشۃ انہ بلغنی عنک کذا وکذا	اے عائشہ! تیرے بارے میں مجھے ایسی ایسی بات پہنچی ہے تو اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے
فان کنت بریئۃ فسیبرئک اللہ وان کنت ألممت	اس تہمت سے پاک کرے گا اور اگر تجھ سے گناہ صادر ہو
بذنب فاستغفری اللہ وتوبی الیہ	گیا ہے تو معافی مانگ اور توبہ کر [illegible]

فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب الله علیہ۔

بندہ جب گناہ کا اعتراف کرے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے

پہلے اس واقعہ کے متعلق ہم بحث کر چکے ہیں یہاں صرف اتنا عرض ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب تھے تو آپ نے حضرت عائشہ کو یہ کیوں فرمایا کہ اگر تجھ سے گناہ ہو گیا ہے تو توبہ کر؟ اور ایک ماہ تک آپ کیوں پریشان رہے؟ اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کی برأت میں ایک ماہ تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیدہ و دانستہ اپنی اہلیہ محترمہ کو ایک مہینہ پریشان رکھا اور نعوذ باللہ منافقوں سے ان کی بات کو رد نہ فرمایا (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ تو ہو نہیں سکتا

سمجھ نہ سکیں گے حریف ایسی باتیں
وہ اختیار کیا ہے جس میں زندگی ہے

حضرت ملا علی القاری الحنفی تحریر فرماتے ہیں :

ولما جرى لام المؤمنين عائشة ما جرى ورماها اهل الافك بما رموا لم يكن يعلم حقيقة الامر حتى جاءه الوحي من الله تعالى ببرائتها وعند هؤلاء الغلاة انه عليه السلام كان يعلم الحال وانه عرفها بلا ريب واستشار الناس في فراقها ودعا بريرة فسألها وهو يعلم الحال وقال لها ان كنت الممت بذنب فاستغفري الله وهو يعلم علما يقينيا انها بريئة ولا ريب ان الحامل لهؤلاء على هذا الغلو اعتقادهم انه يكفر عنهم سيئاتهم ويدخلهم الجنة وكلما غلوا كانوا اقرب اليه

اور جب حضرت ام المومنین عائشہ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اور منافقوں نے ان پر جو تہمت لگائی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اصل حقیقت کا علم نہ ہو سکا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور ان کی برأت ثابت ہوئی اور ان غالی لوگوں کے نزدیک آپ کو ان کا حال معلوم تھا اور اس میں کوئی شک نہیں آپ کو ان کا حال معلوم تھا اور باوجود اس کے آپ نے ان کی جدائی اور طلاق کا مشورہ لوگوں سے کیا تھا اور باوجود علم کے حضرت بریرہ سے ان کی کیفیت دریافت کی اور حضرت عائشہ سے کہا کہ اگر تم سے گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو حالانکہ آپ کو یقینی طور پر معلوم تھا کہ وہ بری ہیں اور کوئی شک نہیں کہ ان غالی لوگوں کو اس غلو پر اس اعتقاد نے آمادہ کیا ہے کہ آپ ان کی خطائیں معاف کریں گے اور ان کو جنت میں داخل کریں گے اور جس قدر وہ غلو کریں گے اسی قدر آپ کے قریب ہوں گے

وحسن به ظنهم عصى الناس ظهرة
وانسد عنهم مخالفته سنته وهؤلاء بينهم
شبه ظاهر من النصارى علوا على نسخ
عظم المصوصه عنه شرعه ونبيك
عظم مخالفة والمقصود ان هؤلاء
يصدقون بالاحاديث الملكية وبعد
لصريحة ويحرفون لاحاديث
الصحيحة وتلك في ذمته فيموت
من يقوم به عن استعمله۔
(انتهى ملخصا
موضوعات كبير ص ...)

[illegible] ہے کہ جب تک [illegible] ہیں اور [illegible] کر لی گئے تو [illegible] گئے اور [illegible] بھی ان کے دل [illegible] ہو گئے اور وہ آپ کے ساتھ [illegible] میں شامل ہو گئے۔ درحقیقت یہ وہ [illegible] الی [illegible] کی بجائے [illegible] اللہ کی [illegible] کے [illegible] ہیں [illegible] کی نسبت [illegible] مسلمانوں نے [illegible] اللہ کی [illegible] اور [illegible] کا مقصد بھی صرف یہ ہے کہ [illegible] اور [illegible] کی ترتیب [illegible] کی [illegible] ہیں [illegible] کی [illegible] کا [illegible] لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔

یہ بات تو بھی ملاحظہ کیجیے اور مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ کیجیے کہ صدیقہ سیدہ انبیاء کی [illegible] ایک ہی دن سے یہ آخر ہو سکتی ہیں۔ [illegible] علم [illegible] سبحان اللہ
یہ منطقی پیدا ہوتے ہیں تو دین کا خدا ہی حافظ ہے مگر خیر

جو کچھ فلک دکھائے سو ناچار دیکھنا

قارئین کرام اعلیٰ حضرت صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ سب کچھ فرقہ بریلویہ میں موجود ہے جس کی وکالت مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کر رہے ہیں۔

جواب سوم۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا مراد ہو جیسا کہ فریق مخالف کا خیال ہے تو لازم آئے گا کہ قرآن کریم کی آیات کا آپس میں تعارض اور تناقض واقع ہو اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تعارض کا شائبہ بھی پایا جائے۔ پس [illegible] شہید سے مراد

یہ ہو کہ آپ ہر جگہ اور ہر وقت میں حاضر و ناظر ہیں تو قرآن کریم کی یہ آیت کیا معنی رکھتی جس میں آپ کو بری مجلسوں میں حاضر و شریک ہونے کی قطعاً اجازت نہیں دی گئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا	اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو جھگڑتے ہیں ہماری
فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ	آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جاویں
حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا	کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے
تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔	تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ
(پ۷ الانعام رکوع ۸)	میں

اس آیت سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلاف شرع مجالس میں شریک اور حاضر ہونے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ خلاف شرع مجالس کتنی وسیع ہیں۔ شراب کی مجلس، مذاق کی مجلس، قرآن کریم سے استہزاء و مقابلہ کی مجلس، گانے اور بجانے کی مجلس، غیبت اور چغلی کی مجلس، فحش گوئی کی مجلس، جوا بازی کی مجلس، جھگڑے اور فساد کی مجلس، تعزیہ اور سینما وغیرہ کی مجلس، اگر ان مجلسوں میں بھی آپ حاضر ہوتے ہیں تو انسان کو شریک ہونا منع کیوں نہیں کرتا چہ جائیکہ ایسی بابرکت اور غیر شرعی مجالس میں حمد اللہ تعالیٰ کے نیک اور بزرگ بندوں کو حاضر و ناظر مانا جائے اور خصوصاً فرضی موجودات مردود اور فسق و فجور کی جگہ جیسے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ تعالیٰ، اور پھر مزید ستم یہ کہ مجالس اور محافل سے تو شیطان کی بدبو اور گندگی آتی ہے اور بعض ایسی گندی چیزیں ہیں جن کو ملائکہ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بعض عبادِ صالحین بھی محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ منذری ترغیب و ترہیب ج ۳ صفحہ ۲۰۰ میں مسند احمد کے حوالہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند بالکل ٹھیک ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک بدبو اٹھی تو آپ نے ارشاد فرمایا جانتے ہو یہ کیسی بدبو ہے؟ یہ بدبو ان لوگوں کی ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ اور ترمذی ج ۲ صفحہ ۱۹ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس سے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے فرشتہ اس سے ایک میل دور چلا جاتا ہے جب فرشتہ اتنی دور چلا جاتا ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس کیوں حاضر ہو سکتے ہیں جن کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] کرنے سے جاتے ہیں۔

قارئین کرام آپ ان بدعتی نام نہاد مجتہدوں سے پوچھئے کہ تم تو [illegible] غلاظت کے [illegible] میں ہر وقت [illegible] رہتے ہو کفر شرک اور بدعت اور کذب بیانی [illegible] بھلا تمہارے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو کیا حاضر ہوں تمہاری مجالس سے تو رحمت کے فرشتے بھی بھاگ جاتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرہ میں [illegible] داخل نہیں ہوتے تھے تاوقتیکہ [illegible] پردہ نہ کر دیا [illegible] (مشکوٰۃ شریف [illegible] متفق علیہ) مگر [illegible] ہر جگہ [illegible] اللہ تعالیٰ اور ان بدعتی نام نہاد مجتہدوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ ہر جگہ موجود [illegible] ہیں۔ [illegible] ہے

[illegible] [illegible] دل تو [illegible]

قارئین کرام [illegible] حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم تھا کہ آپ [illegible] مجلس [illegible] میں شریک نہ ہوں [illegible] کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ — کہ جب اللہ تعالیٰ کی آیات پر [illegible] کی طرف [illegible] دوسری [illegible] بات میں [illegible] ورنہ تم بھی ان جیسے [illegible] ہو جاؤ گے

(سورہ نساء رکوع ۲۰)

قارئین کرام اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم بردار بندوں کو یہ حکم ہے کہ وہ خلاف شرع مجالس میں [illegible] ہیں [illegible] اس آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ [illegible] ایسی مجالس میں [illegible] شریک نہیں ہوتے لیکن فریق مخالف کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگ [illegible] عورت کے [illegible] کو بھی دیکھتے ہیں [illegible] کا [illegible] لاحول ولا قوۃ الا باللہ [illegible]

قارئین کرام! یہاں بھی سوچنے کی بات ہے کہ مسلک کے نزدیک بڑا گناہ بھی ہوتا ہے جو قرآن کریم کی نصّ پکڑ کر بنتا ہو! اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی براہ راست ہو۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر فریقِ مخالف قرآن کریم اور حدیث سے لاعلمی ہے تو وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں ؎

جاؤ تم علم و فراست کا تماشا دیکھو چھوڑ دو گردشِ تقدیر کو تدبیر کیا تو

جوابِ چہارم: ۔ گردو بیکم رسول شتہ سے مراد یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر ہیں تو بتلایئے کہ مختلف قسم کے اور گوناگوں عذاب دنیا میں پہلے کی امتوں کی طرح کیوں ظاہر و نازل ہوتے ہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے کہ:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ — اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔

(پ ۹ الانفال رکوع ۴)

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، اس لئے آپ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں۔ مسلم حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم میں دو امان تھے جن کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوتا تھا۔ ایک امان تو اٹھ گیا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود مسعود تھا اور دوسرا باقی ہے وہ توبہ اور استغفار ہے (ملخصاً مستدرک ج ۱ ص ۵۴۲) دیکھئے جب حضرات صحابہ کرامؓ نے یہود کی ایک گہری سازش سے متاثر ہو کر آپس میں لڑائی اور جنگ کی ٹھانی اور جنگ و جدال کا نقشہ ایک دوسرے سے زور شور اور جوش پر ہو رہا تھا۔ بھی جب تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقعہ پر تشریف لے جانے کے بعد ان حضرات میں ایسی محبت، الفت اور ایسی ہمدردی و خلوص کا عالم اسباب میں ظاہر ہونا گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حاضری اور موجودگی کا ہی ثمرہ ہے۔ مگر آج ایک ہی گھر کے لوگ اور ماں باپ اور بیٹے کی آپس میں نہیں بنتی اور بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ کہنا کہ عام عذاب تو تا قیامت کہیں کسی جگہ بھی نہ آئیں گے (جاء الحق ص ۱۴۴) سراسر باطل ہے کیونکہ مختلف قسم کے عذاب اب تک نازل ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے اور کوئی با شعور انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا

یہ حدیث بھی اس پر دلیل ہے کہ اس امت پر ایک وقت عمومی عذاب قیامت تک نہیں آئے گا اور نفس
عذاب کا کوئی انکار کر سکتا ہے جیسا کہ آنے والی حدیثیں اس کا واضح ثبوت پیش کرتی ہیں

ایک اور طرز

اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں موجود نہیں ہیں جب کہ یہ حقیقت ہے کہ آپ کا وجود رحمت ہے اور اس سبب کی برکت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ کسی بھی فرد کو عذاب عام نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم آپ کی موجودگی میں عذاب نہیں دیں گے لیکن یہ معلوم ہوا کہ یہ عذاب تو نافرمانوں اور منافقوں کو ہو جب کہ بعض گنہگار مسلمان کو بھی ترتیب عذاب ہوتا ہے جب آپ کی موجودگی میں مشرکین عذاب سے بچ گئے جن کے علاوہ دیگر کی تمام عجیب ہو گئی تھی وہ صحابہ سے پہلی امت میں بھی کوئی کمی نہ تھی اور دوسرے بیچارے مشرک آپ کی موجودگی میں عذاب قبر میں مبتلا ہوں

صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور میرے صحابہ امت کے امان ہیں جب میں چلا جاؤں گا تو مختلف فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور میرے صحابہ میری امت کے امان ہیں جب صحابہ دنیا سے چلے جائیں گے تو امت پر فتنوں کے دور شروع ہو جائیں گے
اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اسی طرح حضرات صحابہ کرام کا وجود امت کے لئے امان اور رحمت تھا اور ابو داؤد میں حدیث آتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ امت امت مرحومہ ہے آخرت میں اس پر کوئی سخت عذاب نہ ہو گا۔

و عذابہا فی الدنیا الفتن و الزلازل و القتل۔

میری امت پر دنیا میں عذاب فتنوں اور زلزلوں اور باہمی قتل کی صورت میں ہو گا۔

یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی مروی ہے۔ امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں اس کی تصحیح کرتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ امت مرحومہ مختلف شکلوں میں ایسے عذاب میں آئے گی

صدیوں میں ہند، سندھ، کریٹ، صقلیہ، اندلس، سرزمین گوئٹہ، بلغاریہ، رومانیہ، مصر، ترکی، ہندوستان، مشرقی پنجاب، کشمیر، سابق مشرقی پاکستان، بخارا وغیرہ میں مسلمانوں پر جو ظلم و تعدی ڈھائے گئے ہیں اور اب بھی اسرائیل، افغانستان وغیرہ میں فلسطینی اور دیگر مسلمانوں سے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اور اب فلپائن وغیرہ میں کیا ہو رہا ہے اور اسی ہفتہ کی خبر ہے کہ دہلی میں تین سو مسلمان شہید کر دیئے گئے ہیں اور ان کی جائیداد و املاک تباہ کر دی گئی ہیں۔ کیا مساجد اور عبادت خانوں کی توہین نہیں ہوئی؟ کیا ہماری مسلمان بہنوں کی عزت اور عصمت پر حملے نہیں ہوئے؟ کون سی وہ مصیبت اور عذاب ہے جو مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے نہیں ڈھایا گیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی باعث امن اور باعث رحمت ہے۔ آپ کا یہ فرمان ہو کہ لوگوں سے بھی عذاب ٹال دیتا ہے مگر فریق مخالف کی تقریر یہ ظاہر کرتی ہے کہ ایک طرف تو آپ کے حاضر و ناظر ہوتے ہوئے یہ مصائب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور دوسری طرف مخالفین کے عقیدہ کی رو سے آپ مختار کل ہو کر اپنی امت مرحومہ کو مصائب سے نجات دلانے کی بجائے ان کا تماشا دیکھ رہے ہیں (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ اللہ تعالیٰ چونکہ کسی حکم کا مکلف اور پابند نہیں ہے لہٰذا اس کی ذات ستودہ صفات پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کیوں اپنی مخلوق کو عذاب دیتا ہے جیسا کہ مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ نے بیہودہ اعتراض کیا ہے (دیکھئے مقیاس حنفیت ص ۲۹۹) مگر پیغمبر و رسول چونکہ پابند شرع ہوتے ہیں اس لیے ان پر اعتراض ہو سکتا ہے۔

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ۔ اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کیا جا سکتا اور مخلوق سے پوچھا جا سکتا ہے۔

یہ ہے فریق مخالف کی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے محبت اور عقیدت۔

واہ سبحان اللہ! اور یہ لوگ (فریق مخالف) کتنی بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا خوب

ولادت کے ہم اس سے پیچھے ہیں اقتصاص محبت　　　قرب میں کہ یہ پیچھے ہیں ہم سے باکمال آپ کے

فریق مخالف کی تیسری دلیل اور اس کا بیان

فریق مخالف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے پر قرآن کریم کے ان جملہ و الفاظ سے بھی استدلال کیا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ہوئے ارشاد فرمایا ہے الم تر۔ اے نبی کیا تو نے نہیں دیکھا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ اور خصوصیت سے حضرات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دور میں موجود نہ تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیوں ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی کیا تو نے فلاں فلاں چیز اور فلاں قوم کے حالات نہیں دیکھے (جواہر البحار ص ۱۴۰ وغیرہ)

جواب اول: تو یقین کریں فریق مخالف تو کسی بات کو سمجھنے اور ماننے کی تکلیف ہی گوارا کرتا ہے کیونکہ کتاب وعقل سے کام لینے کے بعد کفر، شرک اور بدعت سے بیزار ہو کر توحید اور سنت کا اقرار کرنا پڑتا ہے اور یہ لوگ فریق مخالف کو گوارا نہیں کہ وہ مختلف قسم کے عرسوں اور ختموں اور گیارھویوں وغیرہ ہر قسم کی دعوتوں سے دست بردار ہو کر خشک ٹکڑوں پر گزارہ کریں۔ اس لئے یہ خود سمجھنے کی کوشش ہی نہ کریں۔ الم تر میں لفظ ترٰی رویت سے ماخوذ ہے اب آئیے کہ ہم قرآن وحدیث سے اس کے معانی دیکھیں کہ رویت کے لغت میں کیا کیا معانی مستعمل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

صراح میں لکھا ہے الرؤیۃ، دیدن بچشم و دانستن

یعنی جس طرح رویت کا معنی آنکھوں سے دیکھنا آتا ہے اسی طرح کسی چیز کے جاننے اور معلوم ہو جانے پر بھی عربی زبان میں رویت کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام اللغۃ والادب ابو عبداللہ الحسین بن احمد معروف بابن خالویہ (المتوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وکل ما فی القرآن من الم تر فمعناه الم تعلموا الم تخبر لیس من رؤیۃ العین (اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن ص ...)

یعنی جس جگہ بھی قرآن کریم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کر کے یہ فرمایا ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا تو اس سے آنکھوں کے ساتھ دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے دل کی رویت اور علم مراد ہے

اور دوسرے مقام پر وہ لکھتے ہیں . وکان معنیٰ کیف لقلۃ مقال الم تر فھو من رؤیۃ القلب والمعراد من رؤیۃ العیان (روح المعانی ص ۱۶۶) تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۶ اور معالم التنزیل ج ۱ ص ۲ وغیرہ میں اَلَمْ تَرَ کا معنیٰ یوں لکھا ہے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ وَعِلْمُکَ بِاِعْلَامِیْ اِیَّاکَ — اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا میرے بتلانے سے آپ کو معلوم نہیں ہوا۔

جب اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معلوم کر لیا تو آپ پر اَلَمْ تَرَ کا اطلاق ہو گیا۔ الغرض آپ اردو کی عبارت میں پڑھ سکتے ہیں کہ کسی قاعدہ کے تحت "اَلَمْ تَرَ" کا ترجمہ کرتے وقت وہ لکھتے ہیں "دیکھو" "نگاہ اٹھا کر دیکھو" وغیرہ وغیرہ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واقعہ چشم دید ہو یا اس سے قبل وہ آپ کے علم میں ہو۔

جواب دوم قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَاجَّ اِبْرٰھِیْمَ فِیْ رَبِّہٖ — کیا آپ کو معلوم نہیں ہوا اس شخص کا قصہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تھا۔

اس آیت میں اَلَمْ تَرَ کا جملہ موجود ہے۔ فریق مخالف کی منطق کی رو سے یہ ثابت ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی حاضر و ناظر تھے۔ اب مخالفین کی اس تازہ منطق کو ذہن میں رکھ کر ذیل کے واقعات بطور اختصار ملاحظہ فرمائیے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس قیام کے واقعات بتلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ (پ ۲۰) — اور تو نہ تھا رہنے والا مدین والوں میں

(۲) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے حالات بتلانے کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ — یہ خبریں ہیں غیب کی جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ — اور تو نہ تھا ان کے پاس جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا فقط

پ یوسف ۔ رکوع ۱۱

(۳) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات سنا کر ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ — اور تو نہ تھا طور کے مغربی جانب جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھیجا اور نہ تھا تو دیکھنے والوں میں

پ قصص ۔ رکوع ۵

(۴) حضرت مریم علیہا السلام کے والدین کا انتقال ہو چکا تو ان کی سرپرستی و کفالت کے بارے میں لوگوں نے باہم جھگڑا کیا، بذریعہ قرعہ اندازی یہ فیصلہ حضرت زکریا پر ختم ہوا ۔ اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگاہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ — یہ غیب کی خبریں ہیں جو بھیجتے ہیں ہم تیری طرف اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پالے مریم کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے

پ آل عمران ۔ رکوع ۵

ناظرین کرام اگر تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کے عہد میں حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت شعیب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت زکریا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود نہ ہونے اور غیر حاضر ہونے کا مذکورہ بالا آیات سے کیوں ثبوت ملتا ہے؟ اور صاف ارشاد ہوتا ہے کہ آپ کوہ طور پر موجود تھے اور نہ طور پر اور وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ نہ تھا تو شاہد اور حاضر۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کے وقت بھی ارشاد ہوتا ہے کہ آپ موجود نہ تھے۔ طالب علم خوب جانتے ہیں کہ ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ کافی پیشتر گزرا ہے تو اگر اشہد سے مراد یہ ہو کہ آپ حاضر و ناظر ہیں تو وہ ثابت ہو ہر جگہ ناظر

کر چکے ہیں کہ کیا آپ نے دیکھا نہیں (الم تر) اس شخص کو جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا۔ اس سے ثابت ہو گا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حاضر و ناظر تھے اور جدید کی پیش کردہ آیات سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ حاضر و ناظر نہ تھے تو قرآن کریم کی آیات میں باہم تعارض و اختلاف ہی ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ تعالیٰ) اور یہ خرابی اسی صورت میں لازم آتی ہے جبکہ الم تر سے آپ کا حاضر و ناظر ہونا مراد ہو۔ مفتی احمد یار خان صاحب نے اس آیت کے جواب میں یوں گلو خلاصی کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے کہ آپ پاک جسم پاک روح سے موجود تھے اس میں یہ کہاں کہا گیا ہے کہ آپ ان واقعات کو ظاہری نظر سے دیکھ رہے تھے۔ اب جسد عنصری سے دنیا میں ظاہر ہونا دوسری بات ہے اور ان واقعات کو مشاہدہ فرمانا [illegible] (جاء الحق ص ۱۴۲) مگر مفتی صاحب ہی اللہ واسطے اتنا بتلا دیں کہ ان آیات میں کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ آپ پاک جسم پاک روح سے موجود تھے۔ جسم پاک اور جسد عنصری کے الفاظ قرآن کی معنوی تحریف اور سفید جھوٹ ہے جس سے یہود بھی شرما جائیں۔ مفتی صاحب کو شرم ہو تو یہ ایک بات ہے۔ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت کا معنی اور مطلب اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود تھے اور نہ آپ کو ان واقعات کا علم تھا اور بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ واقعات بتلا دیئے تو آپ کو ان کا علم ہو گیا۔

جواب سوم۔ اگر [illegible] الم تر سے مراد حاضر و ناظر ہو تو لازم آئے گا کہ تمام انسان مومن ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بد، جاہل ہوں یا عالم، سب حاضر و ناظر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہے:

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ	کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ
سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (پ ۲۹، نوح، رکوع ۱)	نے سات آسمان تہ بہ تہ بنائے

اس آیت میں تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے الم تروا سے خطاب کیا ہے حالانکہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے تھے اس وقت تو انسانوں کا وجود بھی نہ تھا سوائے حضرت آدم علیہ السلام کے اور حضرت آدم علیہ السلام نے کب دیکھے ہیں۔ لیکن خطاب الم تروا سے ہو رہا ہے دوسرے مقام

یوں ارشاد ہوتا ہے:

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ — کیا ان لوگوں نے دیکھا کہ ہم نے ان سے قبل جماعتیں ہلاک کر دیں

(آیۃ ۶ پ ۷ انعام رکوع ۱)

اگر رؤیت سے رؤیت حسی مراد ہے تو ثابت ہوگا کہ کافر اور مشرک بھی پہلے زمانے میں حاضر و ناظر تھے جن کو مدعی نے اس مقام پر حذف کیا ہے۔ قرآن کریم اور آپ کے فریق مخالف کا استدلال اور اس کے جوابات ملاحظہ فرمائیے اب انصاف کو دل میں جگہ دے کر حق چیز کو قبول فرمائیے۔

ان مسائل میں ہے کچھ دل کی نگاہی درکار — یہ حقائق ہیں تماشائے لب بام نہیں

فریق مخالف کی چوتھی دلیل اور اس کا بطلان

فریق مخالف نے آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے اور ہر ایک کے حالات سے آگاہ ہونے پر دلیل کہ آپ پر تمام اعمال کے حالات کھلتے ہیں، قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے:

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ

وہ لوگ بہانے کریں گے تمہارے سامنے جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے۔ اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے مت بہانے بناؤ ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تمہارا، بے شک ہم کو اللہ نے تمہارے احوال بتا چکا ہے اور ابھی دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل اور اس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب والشہادۃ کی طرف سو وہ بتائے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے

(پ ۱۱ ۔ توبہ رکوع ۲)

مخالفین کا ثابت ہے کہ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ (کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھے گا اور اس کا رسول) سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے تمام اعمال کا معائنہ کرتے اور ان کو دیکھتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر اور جمیع ماکان وما یکون کے عالم ہیں (دیکھئے مقیاس حنفیت صفحہ ۲۶۹ اور تسکین الخواطر صفحہ ۱۳ وغیرہ)۔

جواب: یہ استدلال بھی باطل اور مردود ہے۔ دلائل اس لئے اگر موقع پر غور سے اس آیت کا شان نزول ہی دیکھ لیا جائے تو اس سے اس استدلال کی خامی واضح ہو جاتی ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں جو رومیوں کی سب سے بڑی فوج سے عرب کی سرزمین کی آخری سرحد پر پیش آیا، فصل کی تیاری اور سخت گرمی کے موسم میں پیش آیا تھا، چند منافقوں نے جھوٹے حیلے اور بہانے کر کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ان کو یہ سمجھتے ہوئے اجازت دے دی کہ واقعی یہ لوگ معذور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (پ توبہ رکوع ۷)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا ہے، مگر کیوں اجازت دی آپ نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر سچے لوگ اور جان لیتے آپ جھوٹوں کو

یعنی آپ نے عجلت سے کام لیا ہے۔ وہ منافق کسی صورت میں آپ کے ساتھ جانے کو ہرگز تیار نہ تھے۔ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو خود بخود ان کا نفاق کھل جاتا اور بغیر کسی تردد کے آپ ان کا جھوٹ معلوم کر لیتے۔ اب وہ آپ کی اجازت کو بہانہ بنا رہے ہیں۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔ اور کچھ منافق ایسے تھے جنہوں نے آپ کی روانگی کے وقت آپ سے اجازت طلب کرنی ضروری نہ سمجھی۔ اس خیال سے کہ مسلمان کسی طرح بھی بچ کر واپس نہیں آ سکتے۔ انہیں بھلا اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً تیس ہزار فوج کے ساتھ وہاں (تبوک کے مقام پر) پہنچے تو عیسائی مرعوب ہو گئے اور لڑائی کی نوبت ہی نہ آئی۔ آپ کی واپسی کا علم ان منافقین کو ہوا تو ان کے چہرے اتر گئے اور انہوں نے جھوٹے اور باطل حیلے کرنے کا منصوبہ بنایا کہ ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۃ توبہ کی آیات کا نزول کیا اور فرمایا کہ جب آپ مدینہ طیبہ واپس جائیں گے تو یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھا کر عذر پیش کریں گے تاکہ آپ ان سے مطمئن ہو جائیں۔ آپ ان سے کہہ دیں جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ تمہارے سب عذر لغو اور بے کار ہیں کیونکہ ہم تمہاری اصل حالت سے اللہ تعالیٰ ہمیں مطلع کر چکا ہے پھر کس طرح ہم تمہاری ان لغو باتوں کو قبول کر سکتے ہیں؟ اب پچھلے قصوں کو چھوڑو

آئندہ تمہارا طرزِ عمل دیکھا جائیگا کہ پہلے وعدے کو وہاں تک نبھاتے ہو سب سچ جھوٹ ظاہر ہو کر رہے گا اور پھر ایک وقت آئیگا کہ تم عالم الغیب والشہادۃ کے پاس پیش کیے جاؤ گے جس سے کوئی ذرہ اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں ہے الحاصل اس مضمون سے یہ بات بدلائل واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان باطل مذاہب پیش کرنیوالے منافقین کی ظاہری کاروائی اور طرزِ عمل کو دیکھنا مراد ہے نہ باطنی راز اور بھید کا جاننا یا تمام امت کے سب اعمال کو دیکھنا صرف علیم بذات الصدور کا خاصہ ہے جیسا کہ خود اسی آیت میں اسکی تصریح موجود ہے وثانیاً اگر اس آیت میں رؤیت سے یعنی رؤیت مراد ہو اور وہ بھی تمام مومنین کے لئے ہو [illegible] تو لازم آئیگا کہ ہر ایک مومن بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں اور تمام امت کے ظاہر اور باطن سے آگاہ ہوں حالانکہ [illegible] پارہ اور اسی سورت میں ارشاد ہوتا ہے

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (توبہ ع ۱۳)

اور آپ کہدیجئے کہ تم عمل کئے جاؤ سو ابھی دیکھ لیگا اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو اور اسکا رسول اور مومن اور تم لوٹائے جاؤ گے اس کے پاس جو جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کا پھر وہ بتلا دیگا تم کو جو کچھ تم کرتے ہو

اس آیت میں اس کا صاف اور صریح حکم موجود ہے کہ ان لوگوں کے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے علاوہ مومن بھی دیکھیں گے اگر اسکا یہ مطلب ہو (اور یقیناً یہی مطلب ہے) کہ آئندہ دیکھا جائیگا کہ تم کہاں تک صدق و استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو [illegible] اور جہاد ہوں [illegible] جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفاء راشدین اور دیگر مومنوں کے سامنے تمہارے اس دعوے کی حقیقت کھل جائیگی کہ تم [illegible] عالم الغیب والشہادۃ کے [illegible] استدلال باطل ہے اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ اس رؤیت سے رؤیت بصری مراد ہے اور تمام امت کے ظاہر و باطن پر نظر ہی ہے تو اس سے تو یہ [illegible] ثابت ہو کہ تمام مومن بھی حاضر و ناظر ہوں اور جو شخص [illegible] کو حاضر و ناظر علیم ذکر [illegible] نص قرآنی کا منکر اور کافر ہے کیا [illegible] کا یہی عقیدہ ہے ؟ مولوی محمد عمر صاحب

تو کہتے ہیں کہ [illegible] بھی دیکھیں گے تو [illegible] اعمال کو احتجاج [illegible] ص ۳۲۱ میں حقیقت واصحاب نبی
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام مومنین [illegible] سنت کے ملاحظہ سے تو کوئی تسلی نہ ہوگی فریق مخالف
خود بھی مومن ہے یا نہیں؟ اگر مومن ہے تو وہ جناب رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس صف
میں برابر ہو گیا تو پھر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فوقیت اور مزیت کیا باقی رہی (العیاذ باللہ تعالیٰ)
اگر فریق مخالف مومن ہے [illegible] اپنے متعلق [illegible] ناظر ہونے کا دعویٰ [illegible] حسب فرمان
کریم اسکا امتحان [illegible] کہ وہ کیسے [illegible] شکر [illegible] سکتا ہی نہیں [illegible] قرآن کریم [illegible]
کا لفظ [illegible] آیتوں کا شان نزول اور سیاق وسباق منافقوں کے بارے میں [illegible] سے
اگر [illegible] سے [illegible] ناظر [illegible] سے ثابت ہوگا کہ آپ اور دیگر مومنین کی
صرف منافقوں کے [illegible] اعمال کو دیکھتے ہیں [illegible] مومنوں کے اعمال کا دیکھنا [illegible] طور پر ان کے
اعمال کا [illegible] مسلمانوں کے [illegible] عبادات وغیرہ کا دیکھنا [illegible] ثابت نہ ہوگا اور
فریق مخالف کا دعویٰ عموم کا ہے [illegible] منافقوں کے جاسوسوں کی کارروائی نگرانی [illegible]
[illegible] مسلمانوں [illegible] ضرورت [illegible] اس سے اگر فریق مخالف
کے اعمال کو جناب رسول [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مومن دیکھتے ہیں [illegible] نگرانی کرتے
ہیں تو ہو سکتا ہے مگر اس سے آپ کے [illegible] ناظر ہونے پر [illegible] مخلص مومنوں کے
[illegible] ناظر ہونے پر [illegible] باطل ہے [illegible] مسلمانوں [illegible] فریق کا کوئی مطلب
ہی نہیں ہے [illegible] شیعہ حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور دیگر حضرات ائمہ کرام کے ہاں [illegible] کے سب اعمال پیش ہونے پر استدلال کیا ہے دیکھئے اصول
کافی باب عرض الاعمال علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمہ کتاب الحجہ جز ۲ ص ۲۱۹ [illegible]
درحقیقت [illegible] اور سب اعمال کے عرض کا مسئلہ شیعہ [illegible] کا ہے مگر افسوس کہ [illegible]
بھی [illegible] تقلید کا شکار ہو گئے ہیں [illegible] عمل [illegible] چکا ہے کہ روایت کا مسئلہ
[illegible] شیعہ [illegible] ہیں اور [illegible] کے ذریعے [illegible] مسلمانوں کا عقیدہ ہے [illegible] مخالف

ہے کہ جو شیعہ شنیعہ وغیرہ باطل فرقوں کا ساتھ دے رہا ہے۔ حیف ہے اس حق پرستی پہ
یہ محمد علی اسلام تو نہیں ہو سکتی ہیں گو بیگانوں کے تقوی کی روایات میں جن میں وہ رنگ نہیں یا الٰہی

فریق مخالف کی پانچویں دلیل اور اسکی تردید

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر
(پ ۱۷ الانبیاء رکوع ۷)

اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:-

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے نیک کام کرنے والوں سے۔
(پ ۸ اعراف رکوع ۷)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۔ یعنی میری رحمت تمام چیزوں کو وسیع ہے۔

مخالفین کا کہنا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت ہیں تو ہر ایک کے اور ہم مسلمانوں کے قریب ہیں لہٰذا آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ٹھہرے۔ (دیکھئے مقیاس حنفیت ص ۲۹۰ و مقیاس ... تفسیر)

جواب:- یہ استدلال و احتجاج بھی بیکار اور بے حقیقت ہے
اولاً اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کی اصلاح و فلاح کے لئے بھیجا ہے اور آپ کا وجود باجود بنا کر بھیجا یعنی اللہ تعالیٰ کا تمام جہانوں پر رحمت کرنا ہے اس لئے کہ رحمۃ مصدر ہے اور اس کا اور اس کے متعلق کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے (دیکھئے شرح تہذیب) مولوی محمد عمر صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ کی بنا پر اس آیت کا معنی کرتے ہوئے جو تحریفات کی ہیں وہ قابل دید ہیں
دیکھئے مقیاس حنفیت ص ... کہ مطلب یہ ہوا کہ رب نے آپ کو رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے۔ یہ معیار ہمیشہ تمام جہانوں ...

اپنی رحمت کرتا ہے اور آپ کا دین و شریعت و نظام پورا قانون ایسا جامع اور بالغ، مفید اور سہل ہے کہ تمام جہان والے اس سے مستفیض و مستفید ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ حیوانات اور دوسرے جانوروں کی خیر خواہی کے لئے بھی احادیث میں صریح ارشادات موجود ہیں اور جن سے آپ کا عمومی معنی میں رحمۃ للعالمین ہونا آسانی سے سمجھ میں آ سکتا ہے۔ یہی ہدایت و بیان ہے اور جہاد کا مجموعہ عالم کے لئے رحمت ہونا بھی ظاہر ہے کسی ماؤف اور زہر آلود عضو کو کاٹ کر پھینک دینا بقیہ اعضاء کے لئے رحمت ہی ہوگی لیکن قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا مصداق اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ مثلاً بارش پر رحمت کا اطلاق ہوا ہے۔

بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (الفرقان) سختی اور تکلیف کے بعد جو چین اور آرام حاصل ہوتا ہے وہ بھی رحمت ہے۔ لَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِنَّا (حم سجدہ) میاں بیوی اور خاوند کے درمیان جو الفت و محبت ہوتی ہے اس پر بھی رحمت کا اطلاق ہوا ہے۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً (روم)۔ حضرت خضر علیہ السلام وغیرہ کو جو کرامات وغیرہ عطا ہوئی تھیں ان پر بھی رحمت کا لفظ بولا گیا ہے۔ وَآتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا (کہف)۔ دنیا و آخرت میں روحانی و جسمانی طور پر اللہ تعالیٰ کی جو نوازشیں ہوتی ہیں وہ بھی رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اسکے امیدوار رہتے ہیں۔ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ (بنی اسرائیل)۔ توفیق اور نیکوکاری کی سعادت پر بھی خدا کی رحمت کا اطلاق وارد ہوا ہے۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَى مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا (نور)۔ اسکے علاوہ اور عزت، مرتبہ، دین، ایمان اور مقام نبوت تمام خدا کی رحمت ہی ہیں اور خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو اور انکی برکت سے غیروں کو بھی ملتے ہیں اور درحقیقت زمین و آسمان کا نظام ہی نیکی اور نیک بندوں سے قائم ہے ورنہ یہ سب کچھ تباہ و برباد ہو جائے یہی وجہ ہے کہ قیامت بھی صرف انہی لوگوں پر آئیگی جن میں ایک بھی خدا تعالیٰ کی توحید خالص کا اقرار کرنے والا نہ ہوگا (دیکھئے مستدرک ج ۴ ص ۴۹۴ وغیرہ)۔ البتہ خدا تعالیٰ کی غیر متناہی اور غیر محدود بے پایاں رحمت کو صرف ایک ہی رحمت میں، گو وہ اپنے مقام پر بہت ہی بڑی رحمت ہے، منحصر سمجھنا خدا تعالیٰ کی جلالت شان سے

عقیدت نہیں بلکہ کھلی بغاوت ہے۔

وثالثاً اگر اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ = سے جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی مراد ہیں تو دنیا میں اور خاص طور پر مومنوں پر خدا تعالیٰ کے عذاب کیوں آتے ہیں دوست و دشمن سب وقت جمع ہو سکتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر خدا کا عذاب بھی نازل ہو اور اس کی رحمت بھی موجود ہو۔

ورابعاً اگر بالفرض اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی مراد لے لو آپ صرف محسنین کے ساتھ مختص ہو گئے (اور یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ جمادات و نباتات اور حیوانات کا تو قصہ ہی چھوڑیئے عام انسانوں سے بھی کافر اور مسلم سے مومن کا مفہوم خاص ہے اور محسن کا مفہوم تو خاص الخاص ہے اور مومنوں میں بھی محسنین معدودے چند افراد ہی ہوتے ہیں اور اس پرفتن دور میں تو محسن ہونا بھی مشکل ہو رہا ہے) کیونکہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت (جو بقول رحمۃ للعالمین ذات میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں) محسنین سے قریب ہے تو آپ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا باطل ہو، قریب ہونا تو بعید ہے کہ وہ ہر جگہ ہو سکتی اور ہر ایک کا قصہ ہی فراموش کر دے اور صرف یہ دعویٰ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف محسنین کے سامنے حاضر و ناظر ہیں مگر شاید یہ ہے کہ وہ محسنین بھی گندی اور ناپاک خلاف شرع مجالس میں موجود نہ ہوں جہاں بے شمار مواقع پر آپ کو حاضر ہونے کی دعوت دی جاتی ہے جیسا کہ تفصیلاً آپ پڑھ چکے ہیں۔ باقی وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ میں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت مراد ہے جو ہر خاص و عام کو میں تعمیم عام ہے اور رحمتی میں اس کی دلیل ہے جس کے دل میں ذرا بھی خوف خدا ہوگا اور جذبہ تقویٰ اور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عشق اور محبت ہوگی وہ ان بیّنات و دلائل کے سامنے گردن جھکا دے گا۔ مگر اہل بدعت کا معاملہ ہی جدا ہے ۔

دل میں گر عشق ہو اسے تیرا غم سرور ہو
حسن کا دیوانہ ہو جو عشق و مستی ہی رہا!

فریق مخالف کی چھٹی دلیل اور اس کی حقیقت

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ قبر میں فرشتے میت سے چند سوالات کرتے ہیں جن میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ

ما کنت تقول فی ھذا الرجل فاما المؤمن فیقول اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ	تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے؟ مومن جواب دے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ ھذا اشارہ قریب کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں ہر میت کے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہیں فرض کرو کہ بیک وقت دنیا میں کئی سو موتیں واقع ہوں یعنی ایک ہی وقت میں وفات پاتے ہیں اور ان سب سے اسی حدیث کے پیش نظر ھذا الرجل سے سوال ہوتا ہے تو آپ ایک ہی وقت میں ہر جگہ حاضر ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (دیکھئے مقیاس حنفیت ص [illegible] و جاء الحق ص [illegible] وغیرہ) قارئین کرام مخالفین کا استدلال تو ملاحظہ کر لیا اب اس کے جوابات بھی سنیے۔

جواب اول: جب کوئی آدمی یا مقام یا کوئی بھی چیز مشہور و معروف ہو یا اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو تو اس کو حاضر کے ساتھ تعبیر کرنا جائز اور صحیح ہے اگرچہ وہ پاس حاضر اور موجود نہ بھی ہو اور یہ استعمال بکثرت عام ہے مقدمہ میں تفصیل ہو چکی ہے لیکن مختصرًا

ویعبر عن غائب بلفظ الحاضر نحو قل ھذا الرجل وان کان غائبا (مطول ص [illegible])	یعنی کبھی کبھی غائب کو لفظ حاضر کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ یہ شخص ہے اگرچہ وہ مجلس میں غائب ہی کیوں نہ ہو مگر غائب کو حاضر سے تعبیر کرنا صحیح ہے۔

آپ اگر اس قاعدہ کو حدیث جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پرکھنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل احادیث کا بغور مطالعہ فرمائیے

(۱) بخاری ج۱ صفحہ ۴ اور مسلم ج۲ صفحہ ۹۹ میں مروی ہے کہ ہرقل بادشاہ روم نے جب شہرت سنی تو حضرت ابوسفیانؓ سے جبکہ آپ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق سوال کیا کہ

ایکم اقرب نسباً بہذا الرجل (الذی یزعم) — تم میں سے اس شخص کا زیادہ قریبی کون ہے میں اس شخص

انی سائل عن ہذا الرجل — کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں

پوچھنے والا چونکہ عیسائی بادشاہ تھا اور عیسائیوں کی بھی گنجائش کے رو سے حاضر و ناظر کا عقیدہ مسلمانوں کا ایجاد ہے مسلمانوں کا نہیں ہوتا۔ اس سے یہ تو یقینی بات ہے کہ ہرقل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہیں مانتا تھا۔ ہرقل مخالف کو ظاہر ہے اور دیگر معتقدات سے کب فرصت تھی کہ وہ یہ بھی اور جغرافیہ سے بھی واقف ہو، بیت المقدس کے ابتدائی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے بیت المقدس تک تقریباً بارہ سو (۱۲۰۰) میل کی مسافت ہے لیکن بارہ سو میل کی مسافت پر ہرقل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہذا الرجل سے تعبیر کرتا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ تو وہاں حاضر تھے، نہ ہرقل کا یہ عقیدہ ہو سکتا تھا، اور نہ کبھی آپ کی صورت مبارک ہی دیکھی تھی۔

(۲) بخاری ج۱ صفحہ ۴۹ میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مشرکہ عورت کہیں دور سے جا کر اونٹ پر پانی لا رہی تھی۔ ایک دفعہ ایک سفر میں مجاہدین اس سے ملے تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے کیسی کہی تو اس عورت نے جواب دیا۔

یعنی رجالک قد ذھب بی الی — مجھے وہ آدمی ملے اور وہ لے کر اس شخص کی طرف سے

ہذا الرجل الذی یقال لہ الصابی — مجھے جس کو صابی بے دین کہا جاتا ہے۔ (الصابی یعنی بے دین)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سامنے موجود نہ تھے بلکہ کوسوں دور تھے اور وہ عورت مشرکہ تھی جس کا عقیدہ حاضر و ناظر کا نہیں ہو سکتا تھا لیکن آپ کی عدم موجودگی میں وہ آپ کو ہذا الرجل سے تعبیر کرتی ہے۔

(۳) صحیح بخاری ج۱ صفحہ ۳۷۹ میں ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیبیہ میں عروہ بن مسعود ثقفی مشرکین مکہ کی طرف سے صلح کرنے کے لئے سفارت پر آیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے واسطے مکہ مکرمہ سے پہنچا۔

فانطلق حتی اتی قریشا فقال انا جئناکم من عند هذا الرجل | جب قریش مکہ کے پاس گیا تو کہنے لگا ہم تمہارے پاس اس شخص کے پاس سے آئے ہیں۔

دیکھئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے کئی میل دور حدیبیہ کے مقام پر مقیم تھے اور بدیل مکہ میں قریش کے سامنے ھذا الرجل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعبیر کرتا ہے۔ حاضر و ناظر کا عقیدہ تو مؤمنین کے نزدیک اس وقت پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ مشرک تھا۔

(۴) صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۴ اور مسلم ج ۲ ص ۲۹۷ میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کا چرچا دور دور تک پہنچا تو حضرت ابوذر غفاری نے اپنے بھائی کو تحقیق حال کے لئے روانہ کیا اور فرمایا۔

ارکب الی هذا الوادی فاعلم لی علم هذا الرجل | سوار ہو کر اس وادی یعنی مکہ مکرمہ کو جاؤ اور مجھے واپس پر اس شخص کے حالات سے آگاہ کرو۔

جناب کا اللہ جو خیر دے خاں کر دیکھئے کہ حدیبیہ سے اور مکہ مکرمہ سے کتنی دور آباد تھی اور ابوذر اس وقت تک ابوذر اور ان کے بھائی ابھی مسلمان بھی نہیں تھے ان کا عقیدہ حاضر و ناظر کا نہیں تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ ھذا الرجل سے تعبیر کرتے ہیں اور مکہ مکرمہ کو بھی ھذا الوادی سے تعبیر کرتے ہیں کیا بعید ہے کہ مخالفین یہ فرما دیں کہ مکہ مکرمہ بھی حاضر و ناظر تھا کیونکہ حضرت ابوذر نے اس کو بھی ھذا الوادی سے تعبیر کیا ہے بلکہ مفتی احمد یار خاں صاحب نے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے اور حضرات فقہاء کرام کی عبارات کو ہو بہو نقل کرتے ہوئے حل الارض کے ماتحت میر ہی تحریر کے اس فن وفقہ سے کہ آپ بعض اولیاء کی زیارت کر سکتے ہیں یہ لکھا ہے کہ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ بھی بعض اولیاء کی زیارت کے لئے جاتا ہے حالانکہ یہ اس کا حصہ ہے۔ مگر مفتی صاحب نے اس پر غور نہ کیا کہ کعبہ معظمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے حضرات صحابہ کرام کی زیارت کے لئے تو مدینہ طیبہ نہ گیا اور وہاں کا سفر نہ کیا بلکہ خود ان کو تکلیف اور مصیبتیں برداشت کرنے کے کعبہ معظمہ کی زیارت کے لئے آنا پڑا پھر وہ کون ہوگا جس کے لئے کعبہ چل کر جایا کرتا ہے۔ بحر حال یہ کرامت ویسے تو حق ہے مگر اس کا معتبر اور مستند ثبوت درکار ہے۔ ایسے مسائل میں محض کسی کتاب

میں حوالہ موجود ہونے کا نام ہرگز ثبوت نہیں ہوتا یہ بات بالکل بے اصل اور باطل ہے جو روایات الصفات میں
ہوتی ہے باقی بعض شخصوں کا ادعا سماع ہے خطا ہو جس کی بناء اصلی دلیل ہو ثبوت نہیں ہے

علامہ صدر الدین علی بن محمد الدمشقی حنفی المتوفی ۷۹۲ھ ان دو قول مرادہ کے کچھ باطل عقائد بیان کرنے کے بعد جو حکم صادر فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو گناہ سے توبہ کروا کر دوبارہ اسلام میں داخل ہونا چاہیے چند باطل عقائد میں اس مذکورہ کے ذکر کے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وکذا من یقول بیان الکعبة تطوف برجال من جهة کانوا هولاء جهة الكعبة تأتى اليهم فقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يأتى من هم انها وهم ينظرون من نظرة شرح عقيدة الطحاوية

اور یہی حکم ہے اس شخص کا جو یہ کہتا ہے کہ کعبہ اولیاء اللہ کا طواف کرتا ہے یعنی جب بھی ہوں اگر یہ عقیدہ درست ہے تو کعبہ چلنے چاہیے تھا مقام پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کیوں نہ آیا حسن بن شریف ہیں طواف کرنے سے روکا تھا حالانکہ آپ سردار اولیاء ہیں اور آپ کعبہ کو دیکھنے کے بہت مشتاق تھے۔

یہ عبارت مفتی احمد یار خان صاحب کو ٹھنڈے دل سے سوچ کر پڑھنی چاہیے کہ علم عقائد کے مسلم امام اور علامہ بھی صاحب کی نفی کیا کر گئے ہیں؟ اور کیا مفتی صاحب کو پناہ دینے کے لئے کوئی اوٹ ہے؟
کہہ کر چپ

صحرا میں سے خدا کوئی دیوانہ بھی نہیں

ہاں یہ بات الگ ہے کہ کسی کسی جگہ پر بعض بزرگوں کی مثالی صورت کسی کو نظر آجائے اور اس کا واضح ثبوت بھی ہو تو وہ محل نزاع نہیں ہے۔

(۱) صحیح بخاری ج ۲ صفحہ میں مروی ہے۔ حضرت عمرو بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ ہم پانی کے ایک چشمہ پر رہتے تھے۔ لوگ کثرت سے وہاں آتے جاتے تھے۔ ہم ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر اس وقت بھی لوگوں سے یہ پوچھا کرتے تھے کہ:

ما للناس ما هذا الرجل — ان عرب کا اور اس شخص کا کیا حال ہے؟

هذا الرجل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے مگر آپ وہاں حاضر تو تھے اور مخالفین سے ذہنیت کافروں کا یہ عقیدہ بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرتے۔

(۶) صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳ مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۳۱۲ میں مروی ہے کہ یہود ایام حیض میں عورتوں کو گھروں میں چھوڑتے اور نہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حیض کے دنوں میں جماع کے بغیر سب کچھ جائز ہے

فبلغ ذلک الیہود فقالوا ما یرید — جب یہ بات یہود کو پہنچی تو وہ کہنے لگے کہ یہ شخص ہماری

هذا الرجل ان یدع — مخالفت ہی کرتا ہے

اس حدیث میں فبلغ ذالک الیہود کا جملہ اس بات کو متعین کرتا ہے کہ یہود آپ کے پاس موجود نہ تھے اور نہ آپ ان کے پاس موجود تھے اور یہود کا عقیدہ بھی حاضر و ناظر کا نہیں ہو سکتا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ هذا الرجل سے تعبیر کرتے ہیں۔

قارئین کرام اگر ہم اس قسم کی احادیث جمع کرنا چاہیں تو یقیناً ایک کتاب بن جائے گی لیکن ہم اس سے بھی چند قدم آگے چلتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ بھی صالحین اور نیک بندوں کی عدم موجودگی میں ان کو لفظ ھذا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔

(۱) بخاری ج ۱ ص ۱۲ اور مسلم ج ۱ ص ۲۹ میں ایک طویل حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک اعرابی اور دیہاتی کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور چند سوالات کر کے چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اس کو میرے پاس لے آؤ۔ حضرات صحابہ کرامؓ اس کو واپس بلانے کے لیے گئے۔

فلم یروا شیئا فقال هذا جبرئیل — مگر کچھ بھی نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا یہ تو جبرئیل علیہ السلام تھے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام تو سامنے موجود تھے اور نہ حضرات صحابہ کرامؓ کو تلاش کرنے پر مل ہی سکتے تھے۔ لیکن آپ ھذا اشارہ سے ایک غائب ہستی کو تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵ میں مروی ہے کہ حضرت احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت علیؓ

کی مدد کرنے کے ارادہ سے چل پڑا راستہ میں حضرت ابو بکرہ ؓ سے ملے تو انہوں نے کہا کہاں جاتے ہو؟

انصر هذا الرجل — میں نے کہا میں اس شخص یعنی حضرت علی ؓ کی مدد

کرنے جا رہا ہوں۔

اس حدیث میں حضرت علی ؓ کو هذا الرجل سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ وہ کوسوں دور تھے

(۲) صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲ میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے ملک شام سے عبد الرحمٰن بن سمرہ ؓ اور عبد اللہ بن عامر ؓ کو مدینہ طیبہ حضرت حسن ؓ کے پاس سفارت کے سلسلہ میں بھیجا اور فرمایا۔

اذهبا الی هذا الرجل — تم دونوں اس شخص کے پاس جاؤ

حضرت حسن ؓ پاس موجود نہیں تھے۔ شام اور مدینہ کی درمیانی مسافت کا پتہ ضرور ہوگا لیکن باوجود حضرت امیر معاویہ ؓ حضرت حسن ؓ کو هذا الرجل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اب تو ہم بھی یہ ہی سمجھیں مثالیں موجود ہیں لیکن ہم اس سے بھی ترقی کر کے کہتے ہیں کہ کافروں اور مجرموں تک بلکہ ان کی غیر حاضری اور عدم موجودگی میں فقط هذا سے تعبیر کیا گیا ہے ذیل کے دلائل ملاحظہ کیجئے۔

(۱) صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳ اور مسلم ج ۱ ص ۳۳ میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۸ھ میں قبیلہ عبد القیس کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے یہ شکایت پیش کی کہ

ان بیننا و بینک هذا الحی من کفار مضر — ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کا قبیلہ ہے۔

جو ہر وقت آپ کے پاس نہیں آنے دیتے اس لئے ہمیں اصول دین اچھی طرح سمجھا دیجئے ذرا تاریخ اٹھا کر دیکھئے قبیلہ مضر یا اس کی آبادیاں مدینہ منورہ سے کتنی دور آباد تھیں لیکن تعبیر کرنے والے مدینہ میں آئے اور لکھنے والے قبیلہ کو هذا الحی سے تعبیر کرتے ہیں شاید فریق مخالف کے نزدیک یہ قبیلہ بھی حاضر و ناظر ہوگا؟

(۲) بخاری ج ۱ ص ۲۹۶ اور مسلم ج ۲ ص ۲۶۵ میں ایک حدیث آتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی محترمہ حضرت سارہ ؓ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک ظالم و جابر بادشاہ کے علاقہ سے گزرے حضرت سارہ ؓ کے حسن و جمال کا تذکرہ اس ظالم اور جابر بادشاہ کے پاس کسی نے کر دیا تھا بادشاہ

حضرت
روایت میں ہے کہ حضرت بریدہؓ جا رہے تھے اور پیچھے ان کی بیوی تھیں۔ حضرت بریدہؓ نے فرمایا میری بیوی
میں ہے کیونکہ ان کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ چلتے تھے پیچھا استعمال میں
نہیں لاتے تھے۔ حضرت بریدہؓ نے اس کی وضاحت فرمایا۔ اس نے کہ حدیث میں
سوال کرنے کا موقع ہوتا ہے وہ جس میں جان ہے اور جس میں جان ہے ہماری بیوی اور ان کے ساتھ
کہ ان سے محبت ہوتی ہے اور کلمہ حدیث میں ان کا اظہار کیا جا رہا ہے محبت کی وجہ سے۔ اسے
بلکہ ان کا لحاظ کا تقاضا ہے اور حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے حضرت نبی کی اجتماعیت اور عرب ہی کی
عادت تھی کہ بغیر پیچھے نہیں رہتے تھے کہ ظالم سے بچا سکتے۔ غرض یہ کہ وہ بیوی
اور حضرت بریدہ علیہ السلام کے پیچھے نہیں چلتا تھا یہ لکھ کر عبارت تعبیر کرتے
آپ نے اپنی بیوی کے متعلق روایت میں کہ وہ ہی کا تذکرہ کیا ہے وہ اور ہم نے ان کی نظروں سے
عمدہ اجمل ادب تھا ورنہ کہیں ان کی اس طرح تذکرہ کرنے کا کچھ مطلب ہی نہیں نکلتا۔

(۲) مستدرک ج ۳ ص ۲۶۳ میں روایت نقل ہے کہ حضرت معقل بن سنان اور حضرت مسلمہ بن عقبہ
کی آپس میں ایک مرتبہ بات ہوئی۔ حضرت معقل نے یہ بات کرتے ہوئے فرمایا

(ل حدیث کرنا ہے معقد الرجل)

میں اس شخص کی بیعت کرنے کے لیے ضرور نکلا ہوں
حالانکہ وہ شراب بھی پیتے اور حرام میں زنا بھی کرتے۔ پھر حضرت معقل ضرور مسلمہ بن عقبہ
سے کہنے لگے کہ میری اس گفتگو کا ذکر یزید سے نہ کرنا وہ کہنے لگے اچھا نہیں کروں گا ان سے بھی
یہ بات بیان نہ کروں گا یہ ہے کہ ہم اس دور کے لیکن حضرت معقل بن سنان اس ناپاک کو معقد الرجل سے
تعبیر کرتے ہیں ہم اس سے بھی یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
حضرات صحابہ کرامؓ بیت الخلاء کو بھی معقد سے تعبیر کیا کرتے تھے جو عرب کی عادت ہی ہے
تھے بلکہ جن کو نبی سے رخصت ہونے کے بعد بھی سنا گیا ہو ان کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے۔

(۳) مستدرک ج ۴ ص ۲۹۵ میں ایک حدیث ہے جس میں ان کی بیوی اور بیٹی دونوں کے متعلق
ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرعون مر گیا تو اس کی بیٹی کی

خادمہ اور اس کی اولاد کو بنے کی گرم کڑاہی میں جھونک دیا تو ان میں ایک شیر خوار بچہ بھی تھا جس نے اپنی والدہ کو کہا کہ مت گھبرائیے، صبر سے کام لیجئے کیونکہ تیرا دین سچا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

تکلم اربعة وهم صغار هذا وشاهد يوسف وصاحب جريج وعيسى بن مريم

چار بچوں نے بچپن (یعنی شیر خوارگی) میں باتیں کی ہیں اس بچہ اور یوسف علیہ السلام کے شاہد نے اور راہب جریج کے ساتھی نے اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے۔

اہل تاریخ جانتے ہیں کہ فرعون اور آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کئی صدیاں گزر چکی تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خادمہ کے شیر خوار بچہ کو ھذا سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۲) صحیح ابی عوانہ ج۲ ص۲۲۳ میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف کی اہلیہ نے آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خاص مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب دیا۔ حضرت ابو عوانہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سنا د ابراہیم الحربی کو سنایا تو:

اختلفوا في اسم هذه المرأة

حضرات محدثین اس عورت کے نام میں اختلاف کرتے ہیں

پھر فرماتے ہیں صحیح یہی ہے کہ ان کا نام حمنہ بنت جحش تھا۔ آپ ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت ابو عوانہ کی وفات ۳۱۶ھ میں ہوئی تھی (دیکھئے تذکرہ ج۳ ص۲ و شذرات الذہب ج۲ ص۲۷۴ وغیرہ) گویا اس بی بی کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً تین صدیاں گزر چکی تھیں مگر حضرت موصوف اس کو ھذہ المرأۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۳) مشہور محدث اور فقیہ شیخ موفق الدین ابن قدامہ الحنبلی (المتوفی ۶۲۰ھ) جو سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (المتوفی ۵۶۱ھ) کے شاگرد رشید تھے اپنی مشہور تصنیف مغنی ج۱ ص۶۰۲ طبع مصر میں لکھتے ہیں کہ:

قال احمد ما سمعنا احدا من اهل الاسلام يقول ان الامام اذا جهر بالقراءة لا تجزئ صلاة من خلفه اذا لم يقرأ وقال هذا النبي صلى الله عليه وسلم

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے پڑھتا ہو اور مقتدی نے پیچھے قرأت نہ کی ہو تو مقتدی کی نماز باطل ہوگی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے

علیہ وسلم اور تمام دین کی یا حیثیت سے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں کا قرار دینا علم کی حاضر و ناظر ہو اور اگر آپ کے نزدیک یہ شعر حضرت کی شہرت کی بنا پر صحیح ہے یا کوئی دوسری وجہ ہے تو وہی هذا الحق سے ہمارا جواب لکھ لیجئے۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا ۔

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی — گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

حضرت محدث ... امام اللہ شرح حدیث بخاری میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میت کے سامنے قبر میں حاضر نہیں کیا جاتا بلکہ آپ کی شبیہ پیش کی جاتی ہے پانچویں علامہ قسطلانی ارشاد الساری ج ۳ ص ۳۹۰ و قسطلانی علی البخاری ج ... ص ... میں لکھتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ میت کو قبر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نظر آتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ثابت ہو جائے تو مومن کے لئے بڑی خوشی کی بات ہے۔ مفتی احمد یار خاں صاحب نے یہیں تک عبارت نقل کی ہے اور آگے کی عبارت ... ہضم کر گئے ہیں دیکھئے جاء الحق ص ۳۰، لیکن لا نعلم حدیثا صحیحا مرویا فی ذالک ۔ ہمیں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں مل سکی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں حاضر کئے جاتے ہیں ... لکھتے ہیں کہ اس قائل کو لفظ ھذا سے دھوکا ہوا ہے۔ حالانکہ ھذا کا اطلاق غائب پر بھی ہوتا ہے جبکہ اس کا کچھ نہ کچھ ذہن میں ملحوظ ہو امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں لکھتے ہیں کہ

وسئل (ای) الحافظ ابن حجر هل يكشف للميت حتى يرى النبي صلى الله عليه وسلم فاجاب انه لم يرو حديث وانما ادعاه بعض من لا يحتج به بغير مستند سوى قوله في هذا الرجل ولا حجة فيه لان الاشارة في لمعهود الذهني انتهى (شرح الصدور ... طبع مصر) ... ق

مجموعة الفتاوی ج ۲ ص ۲۴

حافظ ابن حجرؒ سے دریافت کیا گیا کہ قبر میں میت کے لئے پردہ ہٹا دیا جاتا ہے حتی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی ہے تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ کسی حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا بعض ایسے لوگوں نے جن کی بات حجت نہیں ہو سکتی بغیر کسی دلیل کے دعوی کیا ہے صرف ھذا الرجل سے یہ حق ... یہ ان کی بات حجت نہیں ہے کیونکہ ھذا کا اشارہ معہود ذہنی کے لئے آتا ہے۔

علامہ خلالیؒ، حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سیوطیؒ وغیرہ کی اس تصریح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ھذا سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال باطل ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی بات سے حجت ہی نہیں ہو سکتی اور ان کا یہ استدلال بھی بیہودہ اور بے دلیل ہے اور ھذا کا تعلق تو معہود فی الذہن کے ساتھ ہے یہی وجہ ہے کہ میت کا جواب جب آتا ہے تو یوں کہتی ہے وہ اللہ کے رسول ہیں اگر واقعی میت کے سامنے آپ حاضر ہوں تو جواب میں بھی کہنا چاہیئے یہ اللہ کے رسول ہیں۔ بلکہ مستدرک جلد ۱ صفحہ کی ایک حدیث میں (جس کی تخریج امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ دونوں نے کی ہے) متعلق ہیں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ دفن کے بعد مردے سے جب سوال ہوتا ہے تو

فيقال له ما تقول في هذا الرجل الذي كان فيكم وما تشهد به عليه فيقول اي رجل فيقولون الرجل الذي كان فيكم فيقال فلا يهتدي له حتى يقولون محمد فيقول سمعت الناس يقولون كما قالوا. الحديث.

اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں تھا اور تیری اس کے بارے میں کیا گواہی ہے وہ کہتا ہے کہ کونسا شخص کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں اس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو تم میں تھا (مگر) یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد بھی وہ نہیں پہچان سکتا حتی کہ اس شخص کے متعلق سوال ہو رہا ہے بتلاتے ہیں کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا تھا میں بھی وہی کہنے لگا جو لوگوں نے کہا

علامہ سیوطیؒ نے ابن ابی شیبہؒ، ابن جریرؒ، ابن المنذرؒ، ابن حبانؒ اور بیہقیؒ وغیرہ کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً یہ جملہ بھی نقل کیا ہے۔

وما تشهد به فلا يهتدي لاسمه فيقال محمد صلى الله عليه وسلم. شرح الصدور

قرآن کے بارے میں کیا گواہی دیتا ہے لیکن وہ آپ کا نام تک نہ لے سکے گا پھر اس سے کہا جائے گا کہ وہ تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں

صحیح روایت اس حدیث کے مفہوم و مراد کو متعین کر دیتی ہے کہ قبر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

حاضر نہیں کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میت کو دیکھنے کے ساتھ ہی یہ معلوم ہو جانا چاہیئے کہ یہ فلاں ہستی جس کے بارے میں مجھ سے سوال ہو رہا ہے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ گو اس روایت کا یہ حصہ کافر سے متعلق ہے لیکن اس سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ قبر میں آپ حاضر و ناظر نہیں ہوتے۔ مومن کے حق میں حاضر و ناظر نہ ہونے کی تصریح حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے حوالوں سے ابھی نقل کی جا چکی ہے۔ بلکہ امام ابن مردویہؒ کی ایک مرفوع روایت میں جو حضرت انسؓ سے مروی ہے یوں آیا ہے کہ:

ما کنت تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین اظھرکم الذی یقال له محمد قال اما المؤمن فیقول اشھد انه عبد اللہ ورسوله الحدیث (شرح الصدور ص ۵۰ بحوالہ المرفوع و القبوریت طبع مصر)

تم اس شخص کے بارے میں جو تم میں موجود تھے جن کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا جاتا ہے کیا کہتے ہو؟ مومن یہ کہتا ہے کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اور امام ابن ابی شیبہؒ، ابن ماجہؒ، ابن منذرؒ، ابن حبانؒ، طبرانیؒ، ابن مردویہؒ، حاکمؒ اور بیہقیؒ کی روایت میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے یوں آیا ہے کہ جب مومن سے یہ سوال ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے

محمد رسول اللہ جاءنا بالبینات الحدیث (شرح الصدور ص ۵۰)

کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے۔

اور اسی طرح مسند احمد اور بیہقیؒ کی روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے جس کی سند صحیح ہے کہ مومن کا جواب یہ ہوتا ہے کہ:

محمد رسول اللہ جاءنا بالبینات من عند اللہ الحدیث (شرح الصدور ص ۵۰)

کہ وہ تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے۔

ان روایات میں جاءنا بالبینات کا جملہ اس بحث کو متعین کر دیتا ہے کہ دنیوی اور تبلیغی زندگی کا آنا مراد ہے کیونکہ قبر میں واضح دلائل لے کر کسی رسول کا تشریف لانا بے معنی ہے۔ صرف مرنے کے بعد عملی اور تبلیغی زندگی بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ ان روایات سے مومن کے حق میں بھی قبر کے اندر آپ کے حاضر و ناظر نہ ہونے پر کافی

روشنی پڑتی ہے اگر عقل و خرد شرط ہے

علاوہ ازیں ایک عجیب بات بھی خصوصیت سے قابل غور ہے وہ یہ کہ فریق مخالف کے اعلیٰ حضرت خان صاحب بریلوی خود لکھتے ہیں کہ ما نقول ان بعد الرجل الی کے بلدہ سے معین کیا جاتا ہے۔ اب معلوم کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضۂ مقدسہ سے پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتائی۔ (ملفوظات حصہ چہارم ص۶۰) خان صاحب نے اس عبارت میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ آپ کے قبر میں تشریف لانے پر شریعت کی کوئی تفصیل موجود نہیں ہے جب شریعت سے اس کی کوئی تفصیل اور کوئی ثبوت نہیں تو کسی کو اپنی طرف سے کچھ کہنے کا کیا حق ہے؟ مزید کچھ حصہ کیا اور صحیح حدیثیں حاضر و ناظر کی نفی پر عنقریب آ رہی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم نے روایات بھی اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے تاکہ قارئین کرام کی خدمت میں عرض کر دیا ہے۔ اب گویا صدائے غیب سے مخالفین کو کہا جا رہا ہے

خیال نظم جیسے ان دعویں کوئی — خود اپنا ضعف نظر پردۂ بہار ہوا

بجز اس کے ہم: ہمارے پاس ایسے دلائل بھی موجود ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم میں حاضر و ناظر ہونے کی صاف نفی اور تردید ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

صحیح بخاری ج۱ ص۱۷۸ مسلم ج۱ ص۳۱۰ اور طیالسی ص۳۳۲ وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرد (یا عورت) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد نبوی کی صفائی اور خدمت کیا کرتا تھا۔ رات کے وقت فوت ہو گیا حضرات صحابہ کرامؓ نے اس کو دفن کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع نہ دی۔ کچھ عرصہ گزر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ وہ شخص خادم مسجد کہاں ہے؟ حضرات صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اس کا تو انتقال ہو چکا ہے اور ہم اس کو دفن کر آئے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

افلا کنتم آذنتمونی به دلونی — تم نے مجھے اس کے جنازہ کی اطلاع کیوں نہیں دی

علیٰ قبرہ۔ — چلو مجھے اس کی قبر دکھاؤ

چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ نے آپ کو اس کی قبر بتلائی اور آپ نے اس کے لئے دعا کی

فریق مخالف سے سوال یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں میت کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو ہر شخص سے یہی ماتقول فی ہذا الرجل سے سوال ہوا ہوگا اور فریق مخالف کے مزعوم کی بنا پر آپ وہاں تشریف لے گئے ہوں گے اس کو دیکھا ہوگا تو پھر کیا یہ پوچھتے ہیں کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ ان کو کیا ہوا؟ تم نے مجھے جنازہ پر کیوں اطلاع نہ دی؟ مجھے اس کی قبر بتلاؤ۔ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرامؓ سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا؟ یہ جواب ہوگا۔ بینوا توجروا رضی اللہ تعالیٰ فرمائیے!

کون دیکھے یہ بے بسی دل کی

مولوی محمد عمر صاحب اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ انہوں نے اذن بھی نہیں لیا تھا۔ اسی واسطے آپ نے فرمایا ہلا آذنتمونی کہ تم نے مجھ سے کیوں اجازت نہیں لی پھر بے اذنی کو معلوم کیا۔ فدلّونی علیٰ قبرہا یہ آپ کے علم غیب پر دال ہے پھر مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو دلونی علیٰ قبرہ کیوں فرماتے کہ تم مجھے اس کی قبر بتاؤ تو یہ بھی آپ کے عدم علم کی دلیل نہیں کیونکہ انہوں نے آپ کی اجازت کے بغیر جنازہ پڑھا تھا اور جنازہ بغیر ولی کی اجازت کے درست نہیں ہوتا اور اس عورت کی ولایت آپ کے ہی سپرد تھی (ملخصاً مقیاس ص ۲۳)۔ مولوی محمد عمر صاحب سے پوچھئے کہ ہلا آذنتمونی کا یہ معنی کس کتاب میں ہے کہ تم نے مجھ سے اجازت کیوں نہیں لی۔ پھر یہ کس کتاب میں ہے کہ فدلونی کا یہ معنی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے بے اذنی کو معلوم کیا تھا؟ اور پھر اس کا ثبوت کس کتاب میں ہے کہ اس عورت کی ولایت آپ کے سپرد تھی؟ اور یہ بھی بتائیں کہ دلونی علیٰ قبرہ میں تو اس کی قبر کے معلوم کرنے کی صراحت ہے اس سے اجازت کے بغیر جنازہ پڑھنے کی تردید کیسے مفہوم ہوئی ہے؟ تردید تو بقول مولوی محمد عمر صاحب ہلا آذنتمونی کے جملے سے ہو چکی ہے پھر اس کی کیا ضرورت رہی؟ ہوش سے جواب دینا ہوگا۔ صحیح معنی تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھے اس کے جنازے کی اطلاع کیوں نہ دی؟ اور اگرچہ حضرات صحابہ کرامؓ نے اس خاتون کے معاملہ کو معمولی سمجھا کہ رات کے وقت خود آپ کو بے موقع کیوں تکلیف دی جائے مگر آپ نے اس کی قدر دانی کی۔ الغرض یہ حدیث

نفی علم غیب اور حاضر و ناظر میں نص صریح ہے

(۲) موطا امام مالک صفحہ ۔۔ وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک غریب عورت بیمار ہو گئی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اس کی بیماری کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ اگر اس کی وفات ہو جائے تو مجھے مطلع کرنا تاکہ میں اس کا جنازہ پڑھ لوں۔ تقدیراً اس کی وفات بھی رات کو ہو گئی۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دیئے بغیر اس کو دفن کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم تک بھی نہ تھا۔ صبح ہوئی تو بعض حضرات صحابہؓ نے اس بی بی کی وفات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی کہ فلاں عورت رات کو دفن کر دی گئی ہے آپ نے فرمایا۔

الم آمرکم ان تؤذنونی بها — کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مجھے ضرور اطلاع دینا

حضرات صحابہ کرامؓ نے عذر پیش کیا کہ حضرت رات کا وقت تھا آپ آرام فرما رہے تھے۔ ہم نے آپ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ میت کے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہیں، ورنہ آپ کو اس کی اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی کہ حضرت فلاں عورت رات کو وفات پا چکی ہے۔ ما تقول فی هذا الرجل سے سوال اس سے بھی جو ہوگا، اور بقول مخالفین آپ وہاں حاضر ہو کر اس کو دیکھ بھی رہے ہوں گے لیکن باوجود اس کے حضرات صحابہ کرامؓ سے اس طرح کے مشورے فرماتے ہیں کہ بالکل واضح ثبوت ہو رہا ہے۔

صفات نبوت اور رسالت کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے جیسے ظاہر ہو یا باطن۔ قوت اور فضل میں کبھی متعدد جگہ اختیار کر کے جن جن بزرگوں کا ثبوت نہیں دیا گیا ورنہ ہم العیاذ باللہ تعالیٰ اس کی نسبت ہی نہیں کی طرف کی جا سکتی ہے۔ یہ تو غریب کا اور لوگوں کا کام ہے کہ وہ باطنی کے دعووں کا سہرا ہوتے ہیں کہ دکھائے گئے اور لوگ مانے گئے اور کیا خوب کہا ہے کسی نے ع

نمی باشد حقیقت قول و فعل داستاں باہم — زگفت و قلم باشد رفت تا بہ قلم سپید

(۳) نسائی ج ا صفحہ ۲۲۰ ، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۱ ، مسند احمد ج ۳ صفحہ ۳۸۸ ، طحاوی ج ا صفحہ ۲۹۵ اور سنن الکبریٰ ج ۴ صفحہ ۴۹ وغیرہ میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے۔ حضرت یزید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چند حضرات صحابہ کرامؓ باہر گئے آپ نے ایک تازہ قبر دیکھی اور فرمایا یہ قبر کس کی ہے؟
حضرات صحابہؓ نے جواب دیا مولاۃ بنی فلان عرفہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ فلاں
خاندان کی لونڈی کی قبر ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے بتلانے پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکو پہچان
لیا اور اسکی قبر پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھی اور پھر آپ سے حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا
روزہ بھی تھا اور آپ آرام بھی فرما رہے تھے لہٰذا ہم نے آپ کو اس کے جنازہ پر مطلع کرنا مناسب نہ سمجھا۔
آپ نے فرمایا:

لا یموت فیکم میت	جب تک میں تمہارے اندر موجود ہوں کسی کی بھی
ما دمت بین اظہرکم الا آذنتمونی	موت ہو تو مجھے اطلاع ضرور دیا کرو کیونکہ میری نماز
بہ فان صلاتی لہ رحمۃ	باعث رحمت ہے

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر میں میت کے پاس اگر حاضر ہوتے ہیں
تو اس لونڈی سے بھی ما تقول فی ھذا الرجل سے سوال ضرور ہوا ہوگا اور آپ اس کے سامنے حاضر ہوئے ہوں گے
تو پھر معلوم آپ نے صحابہ کرامؓ سے ان الفاظ سے کہ یہ قبر کس کی ہے؟ کیوں لاعلمی کا اظہار کیا اور پھر کیوں
فرمایا کہ جب بھی کسی کی وفات ہو تو مجھے ضرور اطلاع کر دیا کرو کیا حاضر و ناظر، عالم الغیب سے بھی کسی کی موت
مخفی رہ سکتی ہے اور پھر فریق مخالف کے اس مشرکانہ عقیدہ کو بھی ساتھ ملائیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
مختار کل بھی ہیں یعنی مارنا زندہ کرنا، رزق دینا وغیرہ وغیرہ امور باذن خداوندی آپ ہی انجام دیتے ہیں گویا
آپ حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے کے ساتھ خود کسی کی زندگی کو بھی ختم کر دیں اسکو بھی قبر میں سلا بھی دیں اور
خود ہی فرمائیں جب کسی کی وفات ہو جائے مجھے ضرور اطلاع کرنا۔ فریق مخالف کی یہ عجیب جوڑ منطق ہے۔

شعر: جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

دعا کیجئے کہ یہ لوگ بھی ہوشیار ہوں۔

ایک اور طرز سے

اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر اور اپنی امت میں موجود ہیں تو آپ نے

دیکھیں فرمایا کہ جب تک میں تم میں موجود ہوں مجھے اطلاع دیئے بغیر کسی کو دفن نہ کیا کرو۔ اگر آپ ہر وقت موجود ہیں تو صحابہ ہی فرمادیں کہ کیا کسوں نے اپنے جنازوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی اطلاع دی ہے اور آپ کی موجودگی میں وہ خود کیوں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں؟ علاوہ ازیں خود پڑھا سکتے ہو خطبہ خود پڑھتے ہو اور مولوی تو وہ بنے ہو تمہیں کیا حق ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں مرتے خود محراب اور منبر کی زینت بنے رہو اور اُمت کو آپ کی امامت سے محروم رکھو؟ اور قرآن کریم میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا اعمال کے حبط ہونے کا موجب ہے مگر یہ لوگ سب کچھ پڑھ دیکھنے کے باوجود کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں گلے پھاڑ پھاڑ کر قوالیاں کرتے اور نعرے لگاتے ہیں اور بہ آواز بلند مسجدوں میں درود شریف پڑھتے ہیں جو اس طرح ہو رہا ہوتا ہے جس طرح کہ آپ کی موجودگی میں بلند آواز سے چلا چلا کر باتیں کرتے ہیں۔

وفی غیرھم فی التفاصی غیرھم
ستعملھن اُتی دین تداعت

اس سے قبل کہ ہم حدیث سے متعلق کچھ فائدہ ذکر کریں فریق مخالف کے ایک عام مغالطہ کا جواب عرض کر دیا جو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک اصولی بات عرض کر دیں وہ یہ کہ اس باب کے ہمراہ جو حدیث نمبر دوم میں ہم نے جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ طبقہ اولیٰ (یعنی بخاری مسلم اور موطا امام مالکؒ) کی نہیں جن کی سند پر کسی کو کلام اور جرح کرنے کا حضرت محدثین کرامؒ کے نزدیک حق نہیں پہنچتا۔ البتہ صرف جو حدیث نمبر دوم میں مذکور ہے کی سند وہ طبقہ اولیٰ کی نہیں لیکن اس کی بھی تمام اسانید میں جلیل القدر محدث ہیں جن پر کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا ضرورت تو نہ تھی لیکن ہم افادہ کی خاطر ان کی سند کے روات اور ان کی توثیق کتب رجال سے عرض کر دیتے ہیں۔ اسناد کے رجال ثقہ ہیں اور سب ثقہ ہیں حاشیہ میں دیکھ لیں۔

۱؎ ابو قدامہ عبید اللہ بن سعید ثقہ مامون ہیں۔ ثبت ہے۔ (تقریب صفحہ ۲۲۶)

۲؎ عبداللہ بن نمیر ثقہ حافظ ... (تذکرہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۲) ... عثمان بن حکیم ... محمد بن ... ثقہ ... یحیٰی بن معین ... ابو زرعہ ... یعقوب بن شیبہ ... ابن سعد ... ثقہ ... (تقریب صفحہ ...) ... ثقہ ...

... ثقہ ...

فائدہ عظیمہ: فریق مخالف یہ بھی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام سے جو سوالات کیا کرتے تھے اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کو پہلے علم نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ دیدہ دانستہ کسی مصلحت کی بنا پر سوال فرمایا کرتے تھے جیسا کہ القول الجلی، باہمہ العلم الغیب ہونے کے ص ۵۵ سے پیش نظر ہو سکتا ہے مثلاً:

اس مسئلہ کی تفصیل یہ منسوخ — حدیث بخاری کی بنیادی باتوں میں کیا ہے؟

جواب: اس مسئلہ کا رد بھی قرآن کریم اور احادیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت اور حکمت کی وجہ سوال کرتا ہے اس قسم کے سوالات خود اللہ تعالیٰ سے کا احتمال ہی نہیں ہے اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام سے بھی اگر کسی وقت کسی کوئی چیز پوچھی ہے تو وہ کسی مصلحت اور حکمت پر مبنی ہے انکی لاعلمی اور بے خبری پر مبنی نہیں (دیکھئے مقیاس ص ۳ وغیرہ)۔ اس مغالطہ کے ہم دو جواب عرض کرتے ہیں تاکہ فریق کا دعویٰ صحیح و غلط ہو جائے۔

جواب اوّل: اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی کو شک نہیں کہ وہ ہر چیز کو جانتا اور دیکھتا ہے بلکہ ہر مسلمان صاحب عقل وفہم کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ علیم بذات الصدور ہے، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے متعلق سوال کریگا تو یقیناً اسکا سوال حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوگا بخلاف اسکے جب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات صحابہ کرام وغیرہ سوال کرتے ہیں تو چونکہ وہ عالم الغیب نہیں تھے اس لئے اصل یہی ہے کہ انکو معلوم نہیں ہاں البتہ اگر کسی چیز پر کوئی اور دلیل قاطع قائم ہو کہ جس چیز کا انہوں نے سوال کیا تھا وہ انکو اس سے قبل معلوم تھی تو اس صورت میں ان کے صرف اس سوال کو مصلحت اور حکمت پر محمول کیا جائیگا۔ الحاصل مخلوق میں اصل تو یہی ہے کہ چونکہ وہ عالم الغیب نہیں اس لئے اس کا اس چیز کے بارے میں سوال بے خبری اور لاعلمی پر مبنی ہے بخلاف اللہ تعالیٰ کے کہ وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اسکا سوال کسی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تو مخلوق کو خالق پر قیاس کرنا حادث کو قدیم پر قیاس کرنا ہے بلکہ شیئ عجیب ہے ان مقدس ہستیوں کو قیاس کرنا جنکا علم علام الغیوب کے علم کے مقابلہ میں دریا کا ایک قطرہ ہو کتنی صریح غلطی ہے۔ یہی وجہ ہے ہم فریق مخالف سے بھی مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ کوئی ایسی صریح اور صحیح حدیث پیش کرے جس کا

مضمون ہو کہ جناب رسول خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غیر شرعی امور ... میں جس چیز کے
متعلق بھی سوال کیا آپ اس کو خوب جانتے تھے بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ باوجود اس کے کہ ہر چیز کو
جانتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں پھر بھی ہم آپ کو چند حدیثیں صراحت سنا دیتے ہیں
جن سے بصراحت ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو خوب جانتا ہے جس کے بارے میں وہ سوال کرتا ہے۔

(۱) صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۴۴ میں یہ حدیث آتی ہے کہ جب فرشتے ذکر و تدریس کی مجالس سے فارغ ہو کر اللہ
تعالیٰ کے پاس انسانوں کے اعمال کی رپورٹ پیش کرتے ہیں تو

فیسالھم اللہ وھو اعلم — اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے

(۲) مستدرک ج ۱ ص ۴۹۵ میں اسی سند کی تصحیح پر امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں متفق ہیں ایک حدیث ہے

فیسالھم اللہ وھو اعلم — اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے

(۳) اسی مضمون اور الفاظ کی حدیث مسند طیالسی ص ۳۰۹ وغیرہ میں بھی مروی ہے۔ کیا جناب رسول اللہ
صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق بھی ایسے ہی مواقع میں کان اعلم (آپ خوب جانتے ہیں) کے الفاظ صحیح
اور صریح احادیث میں موجود ہیں۔ بلکہ آپ تو ... پڑھ چکے کہ آپ نے بارہا ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کیا
کہ آپ کو پہلے علم نہ تھا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے سامنے بھی آپ نے لاعلمی اور بے خبری ہی کا اظہار کیا ... تو
حالات مخلوق کے ایسے سوالات کو خالق پر قیاس کرنا زندقہ اور الحاد ہے (معاذ اللہ تعالیٰ)

جواب دوم: آپ نے جو حدیث نسائی وغیرہ کے حوالہ سے پیش کی ہے اور جس کے روات
رجال کی توثیق بھی عرض کر دی ہے۔ اس حدیث میں یہ جملہ بھی موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ایک نئی اور تازہ قبر کے متعلق سوال کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ یہ فلاں خاندان کی
لونڈی کی قبر ہے۔ آگے یہ لفظ بھی موجود ہیں۔ فعرفھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت
صحابہ کرامؓ کے بتلانے پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکو پہچان لیا کیا آپ یہ ... سکتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے جن کے متعلق سوال کیا اور ان کے جواب سننے پر اللہ تعالیٰ نے اسکو پہچان لیا؟ قرآن کریم کی
آیت اگر ... پیش ... صحیح اور صریح حدیث ہی پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے سوال کیا اور ... سے

جواب کے بعد معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو پہچان لیا اور خدا کو معلوم ہو گیا، سبحان اللہ تعالیٰ کیا کہنا گوری کے قصے اور کہانیاں منا منا کر گمراہ کرنے والو اور وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ سے پیغمبر کا علم غیب ثابت کرنے والو! آؤ ذرا اگر ہمت ہے تو جواب دو۔

صراحی در بغل ساغر بکف مستانہ وار آجا ۔۔۔ گلے میں تیرے مینا ہے اک مستانہ بس سوئے

قارئین کرام! ہمیں اصل مضمون سے دور جا پڑا گر گیا تھا مجبوری تھا الشیئ بالشیئ یذکر ہمیں یہ عرض کرنا تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کے پاس قبر میں ما تقول فی ھذا الرجل سے تمام استدلال کی بنا پر حاضر ہوتے ہیں تو بیشمار حدیثیں ایسی موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے شمار مردوں کے دنیا سے چل بسنے کا علم نہ تھا آپ کی بیک ادبیوں سے متعلق ان کی خیریت کے بارے میں پوچھتے تب سوالات بھی کئے اور کئی ایک قبور کے بارے میں بھی سوال کیا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۸۳ میں ایک حدیث آتی ہے (جسکی امام حاکم اور علامہ ذہبی دونوں تصحیح کرتے ہیں) مضمون اس کا یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک ہوئے تو ایک دفعہ ایک قبر نظر پڑی آپ نے فرمایا قبر من ھذا؟ یہ کس کی قبر ہے؟ حضرات صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ ایک حبشی غلام کی قبر ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا قسمت کے کرشمے دیکھو اسکو فلاں کس مٹی سے پیدا کی مٹی سے کھینچ لائی۔ اگر آپ قبر میں حاضر ہوتے تو اس سوال کا کیا مطلب؟ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبر کے قریب سے گزرے اور آپ نے فرمایا متی دفن ھذا اس کو کب دفن کیا گیا ہے؟ حضرات صحابہ نے فرمایا رات کو۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں اطلاع نہ دی؟ حضرات صحابہ نے عرض کیا حضرت ہم نے اسکو رات کے وقت دفن کیا ہے اور ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا پھر آپ نے اور حضرات صحابہ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر جنازہ پڑھا (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۵ متفق علیہ) قارئین کرام! بصورت ہم اس مسئلہ کی انہی جزئیات پر اکتفا کرتے ہیں اگر آپ آنکھیں کھول کر انصاف سے دیکھیں گے تو آپ کو حق اور صداقت صاف طور پر نظر آجائے گی ورنہ

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے ۔۔۔ اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا؟

فریق مخالف کی ساتویں دلیل اور اس کا حشر

مخالفین کہا کرتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو نماز میں آپ کو السلام علیک ایہا النبی (اے نبی آپ پر سلام ہو) سے خطاب کیوں کیا جاتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ہر نمازی کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور نمازی آپ کو خطاب کرتا ہے۔ دیکھئے جاء الحق صفحہ ۱۴۳ و مقیاس حنفیت صفحہ ۲۰۷ و تسکین الخواطر صفحہ [illegible] وغیرہ۔

جواب اول: قارئین کرام! یہاں دو مقام ہیں ایک یہ کہ اگر آپ حاضر و ناظر نہیں تو علیک (تجھ پر) سے کیوں خطاب ہوتا ہے دوسرا ایہا النبی اے نبی سے کیوں خطاب ہوتا ہے؟ پہلی شق کا جواب ہم عرض کریں گے جیسا کہ شق اول میں السلام علیک کے جوابات [illegible] بزرگان دین [illegible] فرماتے تھے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج [illegible] تشریف لے گئے [illegible] اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی [illegible] التحیات للہ والصلوات [illegible] تو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو [illegible] کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

السلام علیک ایہا النبی   سلام ہو تجھ پر اے نبی

چونکہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے حضور میں موجود تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کیا تھا [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت [illegible] حضرات صحابہ کرام کو تعلیم دیتے وقت حرف خطاب کو اسی طرح رہنے دیا جس طرح کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے سنا تھا [illegible]

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ [illegible] خطاب [illegible] جواب [illegible]

اگر [illegible] کہ خطاب [illegible] [illegible] خطاب کی توجیہ [illegible] جواب [illegible]

یعنی جب حضرت عیسیٰ [illegible] مصر [illegible] سے [illegible] کو بھی بعد
جو سوال کیا جائے گا [illegible] کیا [illegible] کوئی جواب نہ آیا۔

[illegible] کتابوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت [illegible] یہ خطاب ہو گا اور اس کو [illegible] (ملاحظہ
ملاحظہ ہو مرقات ملا علی قاری ج [illegible] وغیرہ۔

[illegible] قرآن کریم میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی وقت کی تصریف [illegible] اس کی موجودگی
اور حاضری میں خطاب [illegible] ہے یا [illegible] آیا ہے [illegible]
یاد کرتے ہے اس کا [illegible]

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دعوت توحید و تبلیغ کی اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے [illegible]
والوں کا گستاخانہ [illegible] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ۔ اور حقیقت میں مجھے خیال ہے کہ اے فرعون [illegible]

اس آیت میں یا فرعون کے [illegible] کیا ہے [illegible]
آپ بھی [illegible] نہیں بلکہ [illegible] کی [illegible] قرآن کریم پڑھنے والے [illegible]
[illegible] پڑھتے ہیں لیکن کسی نے فرعون کو بھی حاضر [illegible] نہیں سمجھا

(۲) حضرت یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر کی بیوی [illegible] اور اللہ تعالیٰ نے
حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی [illegible] عصمت پر عزیز مصر کی بیوی [illegible] ایک
[illegible] کو گواہ بنایا اور عزیز مصر پر جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تو بالکل کوئی
قصور نہیں بلکہ سارا قصور میری بیوی کا ہے تو اس نے [illegible] بیوی کو خطاب کر کے کہا کہ

وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنتِ — اپنے گناہ کی معافی مانگ بے شک تو ہی
مِنَ الْخَاطِئِينَ (پ ۱۲) — خطا کاروں میں سے تھی۔

اس آیت میں بھی [illegible] إِنَّكِ [illegible] سے عزیز مصر کی بیوی کو خطاب ہے [illegible]
تو اسی طرح پڑھتے ہیں [illegible] عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا [illegible]

کی طرح اس کو بھی جائز و مستحب جانو جو بہ نیت [illegible] قرآن کے ہی اور [illegible] تو حرم میں لفظ یہ بھی دیکھتے ہیں
ہیں اور حیات کے وقت بھی وہاں موجود ہوتے ہیں (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔

(۳) مصر کے قید خانہ میں بے قصور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ چند دیگر اخلاقی مجرم بھی تھے وہ
خواب دیکھتے تھے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو تعبیر بتائی جس قیدی کی رہائی اور نجات
ہونے والی تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا کہ:

وَاذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ۔ میرا ذکر بھی اپنے آقا کے سامنے کر دینا۔

اس آیت میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو خطاب کیا تھا مگر یہ بھی خطاب عند ربک
کے الفاظ سے ہی اس [illegible] تو کوئی بھی [illegible] نہیں [illegible] یہ خیال رہے کہ
السلام علیک ایہا النبی یہ حکایت محض [illegible] بطور حکایت اور [illegible] چنانچہ [illegible] میں ہے کہ

ویقصد بالفاظ التشهد [illegible] الانشاء۔ کہ الفاظ تشہد سے مراد انشاء ہونی چاہئے

اور الدر المنتقی فی شرح الملتقی ج ۱ ص [illegible] میں ہے کہ:

ولا بد ان یقصد بالفاظ التشهد الانشاء۔ کہ الفاظ تشہد سے انشاء مراد لینی ضروری ہے۔

اسی کے قریب عالمگیری ج ۱ ص [illegible] میں ہے اور [illegible] السالک ج ۱ ص [illegible] میں ہے کہ

وحکایة معنی المعراج علی طریق الانشاء۔ کہ واقعہ معراج کے واقعہ پر آپ کو جو [illegible] کے طور پر [illegible] ہے کہ

اور شیخ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں کہ:

در حقیقت ایں دعا است [illegible] اگرچہ بصیغہ خطاب است (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۵)

[illegible] التشہد اور [illegible] حضرات [illegible] کے طور پر [illegible] بقول حافظ ابن حجرؒ [illegible]
عبارت عینی شرح بخاری ج ۳ ص [illegible] زرقانی شرح مؤطا امام مالکؒ ج ۱ ص [illegible] و شرح مواہب ج ۵ ص ۳۷۴ و
فتح الملہم ج ۲ ص ۳۳۳ اور [illegible] السالک ج ۱ ص [illegible] وغیرہ میں بھی مذکور ہے یہ ہے کہ:

ویحتمل ان یقال علی طریق [illegible] اور اس کا احتمال بھی ہے کہ ان الفاظ کو واقعہ پر پڑھا جائے

هل تدرون [illegible] استمعوا
باب الله [illegible] أذى [illegible]
[illegible] في [illegible] أحمد الذي
لا يموت فقرئت [illegible]
[illegible] واسطة [illegible]
الرحمة [illegible] فاسمعوا
فإذا حبيب في حرم حبيب [illegible]
فاقرؤوا عليه فقالوا السلام
عليك [illegible] ورحمة الله و
بركاته [illegible] فتح البارى [illegible]

ترجمہ: یہ جب امت کی [illegible] کا [illegible]
[illegible] درگاہ میں داخل ہونگی [illegible]
[illegible] کسی موت [illegible]
[illegible] ہوجاتی ہیں [illegible]
[illegible] رحمت [illegible]
[illegible] نظر [illegible]
حبیب [illegible] حبیب کی [illegible] صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم [illegible] حاضر ہیں اور [illegible] السلام [illegible]
[illegible] السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ ۔

اور یہ تحقیق اس حدیث کے قریب قریب [illegible] کے الفاظ سے کتب احادیث میں آئی ہے [illegible] اللہ تعالی [illegible] دربار میں حاضر ہوتا ہے [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم موجود ہوتے ہیں اور اس رنگ میں آپ سے خطاب کیا جاتا ہے [illegible] سے بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے بلکہ نمازی کو خود [illegible] کے دربار میں حبیب کے سلام کے لئے حاضر ہونا پڑتا ہے۔ مگر یہ تمام [illegible]

[illegible] کے [illegible] بہت ہیں [illegible]

جواب ہفتم: اگر [illegible] حکایت [illegible]
[illegible] ورحمۃ اللہ وبرکاتہ [illegible]
[illegible]

کی جب جواب خط پڑھیں گے [illegible] تو اس وقت ان سے خطاب ہو جائیگا جیسا کہ [illegible]

وغیرہ میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بادشاہ روم کو خط میں لکھا تھا

ادعوک بدعایۃ الاسلام [illegible] میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں

اس میں [illegible] خطاب [illegible] موجود تھا اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھئے کہ

[illegible] علیک ایہا النبی [illegible] خطاب [illegible] تو اس کا معنی [illegible]

[illegible] مطلب یہ ہے کہ جب سلام آپ تک پہنچے گا تو خطاب ہو جائیگا [illegible]

[illegible] السیع صاحب کا [illegible] ایک روایت [illegible]

[illegible] ادعوک بداعیۃ الاسلام اسلم تسلم [illegible] خطاب حاضر کا ہے [illegible]

روم کو حالانکہ آپ ملک عرب میں تھے اور وہ روم میں تھا [illegible] حضرت کا خطاب

وہاں سے معلوم کر لیا [illegible] چونکہ [illegible] خط [illegible]

نظر کے سامنے [illegible] خطاب [illegible] ہو جائیگا [illegible] خطوط میں مکتوب الیہ

کو خطاب [illegible]

[illegible]

کن الفاظ سے صلوۃ وسلام کا [illegible] بخاری شریف [illegible] حضرت کعب بن عجرہ سے مروی ہے کہ

حضرت صحابہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا [illegible]

[illegible] السلام علیک ایہا النبی [illegible]

آپ [illegible] اور خطاب [illegible] اللھم صل علی محمد [illegible]

[illegible] حضرت [illegible] آپ پر

سلام [illegible] السلام علیک ایہا النبی [illegible]

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی [illegible] آپ تک [illegible]

[illegible]

حضرت عبد اللہؓ بن مسعودؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان للہ ملائکۃ سیاحین فی — کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے بہت سے ہیں کچھ فرشتے اس کام
الارض یبلغونی من امتی السلام — پر مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں۔ حدیث صحیح ہے یہ حدیث صحیح ہے (السراج المنیر ج۲) علامہ سخاویؒ نے امام بیہقیؒ کی روایت سے اسے نقل کیا ہے (القول البدیع) ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس صلوٰۃ و سلام دونوں پہنچائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان مضمون کے قریب قریب الفاظ سے حضرت اوس سے بھی روایت آتی ہے جو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک وغیرہ میں موجود ہے جس کی امام حاکمؒ اور علامہ ذہبیؒ بخاری کی شرط پر تصحیح فرماتے ہیں۔ امام ابن خزیمہؒ، ابن حبانؒ، دار قطنیؒ اور نوویؒ بھی صحیح کہتے ہیں (تفسیر ابن کثیر) علامہ ابن عبد الہادیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سب راوی صدوق، معروف اور ثقات میں مشہور ہیں ... اس حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے مثلاً امام ابن حبانؒ، حافظ عبد الغنیؒ، مقدسیؒ اور ابن دحیہ وغیرہ اور کوئی شخص ایسا نہیں آیا جس نے اس پر قابل قبول دلیل سے کلام کیا ہو (الصارم المنکی طبع مصر) بعض حضرات نے ... جو ان کی تشفی تو اس حدیث کے ضعف

ضرورت تو نہیں کہ ہم حضرات محدثین کی تصحیح کے بعد بھی کچھ عرض کریں ... سب راوی ثقہ ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں ... (۱) عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی ... ثقہ تھے (تقریب) ... (۲) ... ثقہ متقن تھے (تقریب) (۳) سفیان ثوریؒ جو حافظ فقیہ عابد امام ... تھے (تقریب) ... ثقہ تھے (تقریب) (۴) ... امام ابن معینؒ ... ثقہ ... علامہ ... ثقہ اور کثیر الحدیث تھے ... (۶) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ صحابی تھے

کا حبیب بتایا ہے درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس دور کی شیعیت کی خبر اور اس دور میں جس سے انہیں
اس زمانہ میں موصوف سے منسوب کرتے ہوئے شیعی لکھتے ہوئے بعض محدثین اور سنی ہی باوجود سے حضرت
علی کی طرف داری کی وجہ سے شیعہ کہلاتے تھے، مثلاً امام نسائی، عبدالرزاق، ابن جماعہ اور حاکم صاحب مستدرک
وغیرہ بھی شیعہ تھے اور ایسے شیعوں کی روایتوں سے کتب صحاح بھری ہوئی ہیں۔ درود و سلام
کا مسئلہ کوئی شیعہ کا ہے بلکہ عیون اہل سنت کا شعار ہے اس مضمون کی بہت سی روایت حضرت ابو الدرداء
سے بھی مروی ہے۔

قارئین کرام ہم نے ایک ایک روایت اور اس کی توضیح اور حضرات محدثین کی تصریح سے اس روایت
کی تعلیم آپ کے سامنے عرض کر دی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک امت کی طرف سے
درود و سلام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے متعین ہیں اور معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اگر حاضر و ناظر ہوتے اور خود بنفس نفیس درود و سلام سنتے تو فرشتوں کے متعین کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ
معلوم ہے کہ فریق مخالف کو یہ ثابت کرنے کی ایک بھی حدیث صحیح نہیں مل سکتی ایسی نہیں جس سے یہ
ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ میں درود و سلام خود ہی سنتا ہوں خواہ کوئی کہیں سے پڑھے
و لکن [illegible] فریق مخالف میں براہ راست [illegible] تو ہم بڑی خوشی کا اظہار کر
ایک ہی ایسی حدیث پیش کرے جو سند کے ساتھ درست ہو تمام روات ثقہ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا سماع ثابت ہو۔

• حسن [illegible] [illegible] نماز [illegible] دیکھو [illegible] صحیح [illegible]
سے حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ درود و سلام پہنچانے کے [illegible] مخصوص [illegible] بعض عن بعض
[illegible] مخصوص [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک [illegible]
[illegible] مثلاً [illegible] الاصل [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] درود و سلام پہنچانے کے لئے فرشتے متعین [illegible] صحیح [illegible]
[illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [illegible] مبارک

[illegible]

بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ

مؤمنوں کے گھروں میں [illegible] جگہ پر تشریف لے جاتے اور [illegible] سے بعض کو [illegible] چھوٹ گیا ہے جس سے بعض لوگوں کو یہ بھی بلا وجہ شبہ ہو گیا ہے [illegible] میں الحمیت الی [illegible] وغیرہ لکھتے ہیں۔ دیکھئے حضرت ملا علی القاری نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام الدرۃ المضیئۃ فی الزیارۃ المصطفویۃ ہے اس میں وہ لکھتے ہیں:

ومن اعظم فوائد الزیارۃ [illegible] والسلام علیہ عند قبرہ [illegible] حقیقۃ ورد علیہ من [illegible] معلات من یصلی ویسلم من بعید [illegible] لا [illegible] بلا واسطۃ [illegible] من [illegible] ومن صلی علی [illegible]

کہ زیارت کے فوائد میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب آپ روضہ اقدس پر حاضر ہو کر [illegible] اور سلام پیش کرتے ہیں تو آپ بغیر واسطہ ملائکہ کے حقیقی طور پر سنتے ہیں [illegible] جو دور سے درود و سلام پڑھے کیونکہ وہ آپ کو واسطے کے بغیر نہیں پہنچتا کیونکہ اور [illegible] کے ساتھ [illegible] جو قبر شریف پر درود پڑھتے تو آپ خود سنتے ہیں اور جو دور سے پڑھے تو وہ [illegible] پہنچایا جاتا ہے۔

مزید برآں حضرت ملا علی القاری [illegible] اس کے عقیدہ کی صاف طور پر ثابت ہے [illegible] بعض ماتحت [illegible] حضرت [illegible] لوگوں نے استدلال کیا ہے وہ [illegible] غلط ہے اسی کے قریب [illegible] کی ہے [illegible] الکلام۔

نوٹ ضروری: [illegible] طریق پر نشر [illegible] کے [illegible] ⁂ اسی طرح [illegible] تصانیف [illegible] لکھتے ہیں القول البدیع [illegible] [illegible] [illegible] شیخ [illegible] تفصیل [illegible] ہیں۔

فاعلم انہ یسمع الصلوۃ والسلام

[illegible] سلام وصلوۃ [illegible]

یہی [illegible]

من القریب وانہ یبلغ ذالک من بعید (مسک الختام ص [illegible]) — خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو صلوۃ وسلام پہنچایا جاتا ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی قبروں میں زندگی [illegible] امام بیہقی نے ایک مستقل [illegible] اس مضمون کی [illegible] پر عمل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر [illegible] فتح الباری ج [illegible] میں اور حافظ سخاوی القول البدیع ص [illegible] میں اس کی تصحیح کرتے ہیں اور علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ:

ونحن نؤمن ونصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لا تاکلہ الارض والاجماع علی ھذا (القول البدیع ص [illegible])

اور ہم ایمان لاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور آپ کے جسم مبارک کو مٹی نہیں کھاتی اور اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے۔

اور علامہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی روح مبارک

فی الرفیق الاعلی مع ارواح الانبیاء ومع ھذا فلھا اشراف علی البدن واشراق وتعلق بہ بحیث یرد السلام علی من سلم علیہ (زاد المعاد ج [illegible] ص [illegible])

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی ارواح کے ساتھ رفیق اعلی میں ہے لیکن اس کے باوجود آپ کی روح مبارک کا بدن مبارک کے ساتھ تعلق ہے جس کی وجہ سے آپ سلام کہنے والے کا جواب دیتے ہیں۔

صاحب روح المعانی ج [illegible] ص [illegible] میں [illegible] حضرات انبیاء کرام کی زندگی تمام احکام میں دنیاوی زندگی کی طرح نہیں اور سب دنیاوی احکام اس پر مرتب نہیں ہوتے [illegible] اس کی [illegible] ان کی [illegible] زندگی [illegible] اور اس کے [illegible] ملاحظہ ہو [illegible] ثابتۃ (شفاء السقام ص [illegible]) [illegible] حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی زندگی کے قائل ہیں۔ [illegible] علیہم الصلوۃ والسلام [illegible] کی زندگی [illegible] کل نفس ذائقۃ الموت اور انک میت وانہم میتون [illegible]

(بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible])

مجموعہ مادہ اور اتفاق وقت فہم ... جزئیات کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ ... [illegible]

تعداد اس کے ... [illegible] ... معرفت ... جیسا کہ وہ ... [illegible]

اور عالم ... [illegible] ... صحیح ... [illegible] ... کتاب میں ہے

حضرت ... [illegible] ... وغیرہ۔

علم ... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ... [illegible]

... [illegible] ... علیہ السلام کے

... [illegible] ...

... [illegible] ... کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ انبیاء کرام علیہم السلام ... [illegible]

... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ... علیہ السلام ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ... سلام ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

... [illegible] ...

نعوذ باللہ تعالیٰ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

جز ہے سوم امر یہ ہے کہ بیان میں اس کی ضرورت نہیں وجود شے کو کسی غائب ہستی کے فرضی طور پر تصور کرکے اور تخیل کے طور پر اپنے دل میں حاضر سمجھ لیتے ہیں پر اس سے خطاب کیا جاتا ہے اسی لئے متعین کہ وہ حقیقتاً حاضر و ناظر ہوتا ہے بلکہ محض اپنے تخیل پر مبنی ہوتا ہے جیسے اس کے کہیں عربی اور فارسی کے خواجات اور شعر و ادب نقل کردیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے چند اشعار پیش کرنے کے بعد خان صاحب بریلوی کے بعض اشعار نقل کروں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

سنبل کے تار وہ نہیں صرف نظر تصور میں تو ہیں مہمان دل کے

ایک مجذوب صاحب لکھتے ہیں ؎

چھپ سکیں گے حضور پیدا ہو کر جو تصور میں آ کے دیکھ سب

ان دونوں شاعروں نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ محبوب سامنے نظر نہیں آتا تو تصور میں دل میں تو موجود ہوتا ہے دونوں میں اس کا تصور ہم کرتے ہی رہتے ہیں فرق مخالف کے اعلیٰ حضرت خان صاحب بریلوی حدائق بخشش حصہ دوم میں لکھتے ہیں ان کے بعض اشعار ؎

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے

یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

یا علی دی کعبے کے سمت کو تنا مانے بت وہ بنا رہا پھر تجھ کو کیا

دیو کے بندوں سے کب ہے خطاب

تو لوں کا ہے تو کہا پھر تجھ کو کیا

کبھی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

؎ اگر کوئی شخص محض عشق اور محبت کے نشہ سے سرشار ہو کر یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہے تو جائز اور صحیح ہے ہمارے اکابر اس کے قائل ہیں مگر آپ کو حاضر و ناظر سمجھ کر یا استمداد اور استغاثت کے طور پر یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے اور فرق مخالف اسی اعتقاد سے کہتے ہیں جیسا کہ خان صاحب کے ان اشعار سے بالکل عیاں ہے۔

دیوبندیوں نے ہم کو یہ جوش

عرب میں جب العطش ہم کو دیا

قارئین کرام ہم یہ سب مولف صاحب کی شان میں بھی کہہ سکتے ہیں ۔

ڈرے شرک سے ہم سب کو کیا — چبیت کا مشرک یا ہم سب کو کیا

ڈرے کی تحریف قرآن و حدیث — [illegible] ہم سب کو کیا

حالی کون و مکان کو چھوڑ کر — خیمے [illegible] ہم سب کو کیا

شرک و بدعت کو کیا قوت مند

توحید و سنت سے ہم پھر گئے

اپنے ہاتھ ستمین کو — اور یہ قوت بلا ہم سب کو کیا

ہم تو ہیں اللہ کے بندے بھی

آپ عبد مصطفیٰ ہم کو کیا — (مفتاح)

یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ فلاں صاحب نجدیوں اور دیوبندیوں کو جو کیا ہے معاف سے دور رکھا ۔ کیا ہے کہ واقعی تمام نجدی اور دیوبندی خان صاحب کے پاس [illegible] آپ [illegible] کی کے طور پر حاضر و ناظر جان کر ان سے خطاب کیا ہے ۔ اسی طرح آپ السلام علیک ایہا النبی کو خطاب سمجھتے ہیں اور یہ دعویٰ ہی نہیں بلکہ آپ کے مولف صاحب سے اسکی تصدیق کر دیتے ہیں ۔ عالم صاحب امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم جلد [illegible] السلام علیک ایہا النبی کی تشریح نقل کر کے کوکبۃ شہابیہ صفحہ [illegible] پر لکھتے ہیں [illegible] حقیقت [illegible] حق ص ۴۵ میں موجود ہے ، یعنی بھی مولف صاحب کا ہے ۔

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

التحیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت کا تصور باندھ اور عرض کر سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت

دنیا میں رہیں یا مدینہ میں حاضر ہوں اور تصور مدینہ کا حاصل ہو تو بیٹھتے ہی حاضر ہو جائیں گے۔ اگر جب آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی طور پر حاضر و ناظر ہیں تو ان میں حاضر کرنے اور تصور مدینہ کا آپ مقصد کیسے ہے ان کو گنجائش سمجھیے جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُعْبُدِ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ — اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو۔

آپ مانتے ہی ہیں کہ حقیقتاً رؤیت خداوندی دنیا میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو بھی نصیب نہیں ہوئی تو جناب بھی آپ گویا کہ دیکھے اور حقیقتاً دیکھنے میں فرق کرتے اور جانتے ہیں۔ اسی طرح حقیقتاً حاضر ہونے اور دل میں حاضر کرنے کا فرق سمجھ لیجئے۔ آپ کو اس میں کیوں تردد اور پریشانی لاحق ہو گئی؟ چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی مدارج النبوت میں تحریر فرماتے ہیں:

ذکر کن او را و درود بفرست بر وے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو ... (بحوالہ مدارج ص ۱۳۳)

آگے چل کر پوچھتے ہیں حضرات کا جو درود پڑھتے ہیں ... تحیات کے ... الفاظ سے ... کیا وہ جھوٹ ہے؟

جواب چہارم: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے التحیات السلام علیک کے الفاظ کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ جناب نے گنایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے مسند ... بھی پڑھتے ہیں لیکن اسکو کیا کریں کہ یہی اکابر حضرات صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بجائے السلام علیک ایہا النبی کے السلام علی النبی پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

(۱) صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو ہم تحیات میں السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اسی طرح موطا امام مالک ص ... ، مسند احمد ج ... ص ... اور معانی الآثار ج ... ص ... وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔

(۳) معانی الآثار ج ... ص ... وغیرہ میں حضرت قاسم بن محمدؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت

عبارت شیخ کے حساب سے منصوب ہے یعنی السلام علی النبی ورحمۃ اللہ پڑھا جاوے اور اسی میں وہ تعلیم دیا کرتی تھیں جیسا کہ فتح الباری وغیرہ میں ہے حضرت عطاء رحمہ اللہ تابعی سے بسند صحیح منقول ہے کہ حضرات صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت شاہ عبد الحق لکھتے ہیں:

"و در بعض طرق صحیح بخاری میگوید کہ صحابہ در زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلام بصیغہ خطاب میگفتند و بعد از زمان حیات آں حضرت میگفتند والسلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بصیغہ غائب" (مکتوبات ص ۳۲۹)۔

آپ غور فرمائیے اگر حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اور خصوصاً ان بزرگوں کا جن سے السلام علیک کے الفاظ سے انقلاب منقول ہے۔ یہ عقیدہ ہوتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اندر موجود اور حاضر ہیں تو ان کو ضمیر خطاب چھوڑنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی؟ بلکہ انھوں نے اس کی وضاحت فرمادی کہ اگر امت السلام علیک کو اس حیثیت سے پڑھے کہ ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں یہ حکایت بطور ذکر اور اظہار ہے اور یہ صحیح ہے اور فرشتے ہمارے صلوٰۃ و سلام کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں پہنچاتے ہیں تو پھر خطاب ہو جاتا ہے جیسے خطوط کی مثال ہم نے پیش کی ہے یا اگر کوئی دل و شعور میں حاضر سمجھ کر خطاب کرے تو اس کے لئے اس کی گنجائش ہے ورنہ بجائے اس کے السلام علی النبی پڑھیں تاکہ جملہ و نیز نہ ہو سکے

غریق عشق میں ہم نہیں مطلب نہیں کرتے
کہ جیسے ہاتھوں میں ہر رجب سے ہم ہوتا ہے

جواب پنجم: اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقعی السلام علیک ایہا النبی کے پیش کردہ استدلال کے رو سے حاضر و ناظر ہوتے تو یقیناً حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (جو زبان دانی ہونے کے ساتھ عربی النسل بھی تھے اور ضمیر خطاب وغیرہ کے محل وقوع اور موقع استعمال سے بخوبی واقف تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض صحبت کی برکت سے قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطلب کو بھی اچھی طرح سمجھ سکتے تھے) یہ عقیدہ ہونا چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اور دوسرے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو رہا دوسروں کے متعلق نہیں تو اب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق جو مغالطہ کبھی سمجھے ایسی قطعی نفی اور تثنیت ہو فی تفریق کی ہو کیونکہ ان کے عقیدہ کی رو سے آپ نہ

حالانکہ ہم بھی حضور [illegible] کے [illegible] جو [illegible] کے سامنے موجود تھیں کسی صحابی کا یہ
عقیدہ نہ تھا [illegible] حضرت زبیرؓ [illegible] حضرت جعفرؓ حضرت عائشہؓ حضرت [illegible] حضرت قتادہ کا
وغیرہ کے واقعات [illegible] روایت سے [illegible] حضرت عبداللہ بن [illegible]
[illegible] بیٹھے گئے [illegible] ضرورت نہیں ہے [illegible] حضرات صحابہ کرامؓ
السلام علیک [illegible] حاضر و ناظر کا عقیدہ [illegible] اگر السلام علیک [illegible] حاضر و ناظر ہوتی
تو حضور [illegible] کو علم ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ان کے سلام سے واقفیت [illegible]
[illegible] جیسا کہ پہلے [illegible] روایات گزر چکی ہیں ۔

تو کل [illegible] گیا ۔ دل [illegible] تیری [illegible]

فریق مخالف کی نحوی دلیل اور اس کا انجام

فریق مخالف کہا کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں [illegible] آپ کو یا رسول
اللہ کیوں [illegible] اور اب [illegible] کیوں خطاب کیا جاتا ہے؟ کیونکہ یا حاضر کیلئے آتا ہے ۔
جواب اول: [illegible] یہ مسئلہ [illegible] کہ حرف یا کا اصلی [illegible] ہے؟ علامہ
زمخشری مفصل ص [illegible] میں [illegible] حرف یا [illegible] دور والے کیلئے [illegible] قریب کیلئے [illegible]
بھی [illegible] اعتراض وارد ہوتا ہے کہ [illegible] قریب [illegible] نہیں تو اللہ تعالیٰ
تو قریب [illegible] یا اللہ کیوں نہ کہتے ہیں؟ تو [illegible] کا جواب [illegible] موصوف نے یہ دیا ہے کہ انسان
اس [illegible] محتاج مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی [illegible] گویا اللہ تعالیٰ کے
دور [illegible] ہے اور اس لئے یا اللہ سے تعبیر کی جاتی ہے لیکن جمہور نحاۃ یہ کہتے ہیں کہ
حرف یا [illegible] دونوں میں [illegible] طور پر مستعمل ہے دیکھئے ہدایۃ النحو ص [illegible] کافیہ ص [illegible] اور
شرح جامی ص [illegible] وغیرہ اگر فریق مخالف کو نحوی [illegible] سے [illegible] نہیں [illegible] تو ان کتب کی طرف
مراجعت کر سکیں [illegible] ص [illegible] فریق مخالف کو یہ [illegible] معلوم ہو سکے

یا وھی تستعمل لنداء القریب والبعید — حرف یا ندا قریب و بعید دونوں کیلئے مستعمل ہے۔

قارئین کرام دیکھئے کہ کفر و شرک و بدعت کے بنانے میں کس طرح تفاوت کی جاتی ہے۔ اگر حرف یا محض ندا قریب کیلئے ہی مستعمل ہوتا تو پھر فریق مخالف کا کہنا ممکن ہے صحیح تسلیم کر لیا جاتا اگرچہ دوسرے دلائل اس کے خلاف ہوتے لیکن جب یہ قریب و بعید دونوں کیلئے ہے یعنی جیسے ندائے قریب کیلئے مستعمل ہے اسی طرح ندائے بعید کیلئے بھی مستعمل ہے تو اس سے حتمی طور پر حاضر و ناظر پر استدلال کی حماقت اور جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

جواب دوم: اگر حرف یا سے حاضر و ناظر ہی مراد ہوتی ہے تو براہ کرم ذیل کی آیات کا مطلب بھی دیکھئے:-

(۱) یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا — اے ہامان میرے لئے ایک بلند عمارت تعمیر کر۔

(۲) یٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ — اے یہود و نصاریٰ دین میں تجاوز نہ کرو۔

(۳) وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا — اے فرعون میرے خیال میں تو ہلاک کیا جائے گا۔

(۴) اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اے کافرو کے الفاظ موجود ہیں اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وہ تقریریں بھی قرآن کریم میں موجود ہیں جن میں انہوں نے بھی اپنی قوموں کو خطاب کرتے ہوئے یا قوم (اے میری قوم) سے تعبیر کیا ہے۔ کیا ہامان، فرعون، یہود و نصاریٰ اور جملہ مشرکین و کفار جن کو حرف یا سے خطاب ہے فریق مخالف کے نزدیک حاضر و ناظر ہیں کیا بعید ہے کہ ان کے نزدیک شیطان کی طرح یہ بھی حاضر و ناظر ہوں۔ اگر آپ کہیں کہ چونکہ ان قوموں کو خطاب تو اس وقت ہوا جب وہ موجود تھیں اب لوگ اس کی حکایت کرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اسی طرح آپ یا رسول اللہ کو سمجھئے کہ حضرات صحابہ کرام آپ کی موجودگی میں یہ ادا کرتے تھے اور ہم اس کی حکایت کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تو ملحوظ رکھئے کہ حرف ندا قریب اور بعید دونوں کیلئے برابر درجہ مساوی طور پر مستعمل ہے۔

جواب سوم:- مولوی عبد السمیع صاحب لکھتے ہیں کہ ہم جو کہتے ہیں توجیہ خطاب کی اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن

شریف میں وارد ہے یا حسرۃ علی العباد یہاں یا حرف ندا ہے جس سے قریب بعید حاضر کو پکارا جاتا
ہے یہ لفظ یا داخل ہوا ہے حسرت پر اور حسرت ایسی چیز ہے ادراک و شعور جبکہ اسکو نہیں ہے تاکہ
کبھی خبر نہ ہو گی کہ کوئی مجھ کو پکار رہا ہے۔ امام رازی کا کلام اس مقام میں ہے۔ المقصود ان ذلک
وقت حسرۃ فان النداء محمول علی الاخبار غرضیکہ سب مفسرین اس مقام میں لکھتے ہیں کہ یہ
ندا کلام عرب میں شائع ہے اور مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ وقت حسرت کا ہے یعنی یہ نہیں کہ حسرت کو
پکارتے ہیں اور بلاتے ہیں اس مقام پر ندا سے مجازاً حسب حیثیت ثابت ہوئی کہ کہیں ندا بجا خبر ہوتی ہے اور
مراد اس سے خبر دینا ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح اس مقام میں کہ جو کوئی کہتا ہے ؎

تمہارے نام پر قربان یا رسول اللہ   فدا ہو تم پہ میری جان یا رسول اللہ

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے اور مراد اس کی خبر ہے تو اس نے
لفظ ندا یہ بولا ہے۔ کیا ضرور ہے کہ یوں کہو یہ شخص ندا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے۔ ہاں البتہ تم خود
معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو یہ کہہ کر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور
خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے۔ کلام صحابہ میں غائب کو خطاب اور ندا موجود
ہے (ملاحظہ انوار ساطعہ [illegible]) حاضر و ناظر کی بحث سے مولوی محمد عمر صاحب اور مفتی احمد یار خان
صاحب اور مولوی سید احمد سعید صاحب کاظمی سے خصوصاً التماس ہے کہ وہ اس عبارت کو بار بار
پڑھیں اور غور فرمائیں کہ حرف یا سے حاضر و ناظر مراد لینے کو صرف دیوبندی ہی کفر و شرک کہتے ہیں؟
مولوی عبد السمیع صاحب بریلوی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اور کیا حرف یا سے حاضر و ناظر کی نفی مراد لے
کر صرف دیوبندی ہی کافر ہیں یا ان کے ساتھ مولوی عبد السمیع صاحب بریلوی بھی شریک ہیں۔

نوٹ:- انوار ساطعہ کے آخر میں کم و بیش چوبیس علماء کی تصدیقات اور تقریظات موجود
ہیں جنھوں نے اس کتاب کو صحیح کہا ہے۔ وہ اسی کتاب میں آپ نے یہ پڑھ لیا کہ حرف یا سے حاضر
ناظر سمجھنا شرک ہے اور کفر کا عقیدہ ہے اور اس سے حاضر و ناظر کا معنی لینا غلط ہے۔ مولوی عبد السمیع
صاحب لکھتے ہیں کہ اسی طرح کہو کہ تم مشتاق و شوقین رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب

بطور خطاب حاضر کئے ہیں اس لئے نہیں کہ چونکہ حضور آپ کا دل میں بندھ ہوا ہے تصور اشتیاقی یہ خطاب حاضر بباعث حضوری لذہن کے کرتے ہیں (ملتقط انوار ساطعہ صفحہ ۲۲۳)

اور حضرات سلف صالحین کے متعدد عبارات میں جو خطابات ہوتے ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں چنانچہ انوار ساطعہ میں اس کی متعدد مثالیں دی ہیں۔ دیکھئے انوار ساطعہ صفحہ ۲۲۳ وغیرہ) ع

دل گیا تھا یاں ہی وہ انجمن آرا ہے ۔۔۔ قالب گور میں بے جان تماشہ ہے

فریق مخالف کی نویں دلیل اور اس کا ابطال

فریق مخالف ایک حدیث سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب اور ہر وقت حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا کرتا ہے۔ حدیث مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰ اور مستدرک جلد ۴ صفحہ ۴۴۵ وغیرہ میں حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ زوی لی الارض حتی ۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی یہاں تک کہ میں نے

رأیت مشارقہا ومغاربہا ۔۔۔ اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا (الحدیث)

جواب: اس حدیث میں نقل اور روایت کے الفاظ موجود ہیں جو دونوں ماضی کے صیغے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ معراج کی رات یا کسی اور وقت اللہ تعالیٰ نے زمین کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سمیٹ دیا اور آپ نے اس کے مشارق اور مغارب دیکھ لئے۔ اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت زمین پر ہر چیز کو دیکھتے رہتے تھے یا اب بھی دیکھتے ہیں علاوہ ازیں طی الارض تو یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر رہتی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو دیکھتے ہیں اور آپ دور ہی سے حاضر اور موجود ہوتے ہیں مگر اس حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے زمین سمیٹ دی گئی یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی جگہ پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین کے اطراف کو سکیڑ کر آپ کے سامنے پیش کیا تھا جیسا کہ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ معراج کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیت المقدس

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جنت یا مکہ یا جنازہ [illegible] روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ کے
سامنے پیش کیا تھا اور جیسا کہ مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ [illegible] میں
کہ نجاشی کا جنازہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا اور آپ نے سب کی موجودگی میں جنازہ پڑھایا [illegible] اور ہم آپ کے پیچھے [illegible]
سے [illegible] ہوگا کہ حضرات محدثین کرام کا جنازہ غائبانہ پڑھنے میں کچھ اختلاف ہے ایک گروہ قائل ہے اور
دوسرا منکر جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ [illegible] وہ [illegible] تعداد [illegible] ہیں اور [illegible] جنازہ کے ثبوت پر
وہ مذکورہ حدیث پیش کیا کرتے ہیں [illegible] حضرات محدثین کرام [illegible] جب [illegible]
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بقول [illegible] حاضر و ناظر تھے تو آپ [illegible] کا جنازہ [illegible] ہو کر
غائب تھا کیا حاضر و ناظر میں کوئی چیز غائب ہو سکتی ہے۔ حضرات محدثین کرام کے اس اختلاف سے
بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہ تھے [illegible] حدیث کو نفی یا اثبات [illegible]
جنازہ کی [illegible] پیش کرتے [illegible] کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے
زمین سمیٹ دی گئی [illegible] آپ نے [illegible] تفصیلاً [illegible] آپ [illegible] کے مجمع کو دیکھے
ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ [illegible] اعضاء [illegible] ایک ایک بات کو
بھی دیکھا کرتے ہیں [illegible] پہاڑ [illegible] درخت کی ایک ایک
ٹہنی اور ٹہنی کے ایک ایک پتے کو بھی دیکھا کرتے ہیں [illegible] ایک ایک [illegible]
کو دیکھا اور ایک سمت [illegible] آپ نے آسمان کے تارے کبھی نہیں دیکھے اگر دیکھے
ہیں تو کیا تفصیلاً دیکھے ہوئے [illegible] تعداد [illegible] اور [illegible] کیفیت جانتے ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی
[illegible] عبارت [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مجلس میلاد میں حاضر ہو
پر استدلال کیا گیا ہے، خود شرح [illegible] میں لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح طور پر ثابت ہو جائے
کہ بعض [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس وقت جتنے [illegible] زمین پر موجود
تھے دکھا دیے گئے [illegible] آپ نے ہر ایک کو [illegible] تو چاہیے کہ ان لوگوں کو صحابی [illegible] آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی میں [illegible] صحابی کہا جائے، اگرچہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو خود دیکھا ہو اور آپ سے ملاقات بھی نہ ہوئی ہو مگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تو روایت (ضعیف) ہوئی ہوگی۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر آپ اسوقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو حافظ الحدیث کو اتنی لمبی کے الفاظ استعمال کرنے کی کیا مصیبت پڑی ہے؟ نیز جب آپ کی زندگی میں ہی ایمان قبول کرنے سے صحابی مشہور ہے۔ اگرچہ وہ طرفہ روایتہ نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے تو روایت ہوئی تھی، پھر نہ معلوم حافظ الحدیث کو ان کے صحابی ہونے میں کیا تردد ہے؟ اس عبارت کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر جاننے والے خود صحابی بننے کا دعویٰ کرتے ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) لیکن قارئین کرام خوب جانتے ہیں کہ فریق مخالف کفر و شرک بدعت و جہالت کو دنیا میں زندہ کرتے ہے اور حقیقی حضرات صحابہ کرامؓ کی شان یہ تھی کہ

نئے علم و فن ان سے ہم نے سنے — کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا اسی نے — کمانیں سنبھالیں یہ دیوں سے

جہالت کا رشتہ ہر اک دل سے توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

مولانا حالی

فریق مخالف کی دسویں دلیل اور اس کا رد

مفتی احمد یار خان صاحب نے ایک حدیث کے پیش نظر مرقاۃ وغیرہ میں حضرت صوفیائے کرام کی ایک اصطلاح کو نقل کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ۔ اور حدیث قدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ایک حدیث روایت کی رو سے وہ سالک لدی الحکم ہے اسی حالت کی حکایت ہے۔ اس عبارت میں صفحہ قرب نوافل میں جب بندہ اللہ ہو جاتا ہے تو خدا کی قدرت دیکھو سنتا اور جھوٹا اور بڑا ہوتا ہے یعنی ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھتا ہے ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو پکڑ سکتا ہے یہ حاضر و ناظر کے معنی ہیں اور جب مقبول الشان بندے اللہ ہو کر اس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں تو سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو بدرجہ اولیٰ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہوئے۔ (ملخصاً جاء الحق ص ۱۲۹)

الجواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نصاریٰ کو چونکہ کافر فرمایا ہے اور پھر ان کا عقیدہ حلول بتلایا ہے کیونکہ انہوں نے یہی کہا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا تعالیٰ کے مظہر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ ان میں حلول کر گئے ہیں۔ ان میں اور اللہ تعالیٰ میں کامل اتحاد ہو گیا ہے۔ بقول شخصے

تاکسے نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ارشاد ہوتا ہے کہ:

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم (پ ۶ مائدہ ع ۳)

تحقیق وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تو مسیح ابن مریم میں حلول کر گیا ہے۔

اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میری تعریف میں غلو اور ذکر میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا ہے میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں سو تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰)۔

علامہ سید شریف علی بن محمد الجرجانی الحنفی (المتوفی ۸۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ کفریہ عقیدوں میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ:

حلولہ فی بعض اشخاص الناس — اللہ تعالیٰ کے بعض لوگوں میں حلول کر جانے کا ہے۔

(شرح مواقف ص ۷۱۴ طبع نولکشور)

اور یہی عقیدہ ان امامیہ اور حنبلیوں کا ہے جنہوں نے سلف صالحین کی اتباع کرتے ہوئے تعالیٰ اللہ مخلوق کو مظہر کر دیا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور عیسائیوں کو بھی چند قدم پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ وا اسفا۔

حدیث کنت سمعہ الذی یسمع بہ کا مطلب حضرات محدثین نے جو بیان کیا ہے اسے دیکھئے حضرت امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات ص ۳۴۹ میں اور حافظ ابن حجر فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۹۰ میں اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی پارہ تبارک سورۃ مزمل ص ۱۶۲ میں (واللفظ لہ) لکھتے ہیں کہ جب بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء کا حق تعالیٰ خود حافظ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں آنکھ کان سب کے سب خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو جاتے ہیں اس کی مرضی کے خلاف کچھ دیکھتے نہ سنتے ہوتے اور نہ پکڑتے (یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بندے کے کان خدا کے کان اور اس کی آنکھیں خدا کی

"دیکھیں اور یہ مکاشفہ کے متعلق بیان کرتے ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ" سو یہ مرتبہ نفل عبادت کی کثرت سے ہوتا ہے اس لیے صوفیائے کرام نے قرب نوافل کہا اور مقرب اور نائب کہا جاتا ہے یہ اس حدیث قدسی کا مضمون۔ پس جو حضرات اہل دین نے بیان کیا ہے تو اس سے غیر اللہ کے لیے علم غیب کا مسئلہ ثابت ہو جائے اور حاضر و ناظر اور مختار کل وغیرہ کا جس طرح کہ فریق مخالف نے روایت بیان کر کے اس کا ثبوت دیا ہے۔ معلوم نہیں فریق موافق کے نفی اس حدیث سے کیا معنی کریں گے۔

ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامۃ یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی (الحدیث)
(مسلم ج ۲ ص ۳۱۸ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۳۴)

تحقیق سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے اے انسان میں بیمار ہو گیا تھا تو نے میری تیمارداری نہ کی۔

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نیک بندہ کی بیماری کو اپنی طرف منسوب کیا ہے تو یہ معنی اس بندے سے ہوا جو کہ اللہ تعالیٰ سے ہو۔ اس کا یہ معنی تو ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ بیمار ہو جاتا ہے اور بھوکا اور پیاسا ہو جاتا ہے چنانچہ اسی حدیث میں بھوک اور پیاس کی بھی تصریح موجود ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ مگر کیا کیا جائے فریق مخالف ان معانی میں بجائے حضرات سلف صالحین کی تحقیق کے بے نفس اور خود کی پیروی کرتا ہے۔

گو تقریر خود ہے روشن ہے ظاہر
مگر ان کی انکار ہے جیسے کی بیماری

فریق مخالف کی گیارھویں دلیل اور اس کی اہمیت

فریق مخالف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر بلال کی حدیث سے قیاس کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبح کے وقت ایک مرتبہ حضرت بلال سے پوچھا کہ تم نے اسلام میں کونسا مقبول عمل کیا ہے؟ کیونکہ آج رات میں نے جنت میں تمہارے جوتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی ہے۔ حضرت بلال نے عرض کیا کہ جب بھی وضو کرتا ہوں تو نماز پڑھ لیتا ہوں۔ اس حدیث سے فریق مخالف نے

یقیناً یہ کہنا ہے کہ حضرت بلال جب بارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں حاضر ہو سکتے ہیں
تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہر وقت حاضر و ناظر نہیں ہو سکتے!

الجواب — ہم اس بحث میں تو نہیں پڑنا چاہتے کہ یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے یا کسی اور دن کا؟ جیسا کہ بعض کا ہے یا خواب کا جیسا کہ امام ترمذی لکھتے ہیں رأیت فی المنام کأنی دخلت الجنة ھکذا روی فی بعض الحدیث یعنی یہ خواب کا واقعہ ہے۔ اگر معراج کی رات کا ہے تو اس کا نتیجہ فریق مخالف کے لیے کیا ہے کہ حضرت بلال کو بھی آپ جیسی معراج نصیب ہوئی تھی؟ اس بحث سے قطع نظر کرکے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کا یہ معنی بھی تو ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال جنت میں نہ گئے ہوں بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کے جوتوں کی آواز اپنے سامنے جنت میں سنی ہو؟ رہی یہ بات کہ جب حضرت بلال زمین پر موجود تھے اور آپ جنت میں تھے تو آپ نے یہ آواز کیسے سنی؟ تو یہ کوئی تعجب نہیں کیونکہ اس کی یہ نظیر صحیح مسلم [illegible] میں موجود ہے کہ ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرام نے ایک دھماکہ کی آواز سنی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے اوپر سے پتھر نیچے کی طرف پھینکا گیا تھا جو ستر سال کے بعد وہ پتھر نیچے تک پہنچا ہے یہ آواز اسی کی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے کہ حضرات صحابہ کرام دنیا میں زمین پر موجود تھے لیکن انہوں نے جہنم کے پتھر کی آواز سن لی اسی طرح اگر حضرت بلال اپنی جگہ اور مقام پر رہے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے جنت میں حضرت بلال کے جوتوں کی مثالی آواز سنی ہو تو اس میں کیا تعجب ہے؟ اور اگر ہم اس کو بھی تسلیم کر لیں کہ واقعی حضرت بلال جنت میں تشریف لے گئے تو فریق مخالف سے ہمارا یہ سوال ہے کہ کیا حضرت بلال بطور کرامت ایک دفعہ جنت میں تشریف لے گئے تھے یا ہر وقت جنت میں رہا کرتے تھے؟ اور کیا جب حضرت بلال جنت میں حاضر اور موجود تھے تو اس وقت دنیا کے ہر ہر کونہ اور گوشہ میں اور آسمانوں اور زمینوں میں اور العیاذ باللہ تعالیٰ ہر جگہ بھی موجود تھے؟ ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی جگہ کسی بزرگ کے بطور کرامت کے [illegible] پہنچ جانے سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ وہ پہنچ سکتے ہوں یا پہنچ سکتے ہوں؟ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی آدمی فریق مخالف کے کسی مولوی صاحب کو یہ کہے کہ آپ بعض چیزیں کھا سکتے ہیں یا پی سکتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ہر چیز خواہ حلال ہو یا حرام کھا پی سکتے

آپ حسنِ طلب جناب [illegible] کی و بہ مام حیرت آجاتی ہیں۔ قارئین کرام! آپ فریق مخالف کی منطق دیکھیے کہ کیا گل کھلاتی ہے یقین یا بعید ہے کہ فریق مخالف یہ کہہ دے کہ ؎

یہ سب سنتے کر دوں لگا یہ عاشق ۔۔۔ نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں!

فریقِ مخالف کی بارھویں دلیل اور اس کا جواب

فریق مخالف کہا کرتا ہے کہ ایک حدیث اس مضمون کی آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فرشتہ قیامت تک میری قبر پر کھڑا رہے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے کان دیئے ہیں جو آدمی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ سن لیتا ہے اور مجھے پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث آئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ لڑتی ہے تو جنت میں حور اس کی آنکھ [illegible] کرتی ہے اور اس کو ملامت کرتی ہے کہ اپنے خاوند کو تکلیف نہ دے تیرا تو تھوڑے ہی دنوں کا مہمان ہے اصل میں تو وہ میرا خاوند ہے۔

فریق مخالف کے الفاظ میں ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ فرشتے اور حوریں کون ہیں؟ یہ حضور علیہ السلام کے ادنیٰ غلاموں میں سے ہیں۔ یہ تمام خدا داد قوتوں سے سن لیں تو یہ شرک نہ ہو (اور اگر) یہ عقیدہ ہو کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس خود خدا کے ہمارے درود و سلام سن لیتے ہیں تو یہ کیسے شرک ہو سکتا ہے۔

له حضرت ابو الدرداءؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے بغیر [illegible] مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے (جلاء الافہام ص ۹۲) [illegible] سے بھی مستقل باطل ہے۔ اور اس [illegible] کا الفاظ [illegible] ہی صحیح ہے۔ اصل روایت جس [illegible] کے مغالطے مروی ہے [illegible] عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ [illegible] اور [illegible] کی صحیح روایتیں بھی [illegible] کی تائید کرتی ہیں اور [illegible] فرشتوں کی وساطت سے ہوتا ہے جیسا کہ دوسری صحیح اور صریح روایات میں آتا ہے۔ [illegible] اسی روایت [illegible] فرشتوں [illegible] کا ذکر ہے [illegible] مشہور [illegible] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درود پہنچاتے [illegible] آپ کی قبر مبارک کے قریب

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے)

جواب۔ قارئین کرام! آپ نے فریق مخالف کے حیلہ کا زعم تو ملاحظہ کر ہی لیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ فرشتے مجھے درود و سلام پہنچاتے ہیں اور یہ نفس کے غلام اس پر قیاس کرتے ہیں کہ فرشتوں کے بغیر آپ خود بھی نہیں سنتے ہیں۔ تب حدیث اول کی سند تو دیکھئے روات کا حال سنئے۔ پہلی حدیث کا راوی اسمٰعیل بن ابراہیم ابو یحییٰ تیمی ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ وہ بہت ہی ضعیف تھا۔ ابن معین کہتے تھے کہ وہ ضعیف ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ مشہور محدثین اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۹۹) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تمام محدثین اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ جن میں خصوصیت سے امام بخاری، امام ترمذی، امام مسلم، امام نسائی، امام ابو زرعہ، امام ابن معین، امام دارقطنی، امام ابو احمد حاکم اور امام ابن حبان قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب ج ۱ ص ۲۸۰) پہلی حدیث کا دوسرا راوی نعیم بن ضمضم ہے۔ علامہ ذہبی میزان ج ۳ ص ۲۴۷ میں لکھتے ہیں بعض محدثین نے ان کی بھی تضعیف کی ہے (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۲) پہلی حدیث کا تیسرا راوی ابن حمیری ہے جو نامعلوم الحال، علامہ ذہبی میزان ج ۳ ص ۸۶ میں لکھتے ہیں کہ یہ مجہول ہے اور امام بخاری فرماتے ہیں لا یتابع علی حدیثہ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۲) کہ یہ اپنی روایت میں اکیلا ہے۔ اس کا کوئی متابع نہیں پایا جاتا۔ قارئین کرام نے پہلی حدیث کے روات کا حال حضرات محدثین کرام سے سن لیا۔ اب آئیے دوسری حدیث کے روات اور رجال کا حشر بھی حضرات محدثین کرام سے سن لیجئے۔ دوسری حدیث ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے۔ جس کا پہلا راوی احمد بن عبد الوہاب بن نجدۃ ہے [illegible]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ درود شریف پڑھتے ہو تو آپ [illegible] بلا واسطہ سنتے ہیں اور بعد مرتبہ آپ تک پہنچائے جاتے ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں، مگر [illegible] شدہ سوم [illegible] بلا واسطہ سنتے [illegible] ہیں اور دیگر [illegible] کہ جن کی حضرت عزت ایشاں [illegible] تسبیح [illegible] و سلام [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] امت [illegible] احادیث [illegible] منقول [illegible] حاشیہ [illegible] مولوی احمد رضا خان صاحب [illegible] صاحب [illegible] سے استدلال کرتے ہیں [illegible] شیخ صاحب [illegible] کی جا چکی ہے [illegible] حضرت شیخ صاحب [illegible] است [illegible]

[illegible]

ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ وہ مجہول ہے۔ امام [illegible] کہتے ہیں کہ وہ معروف الحدیث نہ تھا۔ امام دار قطنیؒ اسکو متروک الحدیث کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ اسکو صاحب عجائب کہتے تھے (میزان ج ۲ صفحہ ۱۹۰) امام ابو داؤدؒ کہتے تھے کہ وہ جعلی اور من گھڑت حدیثیں بنایا کرتا تھا۔ امام بیہقیؒ اور امام عقیلیؒ کہتے تھے کہ وہ متروک ہے۔ امام صالح بن محمدؒ کہتے ہیں اسکی اکثر حدیثیں محض جھوٹی ہیں۔ امام ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ اس سے استدلال درست نہیں۔ امام حاکمؒ اور ابو نعیمؒ کہتے تھے کہ یہ جعلی روایات بیان کرتا تھا (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۰۰ و تہذیب التہذیب ج ۹ صفحہ ۲۲۳) اس حدیث کا دوسرا راوی اسمٰعیل بن عیاش ہے۔ امام مسلمؒ شرح مسلم [illegible] اور امام ترمذیؒ ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۲ میں لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل کی کوئی حدیث لکھنے کے قابل نہیں۔ معروف و مشہور راوی سے ہو یا مجہول سے۔

فریق مخالف خطیب قسطلانی کی کتاب مواہب لدنیہ اور زرقانی ج ۷ صفحہ ۲۰۴ وغیرہ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کیا کرتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے کر دیا ہے پس میں دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے سب کو اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنے ہتھیلی کو۔

جواب یہ روایت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی [illegible] میں ہے لیکن [illegible] کی کتاب میں اس کا الفاظ [illegible] حضرت عبد اللہ بن عمرؓ [illegible] لیکن اسکی سند میں سعید بن سنان الرہاوی ہے جو ضعیف ہے (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷) [illegible] روایت ضعیف ہے چنانچہ مشہور حنفی محدث حافظ [illegible] کنز العمال ج ۶ ص ۹ میں لکھتے ہیں [illegible] ضعیف ہے اس کی سند کمزور اور ضعیف ہے۔ خان صاحب ایک مقام پر کیا خوب لکھتے ہیں۔ حدیث ماننے (حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نسبت کرنے کیلئے ثبوت چاہیے بے ثبوت نسبت جائز نہیں [illegible] (احکام شریعت حصہ سوم صفحہ ۹) مفتی احمد یار خان صاحب نے جاء الحق صفحہ ۱۴۳ اور انیس [illegible] صفحہ ۲۲۲ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوموار اور جمعہ کے دن میری وفات کے بعد بھی تم درود شریف مجھ پر پڑھ کر پیش کیا کرو۔

قال اسمع صوتکم بلا واسطة اجمالی تفصیلا — میں تمہاری طرف سے درود و سلام بلا واسطہ سنتا ہوں۔

تو یہ بالکل بے سند اور بے اصل ہے۔ ایسی بے سروپا روایتوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ مفتی صاحب کو اس روایت کی سند اور پھر روات کی توثیق اور سند کا اتصال ثابت کرنا ہوگا اور ان سے یہ تا قیامت نہیں ہو سکے گا شمع ذرانی کر دیکھیں۔ (دیدہ باید)۔

اسی طرح مفتی صاحب نے دلائل الخیرات شریف کی جو روایت پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

اسمع صلوٰۃ اهل محبتی واعرفهم — میں محبت والوں کا درود خود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا

وتعرض علیّ صلوٰۃ غیرهم عرضا — ہوں اور غیر محبین کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

تو یہ بھی بے سند اور بے حقیقت روایت ہے اور جعلی اور من گھڑت روایات سے اہل بدعت کی تسکین تو ہو سکتی ہے مگر اہل سنت والجماعت حدیث کی توثیق اور اتصال سند کے بغیر کوئی روایت سننے کے ہرگز تیار نہیں ہیں اس بات کو مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ بگوش ہوش سن لیں۔

پر فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں — جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

قارئین کرام! آپ ان حدیثوں کا حال حضرات محدثین کرام سے سن چکے ہیں جن پر فریق مخالف قیاس کرتا اور فخر کرتا ہے اور صحیح احادیث کا مقابلہ کرتے ہوئے کفر اور شرک کی تعمیر استوار کرنا چاہتا ہے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ہمیں بھی اس طرح حقیقت کو بے نقاب کرنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے — نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

فریق مخالف کی تیرھویں دلیل اور اس کی مدافعت

فریق مخالف حضرت بزرگان دین اور حضرات صوفیائے کرام کی بعض نقل اور غلبۂ شوق کی حالت کی گول موقع عبارتیں بھی پیش کرتے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح اور سب دلی کے لئے حاضر و ناظر ہیں۔ مذکورہ تحقیق تحریر ہے فلاں بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک صاحب ایک وقت میں کئی ایک مقامات پر رونق افروز ہو گئے
اس طرح لطافت اور مثال کے جیسے بھی شخصیات اور تمثیل پیش کرتے ہوا ہے: ان سادہ لوح مسلمانوں کو بدعت و شرک
کے دام تزویر میں لیا جاتا ہے۔

جواب: قارئین کرام ہم پہلے تفصیل و صراحت کے ساتھ یہ بات عرض کر دی ہے کہ عقیدہ
کے اثبات کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہوتی ہے یہاں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر واحد
کو بھی قرآن کریم کے مقابلہ پیش کرنا روا نہیں۔ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک جس مرزہ باتی ہے پھر
نامعلوم حضرات صوفیائے کرام کی بے سند اور بے ثبوت کیا اور لوگوں کی باتوں سے قرآن کریم اور متواتر
احادیث کا مقابلہ کرنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے وہی کیا جائیگا کہ ان بزرگوں کی عبارات میں اگر مناسب
تاویل کی گنجائش ہوتی تو تاویل کر دی جائیگی ورنہ ملا علی قاری کی مصطلحات میں وہ

شمار رہینت وہ بہ مرگی ہیں

پیش کیا جائیگا۔ اسی طرح آپ کو رازی احمد رضا خان صاحب کے بیٹے مصنف ... وہ فرماتے
میں مولویوں کے ذہن ... ... شرح مسلم ... بخاری
شریف جلد ... کی ایک حدیث نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا
اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ حدیث صحیح بخاری ... پھر آگے لکھتے ہیں ... یہاں ... بہت
... جھوٹ پرست ... صوفی باد بدعت کی حدیث ... مقابل ... ضعیف
... پیش کرتے ہیں ... تحقیق نہیں ... ان کے
... ضعیف ... پھر کہاں ...
... ... کے پاس ہے۔
... ... بھی ...
اپنے ... احکام شریعت ... ...

ہماری طرف سے جو جناب خاتم النبیین اور ان کی امت کو مراتب ملے ہیں [illegible] کمالی سے جہاں
نصوص قطعیہ احادیث صحیحہ وغیرہ اور محکمات کے متعلق ہیں تحریف اور [illegible] اور تصحیف حدیثیں اور
بعض بے جگہ بیانی مختلف دلائل محض عبارت پیش کیا کرتے ہیں اور دلیل محکم کو چھوڑ دیتے ہیں [illegible] سے
دین کی عمارت میں داخل ہو کر ہیں باطل عقیدہ اور بدعت کے جواز اور حق ہونے اور الزام دینے کے لئے
بے جا کوشش کیا کرتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ عبارت بھی تکرار بندی کرنے کافی ہے۔

کفی بسیف نجوم علیک حیث شاہ

جواز اوسے جو سر پر بیٹھ کر بولے

فریق مخالف کی چودھویں دلیل اور اس کی تردید

فریق مخالف کے بعض علماء ناواقف اور عقل کے کورے مولوی یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اگر ہم [illegible] ٹیلیفون ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ دور دراز ملکوں کی خبریں [illegible] ایسے سن سکتے ہیں تو جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی طرف سے درود وسلام وغیرہ کو براہ راست کیوں نہیں سن سکتے؟

جواب: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ [illegible] کا کام ہے جب جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے [illegible] فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجھ پر درود وسلام پہنچاتے ہیں تو ہمارا یہی ایمان ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں ریڈیو کی آواز بھی بجلی اور [illegible] پر موقوف ہے تو جس طرح بغیر بجلی اور مشینری کے ریڈیو کی آواز کسی ملک میں نہیں جا سکتی اسی طرح آپ سمجھ لیں کہ بغیر فرشتوں کے توسط [illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی طرف سے درود وسلام نہیں سنتے گویا فرشتوں نے وہی کام دیا جو ریڈیو کے لئے بجلی اور مشینری سے [illegible] فرمایئے کہ ریڈیو کی مثال ہماری ہے یا فریق مخالف کی [illegible]

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

فریق مخالف کی پندرھویں دلیل اور اس کا ازالہ

مفتی احمد یار خان صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں (۱) مقدمہ قصیدۃ النعمان مصنفہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے

وَاِذَا سَمِعْتُ فَعَنْکَ قَوْلًا طَیِّبًا — وَاِذَا نَظَرْتُ فَمَا اَرٰی اِلَّاکَ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب میں کوئی بات سنتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ ہی کی طرف سے ایک بات سنائی دیتی ہے اور جب میں دیکھتا ہوں یا رسول تو آپ سوا مجھے کوئی بھی نظر نہیں آتا۔

اے حنفی بننے کا دعویٰ کرنے والو دیکھو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان اور عقیدہ اب فرمائیے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مشرک کہو گے (۱) جاء الحق ص ۱۴۲ (۲) مقیاس حنفیت ص ۲۹۹۔

الجواب: حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی شخصیت کوئی ایسی گمنام شخصیت نہیں ہے کہ ان کی طرف ہر الا بلا بات نسبت کر دی جائے۔ اور وہ معتبر ہو جائے۔ انکی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ اور ایک ایک لفظ کتب حدیث میں مشہور ہے۔ یہ قصیدۃ النعمان بالکل جعلی اور من گھڑت ہے حضرت ابوحنیفہ کی ہرگز ہرگز تصنیف نہیں ہے اگرچہ انکی متعدد کتابیں ہیں۔ مگر قصیدۃ النعمان ان میں ہرگز ہرگز نہیں ان کا ثبوت معتبر اور قطعی ہے وہ ایسی کہ قابل اعتماد تلامذہ کے ذریعے سے امت تک پہنچا ہے مستند دلیل صاحب الف الف تحریر تک پہنچا ہے جعلی اور بے اصل قصیدہ سے حضرت امام صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے والو ذرا کچھ تو خدا خوفی کا ثبوت دیتے ہوئے شرم کرو۔ آخر یہ بدعتی ملاں مر جائے پھر بتاؤ تو ذرا اس حضور کا دیکھنا سننا کیونکر صحیح ہے؟ کیا معلوم شاعر نے کس کو خطاب کیا ہے اور پھر کیا معلوم کہ اس سے حقیقۃً دیکھنا مراد ہے یا تصور کے طور پر۔ دلیل نزاع سے خارج ہے۔

مسلم حضرت الحاج ... جو حضرات محترمہ علماء بریلی باب تاریخ کی کم از کم دو شہادتیں ایسی پیش کرو جس میں یہ کہا اور لکھا ہو کہ یہ قصیدہ حضرت امام صاحب نے تصنیف فرمایا ہے محض زبانی سے

والوں کے ... کا ہرگز ثبوت نہیں تھی ۔ جواب مقدمے سے یہ مضمون ذہن نشین ہو سکے گا
نظری نبوتی ہے ثبوت دیں وجود ... کہ ... تصور ... سمجھانے کے

فریق مخالف کی سولھویں دلیل اور اس کا دفعیہ

... حاضر و ناظر کا اثبات اکابر علمائے دیوبند سے
... صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ ... حاضر و ناظر کا اثبات اکابر علماء دیوبند سے بھی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور ان کی عبارات سے یہ مسئلہ کشید کیا ہے کہ ان کی عبارتوں سے بھی مسئلہ حاضر و ناظر کا مسئلہ ثابت ہے مگر ایک معمولی سمجھ کا آدمی ... سمجھ سکتا ہے کہ ان کی عبارتوں سے یہ مسئلہ ثابت کرنا خالص سینہ زوری ... کی بدترین مثال ہے جبکہ ان کی عبارتوں میں صراحت اور وضاحت سے اس مسئلہ کی تردید کی گئی ہے چونکہ ان حضرات کی عبارات بالکل صاف ہیں ان سے اس مسئلہ کا ثابت ہونا ... ہو سکتا ہے ان کے جواب کی اصلا ضرورت نہیں ہے ... الحاج ... حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند (المتوفی ۱۲۹۷ھ) اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) کی عبارتوں سے ممکن ہے کہ ... کم فہم کو شبہ ہو سکے اس لئے ... ان کو نقل کر کے ان کا جواب ... مولوی محمد عمر صاحب اور ... صاحب لکھتے ہیں۔ واللفظ

پہلی دلیل حاضر و ناظر کا ثبوت تحذیر الناس سے — مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں کہ النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم کو بعد لحاظ ... کے دیکھئے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امتی کے ساتھ وہ قرب ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ وہ قرب نہیں ہے کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے ... ۲۹۸ ... مقیاس حنفیت ص ۲۹۸ ... اور اس سے بڑھ کر یہ الجواب : حضرت مولانا محمد قاسم ... تحذیر الناس میں ... ناظر کا قرب ... ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ ... روحانیت ... کی ایک عبارت ... کرتے ہیں ... ملاحظہ فرمائیں حضرت ... التحقیق انصاف میں ... کے ...

مولانا نانوتوی حکیم عبد الصمد صاحب کے نام خط میں یاد رکھو فرماتے ہیں:-

مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اللہ عز وجل آگاہ رہتے ہیں۔ یہ خدا کی ہی شان ہے گاہ و بیگاہ بطور خرق عادت بعض اکابر سے ایسے معاملات ظہور ہوتے ہیں۔ جو طلب کو یہ دعوٰی کا ہے تصور میں صورت کا خیال امر فضول ہے جیسے کسی کے تذکرہ کے وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ ہے۔ اگر تصور کرو تو یہ سمجھو کہ اپنی جگہ ہے شیخ تو اپنے وطن میں اور ہم اس کے ساتھ تو یہ خیال رہے کہ ادھر سے کچھ فیض آتا ہے۔ الحمد اور بسم اللہ کو پڑھتے رہنا موقوف رکھو اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بہت مستحب ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ سمجھنا چاہیے ورنہ اسلام کہاں ہوگا کفر ہوگا۔ بلکہ یوں سمجھے یہ پیغام فرشتے پہنچاتے ہیں والسلام (ملتقطاً فیوض قاسمیہ ص۲۲)

حضرت مولانا نانوتوی کی تحریر متعلق عبارتوں سے مسئلہ حاضر و ناظر کشید کرنے والوں کو ذرا ہوش میں آ کر یہ عبارت بار بار بالالتزام پڑھنی چاہیے۔ طبیعت صاف ہو جائے گی انشاء اللہ العزیز۔

مولوی محمد عمر صاحب مخالفین کی کتابوں سے حاضر و ناظر ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فتاوٰی رشیدیہ ج ۳ "پس حضور علیہ السلام کو مجلس مولود میں حاضر و ناظر جاننا بھی بے ثبوت ہے اور اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں" (مقیاس حنفیت ص۳۲۵)۔

الجواب:- اس عبارت میں "ورنہ شرک ہے" کے الفاظ حذف کر کے اس سے مسئلہ حاضر و ناظر کشید کرنا مولوی محمد عمر صاحب ہی کا کام ہوگا۔ یہ تحریر مجلس مولود میں باعلام اللہ جاننے کے شرک نہ ہونے سے ہے اور کیونکہ لازم ہے کہ آپ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھنا شرک نہ ہوگا، ایسے ہی مسئلہ علم غیب خود حضرت مولانا گنگوہی نے ارشاد سے واضح کر دیئے ہیں۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک صریح ہی ہوگا۔ معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسدہ سے نجات دیوے۔ آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہے اور جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے۔ البتہ اگر

اس کا مر تو درود شریف کے ضمن میں کہے تو یہ تشبیہ درست ہے کہ جو مگر درود شریف آپ تو پیش کر کے بہت
عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ فلاں درود پڑھنے والا مومن کا آپ تک
میں عرض کرتے ہیں (فتاوی رشیدیہ ص) حضرت مولانا گنگوہی کی ... تو عقیدت کے جب
بھی اگر مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ کی طبیعت میں خلجان باقی ہے تو پہلے آپ کو اپنی طبیعت خاصیہ کا
علاج کر لینا چاہیے پھر دوسروں پر اعتراض کی جرأت کرنی چاہیے

شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر غم دل کا ذکر
خود گِلِ تیر ہے عادت گر میری تصویر کا

مفتی احمد یار خاں صاحب کا اپنا عقیدہ خود سنو، گنگوہی کی اس عبارت سے کہ عقیدہ تقلین
و مذکور است شیخ مقید بیاب مکان نیست بلکہ مرید باشد قریب یا بعید اگر چہ از شیخ دور است
با وقت نیست او را روحانیت شیخ او دال مطلب حاضر او روحانی حالات مسعود با شد الخ شیخ بآواز
الفہم اللہ رخ و رسد گر روابط تمام شرط است الح ... ص ۱۲۳ انکو حاضر و ناظر استدلال کتا
صاحب کا انتہائی کمال ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی اصطلاحات کو کچھ نہیں سمجھتے مفتی صاحب جو
عبارت لکھے ہیں وہ یہ ہے کہ شیخ ... سمجھ کے اگر چہ شیخ دور است شیخ ... روحانیت شیخ ... ہے
نزدیک ... کا صرف ہی کیا نتیجہ ہے۔ اگر ... بالکل ... معنی ...
سمجھے تو قوم کا بیڑا غرق ہو جائے گا۔

ایں چنیں ... دولت ملک ... ویران کنند

فریق مخالف کی سترھویں دلیل اور اس کا دفاع

بیسواں فریق مخالف کا معرکۃ الآراء ہے جس کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی، مولوی حشمت
علی خاں صاحب، مفتی احمد یار خاں صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب نے مختلف تعبیرات سے بدرنگ
بدرنگ دیکھایا ہے جیسا کہ صورت اور شکل میں پیش کر کے عامۃ المسلمین کے ایمانی جذبات کو
مشتعل کر کے حضرات اکابر دیوبند کو ... کی سعی کی ہے دیکھئے حسام الحرمین ص ۱۲۳ مقیاس حنفیت

اور جاء الحق صفحہ ۱۴۲ وغیرہ اس اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک شیطان و ملک الموت
تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں [illegible] کے نزدیک
شیطان اور ملک الموت کا علم حضور سے زیادہ ہے [illegible] نعوذ باللہ تعالیٰ ملاحظہ ہو براہین قاطعہ
مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب ملاحظہ جاء الحق [illegible] ملخصہ

الجواب: دجل اور فریب کی مثالیں تو دنیا میں بے شمار ہیں اور بدعتی کے نمونے
تو اس [illegible] میں [illegible] اور ہندوستان کے طریقے تو اس [illegible] میں ان [illegible] میں مگر جس
کتاب اور صفحہ میں مکر و فریب کے [illegible] مفتی صاحب نے یہ اعتراض کرتے وقت دیانت [illegible]
اس کو [illegible] بھی [illegible] موجود ہوگی [illegible] تحقیقات سے جو کوشش دیا ہے [illegible]
ابلیس بھی ان کے کان کترتے ہیں [illegible] اکبر مرحوم
خداوندی ہی تو ہے [illegible]

وہ [illegible] سے [illegible] روشن [illegible] سامنے نشان نہیں

آپ غور سے اس کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں اصل بات یہ ہے کہ اہل بدعت کے مشہور و مستند
عالم مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری نے [illegible] میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
حاضر و ناظر ہونے پر [illegible] دلیل [illegible] قیاس فاسد [illegible]
بھی ہے کہ جب ملک الموت اور شیطان ہر جگہ موجود ہے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں نہیں موجود
ہو سکتے [illegible] اور پھر لکھتے ہیں کہ اس
روایت سے معلوم ہوا کہ ملک الموت تو ایک فرشتہ مقرب ہے [illegible] شیطان ہر جگہ موجود ہے [illegible]
کے مسائل [illegible] لکھا ہے کہ شیطان ابن آدم کے ساتھ خون کی طرح رہتا ہے اور [illegible] کے ساتھ
رہتا ہے [illegible] کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو
اللہ نے بچایا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

[illegible] کما [illegible] یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی

[illegible] موت [illegible] دعوت [illegible]

[illegible]

اس کے بعد مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری [illegible] لکھتے ہیں کہ [illegible] فخر عالم

چاہئے جب شیطان [illegible] ملک الموت [illegible] موجود [illegible]

حضرت [illegible] رسول [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ثابت کرنے سے شرک [illegible]

معاذ اللہ [illegible] صاحب [illegible] تمام [illegible] مذہب [illegible]

ہونا رسول اللہ کا [illegible] دعوی ہے [illegible] ابلیس [illegible] سے بھی زیادہ [illegible]

پاک [illegible] حضرت [illegible] کھول کھول

[illegible] عبارت کو پڑھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے علم میں [illegible] حاضر و ناظر

کو شیطان لعین [illegible] حاضر ہونے پر [illegible] قیاس [illegible] بات [illegible] دیوبندی علماء نے

مولوی خلیل احمد صاحب [illegible] کہیں نے کہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

وسلم [illegible] حاضر [illegible]

ہیں [illegible] شیطان کے

ہر جگہ موجود ہونے پر [illegible] وسعت علمی [illegible] تسلیم کی [illegible]

قاطعہ کی عبارت [illegible] مولوی خلیل احمد صاحب [illegible] صاحب [illegible]

مولانا خلیل احمد صاحب [illegible] گمراہ کرتے [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] مولوی محمد منظور صاحب [illegible] مفتی

[illegible] صاحب [illegible] ثبوت

دیا ہے کہ جناب [illegible] حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے [illegible] حاضر و ناظر [illegible]

تو کوئی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے

زیادہ [illegible] مقامات میں ابلیس [illegible] حاضر و ناظر [illegible] وسعت علمی ثابت [illegible] ابلیس

شیطانی [illegible] تمام [illegible] سے بڑھ کر [illegible]

ہوگا؟ اگر یہ بھی عیب نہ گیا ہے تو ہیچ

کہ بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ باطل نے کس ڈھٹائی سے ابلیس لعین کی وسعتِ علمی کو (جو علیم اللہ) بیان کرنے والا مولوی عبدالسمیع صاحب بدعتی رامپوری صاحب انوار ساطعہ ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے انوار ساطعہ کے جواب میں جب براہین قاطعہ لکھی تو اس بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ تمام دنیا کو گمراہ کرنے والا صرف ابلیس لعین ہے یا اس کی ذریت اور چیلے چانٹے ہیں اور وہ خود دنیا پر تخت بچھا کر حکم کرتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۸) اور کیا ایک ہی دن اور رات میں انسان کو گمراہ کرنے پر مامور ہوتا ہے یا دن کا اور ہوتا ہے اور رات کا اور؟ اور اس سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے کہ کیا جان نکالنے والا صرف ایک ہی فرشتہ ہے یا حسب ارشاد خداوندی توفته رسلنا[۱] کئی فرشتے ہیں اور ملک الموت ان کے انچارج ہیں اور اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ کیا روئے زمین کے ہر حصہ پر ہر وقت سورج اور چاند موجود ہوتے ہیں؟ ایک جگہ سورج کا طلوع ہوتا ہے اور دوسری جگہ غروب،

[۱] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

فاما قبض الارواح فی ملک الموت فهو رئيس وتحته اتباع وخدم فاضيف التوفی فی هذه الآية الی الله تعالی بالاضافة الحقيقية وفی الآية الثانية الی ملک الموت لانه هو الرئيس فی هذا العمل والی سائر الملائکة لانهم الاتباع لملک الموت والله تعالی اعلم (تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۰۰ طبع مصر)

سو اللہ تعالیٰ نے ارواح کا قبض کرنا ملک الموت کے سپرد کیا ہے اور وہ رئیس ہیں اور ان کے اتباع اور خادم ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ اللہ یتوفی الانفس الآیۃ میں توفی اور روح قبض کرنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے کیونکہ حقیقتاً جان وہی قبض کرتا ہے اور دوسری آیت قل یتوفاکم ملک الموت میں قبض روح کی نسبت ملک الموت کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس کام میں وہ رئیس ہیں اور تیسری آیت توفته رسلنا الآیۃ میں سب فرشتوں کی طرف بھی نسبت کی گئی ہے کیونکہ وہ ملک الموت کے اتباع ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

ں مانع ہو رہے تھے وہ بھی رد کرتے ہوئے بغرض صحت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے اس باطل قیاس کو یوں رد کیا ہے کہ

حاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف نصوص صریحہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ بیان تو علم حضرت مولانا مرحوم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ مولوی عبدالسمیع صاحب علم نے شیطان اور ملک الموت کے ہر جگہ موجود ہونے پر علم خود چند حدیثیں بطور نص کے پیش کی ہیں جو مقامات نزدیک تسلیم یہ ہیں کہ ایسی ہی کوئی نص باب فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر بھی موجود ہے؟ اگر ہے تو بتائیے الّا فسلم اللہ۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ایسے قیاس فاسدہ سے ان نصوص قطعیہ کو کیوں رد کرتے ہو جن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی نفی ہے اور ان ہی نصوص صفت خداوندی کو آپ کے لئے تسلیم کرکے کیوں شرک کا ارتکاب کرتے ہو اور ان نصوص قطعیہ کو قیاس فاسدہ سے رد کر دینا کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ مختصر یہ کہ شیطان کی وسعت علمی فریق مخالف کے پیشوا مولوی عبدالسمیع صاحب نے تسلیم و پیش کی ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے تو صرف یہ بتایا ہے کہ اس فاسد اور باطل قیاس کو رد کیا ہے فریق مخالف کے مولوی صاحبان بے حیائی کا برقع اوڑھ کر انوار ساطعہ کے مؤلف اور شیطان کو چھوڑ کر بیچارے مولانا سہارنپوری مظلوم مرحوم پر الزام قائم کرتے ہیں اور اصل ملزم کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتے اگر وہ بھی ایسا ہوتا ورنہ ... ہوتا ہے گا

باش کہ تا فضیل قیامت زند ... اس تو ... ایں

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اکابر علماء دیوبند کی عبارات میں قطع و برید کرکے اور مکر و فریب کے جملہ اوزار استعمال کرکے جب علماء حرمین شریفین سے تکفیری فتوے حاصل کئے تو ہم انگریزی کی ظالم

حکومت مضبوط ہو لیکن جب علماء حرمین کو شبہ ہوا تو انھوں نے چند سوالات تحریر کر کے مولانا خلیل احمد صاحب کو بھیجے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا تم نے شیطان کے علم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ تسلیم کیا ہے؟ مولانا مرحوم نے دیگر سوالات کے جوابات کی طرح اس کا جواب بھی مفصل تحریر فرمایا ہے چنانچہ اس میں یہ بھی ہے کہ "اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے بہت سے علماء کر چکے ہیں۔ اور جو شخص ہمارے بیان کے خلاف ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ شاہنشاہ روز جزا سے خائف بن کر دلیل بیان کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے" (المہند علی المفند ص ۲۰-۲۲ مطبوعہ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء)۔

ان تصریحات کے باوجود بھی اگر کوئی ہٹ دھرم حضرات اکابرین علماء دیوبند پر الزام رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے نہیں شرماتا تو ہمارا اس میں کیا دخل ہے؟ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت مگر ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جس میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی سامنے آجائے گا اور حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ کون سچا اور کون جھوٹا تھا؟ اور کس کا ساتھ دینا مناسب اور کس کا نامناسب تھا۔ اور کون صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کا محب اور جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطیع تھا اور کون جھوٹی کھانے والا مجنوں تھا؟ ؎

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت — کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور

فریق مخالف کی اٹھارویں دلیل اور اس کا قلع قمع

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں:-

"انعام پ ۷ لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھہ۔ اور نہ چھوڑئیے آپ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو جو خاص اسی کی رضا کے لئے اپنے رب کی صبح شام عبادت کرتے ہیں۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کے نہ چھوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اب تم کہو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ نہیں ہیں تو ہمارا یہ کہنا ہم اپنے متعلق کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ ہم جب ہم مومن ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے نہ چھوڑنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ ہاں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں۔ ان کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایمان سے خالی ہیں۔ لہٰذا انکو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں۔ (ملخصاً مقیاس حنفیت ص ۲۹۳)

جواب: دین الٰہی کے اندر تحریف اگرچہ بہت لوگوں نے کی ہے مگر اس فن میں جو کمال مولوی محمد عمر صاحب کو حاصل ہے وہ کسی اور کو ہرگز حاصل نہیں ہے۔ وہ اپنے اس تحریف کے فن میں یکتائے روزگار ہیں اور لطف یہ ہے وہ اس پر شرماتے بھی نہیں ہیں۔ اگر وہ اس آیت کا سرسری شان نزول ہی ملاحظہ کر لیتے تو ان کو لا تطرد کے لفظی معنی ہیں نہ چھوڑیئے لیکر تحریف کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ نیز اس آیت کے مفہوم سے جو مضمون انھوں نے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے کشید کیا ہے۔ اس سے یقیناً ان کو دستگاری ہو جاتی۔ اس آیت کا شان نزول جیسا کہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۸۱ معالم التنزیل بابن کثیر ج ۳ ص ۱۳۱ تاریخ بغدادی ج ۱ ص ۱۵۱ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۱۵ اور روح المعانی ج ۷ ص ۱۳۵ وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے (جو تمام حضرات صحابہ کرامؓ میں وجہ اول کے مفسر قرآن سمجھے جاتے تھے) یوں مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت خبابؓ جیسے دولت ایمان سے مالا مال اور اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سرشار مگر دولت دنیا سے تہی دست بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرکین کے چند ایک سردار آئے اور انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ ان نادار و مفلس غریب و فاقہ مست لوگوں کو اپنی مجلس سے باہر نکال دیں تو ہم آپ کی تقریر و وعظ سن لیں گے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ایمان لانے کیلئے جو جذبہ حد درجہ پیدا کیا تھا وہ مخلوق خدا میں اور کس کا حصہ ہو سکتا ہے؟ تو آپ کے دل میں یہ خیال ہی پیدا ہوا تھا کہ اگر یہ لوگ توحید سن لیں اور میں اس مصلحت کے پیش نظر اپنے ان مخلص ساتھیوں کو تھوڑی دیر کے لئے مجلس سے نکال دوں اور کھڑا کر دوں تو کیا مضائقہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کو غریبوں سے جو محبت ہے وہ متمول سرمایہ داروں سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور

آپ کو تنبیہ کی کہ آپ ہرگز ایسا نہ کریں۔ نہ تو اس آیت میں سب مومن مراد ہیں اور نہ ہر ایک کا ساتھ دینے کا ذکر ہے اور نہ حاضر و ناظر کا اس میں سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ صرف مولوی محمد عمر صاحب کی خانہ ساز اختراع اور تحریف ہے ؎

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف میں وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ الآیۃ میں بیان کیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کی صاف طور پر نفی ثابت ہوتی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ مولوی محمد عمر صاحب کو اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے کہ وہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت کا مفہوم ہی سمجھ سکیں۔ مفتی اور مولوی تو وہ بن بیٹھے ہیں مگر ؎

نہ ہر کہ موئے برافروخت دلبری داند

قارئین کرام! ہم نے نہایت اختصار کے ساتھ فریق مخالف کے دلائل اور ان کے جوابات آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بعض نہایت ہی لچر پوچ اور بیہودہ استدلالات فریق مخالف کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں لیکن وہ اتنے عامیانہ اور جاہلانہ ہیں کہ ان کی طرف ایک معمولی طالب علم کو بھی توجہ مبذول کرنا نامناسب اور غیر ضروری ہے۔ فریق مخالف کو ایک عمدہ اور نفیس اور جائز ورد دیتا ہوں، وہ اس کو ہر وقت پڑھتا رہے، آخر جائز ورد پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے؟ اور وہ ورد شریف یہ ہے۔ ؎

اے مرے باغِ آرزو کیسا ہے باغباں ہے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ أَفْضَلِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَذُرِّيَّتِهِ أَجْمَعِيْنَ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ آمِيْنَ ثُمَّ آمِيْنَ

وانا العبد الاحقر ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر الحنفی مسلکاً والدیوبندی تلمذاً والحسینی مشرباً والسواتی نسباً

خطیب جامع مسجد گکھڑ ــــ ضلع گوجرانوالہ

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- خزائن السنن — تقریر ترمذی
- احسن الکلام — مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث
- تسکین الصدور — مسئلہ حیات النبی پر مدلل بحث
- الکلام المفید — مسئلہ تقلید پر مدلل بحث
- ازالۃ الریب — مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث
- راہِ سنت — رد بدعات پر لاجواب کتاب
- مقام ابی حنیفہ
- اتمام ... حق
- طائفہ منصورہ — [illegible]
- ارشاد الشیعہ — شیعہ نظریات کا مدلل جواب
- آنکھوں کی ٹھنڈک — مسئلہ حاضر و ناظر پر مدلل بحث
- عبارات اکابر — [illegible]
- صرف ایک اسلام
- گلدستہ توحید — مسئلہ توحید کی وضاحت
- دل کا سرور — [illegible]
- درود شریف — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- احسان الباری — [illegible]
- تبلیغ اسلام — [illegible]
- چراغ کی روشنی — [illegible]
- مسئلہ قربانی — قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث
- عیسائیت کا پس منظر — عیسائیوں [illegible]
- مقالہ ختم نبوت — قرآن و حدیث کی روشنی میں
- بانی دار العلوم دیوبند — [illegible]
- راہ ہدایت — [illegible]
- ینابیع — [illegible]
- آئینہ محمدی — [illegible]
- تفریح الخواطر — بجواب تنویر الخواطر
- اتمام البرہان — [illegible]
- حلیۃ المسلمین — [illegible]
- توضیح المرام فی نزول المسیح علیہ السلام
- تنقید متین — بر تفسیر نعیم الدین
- شوق جہاد
- الکلام الحاوی — [illegible]
- ملا علی قاری — [illegible]
- المسلک المنصور
- الشہاب المبین — [illegible]
- عمدۃ الاثاث — تین طلاقوں کا مسئلہ
- شوق حدیث — [illegible]
- انکار حدیث کے نتائج — [illegible]
- مودودی صاحب کا غلط فتویٰ
- چالیس دعائیں
- اخفاء الذکر — [illegible]
- باب جنت — بجواب راہ جنت
- حکم الذکر بالجہر
- اظہار العیب — [illegible]
- الطیب الکلام — [illegible]
- چہل مسئلہ — [illegible]
- سورۃ ... ارشاد والحق — [illegible]
- مرزائی کا جنازہ اور مسلمان
- خزائن السنن — [illegible]
- بخاری شریف — [illegible]
- حمیدیہ — [illegible]
- جنت کے نظارے — [illegible]
- [illegible]

عمر اکادمی کی مطبوعات

- تین طلاقوں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ
- علامہ کوثری کی تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ — امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع